جاپانی معشوقہ

عرف

جاپان کی گڑیا

زبان مین اپنی قسم کا نیا ناول - جسمین جاپانیون کے طرز معاشرت،
وضع و اطوار، معتقدات و توہمات کو رزم و بزم اور حسن و عشق کے سانچے
ین ڈھالا گیا ہے -- "جیشا" (جاپانی طوائفون) کے حالات - جاپان کے
دلفریب مناظر نہایت دلکش پیرایہ مین بیان کئے گئے ہے

مصنفہ جناب محمد یعقوب خانصاحب کلام - بی اے علیگ جج ائنٹ اڈیٹر اخبار
م -- و مصنف بنت فرعون - سنہری پہاڑی - عیاری کا پتلہ وغیرہ وغیرہ

م حاجی فقیر محمد مالک حاجی بک ڈپو لکھنؤ محلہ اصطبل چار باغ

مطبع یوسفی مین طبع ہوا

قیمت ۸/

حاجی بک ڈپو لکھنؤ کے

جدید ناول

بنت فرعون ۱۲ر	انتہاری معشوقہ ۸ر	آئینۂ جرائم ۶ر	اصنام خیالی ۶ر
سنہری پہاڑی ۱۰ر	عیاری کا پتلہ ۳ر	جوردن کا کلب ۱۲ر	قوالی کا البم ۲ر

دیگر کتب

شہید وفا ۳ر	رہبر بارہ مونیم ۲ر	کوک شاستر ۳ر	فردوس بریں ۸ر
منصور موہنا ۱۲ر	حسن انجانا ۶ر	ملک العزیز ورجنا ۴ر	کلام اکبر الہ آبادی ۴ر
انقلاب فرانس ۸ر	ترکی حرم سرا ۴ر	حسن کا ڈاکو ۳ر	حاجی بغلول ۸ر
خونی آقا ۳ر	دربار حرامپور کامل ۴ر	انتخاب دیوان جلیل ۴ر	فطرتی جاسوس ۶ر
معرکۂ یونس ۴ر	میاں پوٹ ۲ر	شگوفۂ محبت ۴ر	کرشمۂ رقابت ۴ر
محب وطن ۴ر	گنجی کا راز ۴ر	چینی قزاق ۳ر	بیدرد خانساماں ۳ر

جاپان کی گڑیا

پہلا باب

حسین جاپان

مجھے بخوبی یاد ہے کہ ۲۵ اپریل ۱۹۲۴ء کو میری پچیسویں سالگرہ تھی - اتفاقی
ز میں جاپان کی مشہور بندرگاہ یاکوہامہ میں وارد ہوا تھا اور یہی وہ دن تھا
میری عمر عزیز کا پچیسواں سال اختتام کو پہونچا تھا - دنیا اور اس کے ساتھ ساتھ
میں بھی خوش و خرم تھا مگر یہ معلوم نہ تھا کہ آئندہ کیا ہونیوالا ہے اور کیا کیا آلام و مصائب
مجھے اپنی آئندہ زندگی میں پیش آنیوالے ہیں،

میری زندگی کا بہت سا حصہ ملک چین میں بسر ہوا تھا جو اہل مغرب کے نزدیک
ایک پر اسرار اور ناقابل اعتبار ملک ہے - اور اب وہ ملک جسے عرف عام میں
سرزمین طلوع آفتاب" یا "مطلع النور" کہتے ہیں میرے لئے کچھ چنداں زیادہ دلچسپی
نہیں رکھتی تھی - جب ملک چین میں سات سال کی مختلف الحوادث زندگی بسر کرنے
کے بعد اس تجارتی کوٹھی نے جسمیں بندہ ملازم تھا، یہ مناسب سمجھا کہ میں جاپان جاکر
تی تک ادا کروں تو مجھے صرف اس خیال سے کسیقدر مسرت ہوئی کہ از کم تغیر مقام
ور تبدیلی آب و ہوا تو ہو جائیگی،

اسی سلسلہ میں اسقدر عرض کر دینا بھی غالباً بے محل نہ ہوگا کہ میں کلکتہ کے

مشہور ملک التجار حاجی حسن دادا اینڈ کمپنی کے یہاں ملازم تھا۔ شنگھائی سے جہان
میں چین سے رہتا تھا یاکوہامہ تک جہاں میرا تبادلہ کر دیا گیا تھا، ہر روز جہاز چھوٹا
کرتے تھے اور کرایہ بھی کچھ زیادہ نہ تھا۔ علاوہ ازیں اس تبادلہ کی وجہ سے مجھے
اپنا کوئی نقصان بھی محسوس نہ ہوتا تھا۔ میرے طعام و قیام کے جملہ مصارف کمپنی
کے ذمہ تھے اور میری سات برس کی تنخواہ کی بہت بڑی رقم میرے نام سے بنک میں
جمع تھی۔

آج کل شنگھائی کی آب و ہوا بھی بہت خراب تھی، ایک تو گرمی شدت کی پڑتی تھی
دوسرے ہوا بند رہتی تھی۔ جس سے جی گھبرا جاتا تھا۔ اسلئے میں نے بھی خوشی خوشی
جاپان جانے کی تیاریاں کیں، اور ایک جہاز کا ٹکٹ لیکر یاکوہامہ کیطرف چل دیا
سمندر کا یہ سفر نہایت خوشگوار تھا اور بلا کسی قابل ذکر حادثہ کے گذر گیا گرمی
کے زمانہ میں دن بڑے ہوتے ہیں جو سایہ دار عرشہ جہاز پر بیٹھے بیٹھے نہایت عمدگی
سے گذر جاتے تھے۔ بلکہ بعض اوقات ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کے خوشگوار جھونکے لوریاں
دیکر سلا دیتے تھے، مشرقی سمندروں میں راتیں بھی نہایت خوشگوار بلکہ حیرت انگیز
ہوتی ہیں، کبھی کبھی تاروں بھری راتوں کا لطف آتا ہے، جبکہ سقف نیلی میں لاکھوں
اور کروڑوں درخشاں ستارے قمقموں کیطرح چمکتے دکھائی دیتے ہیں اور کبھی
چاند کے سوا کچھ نہیں ہوتا، اور جب رات کے وقت چاند کی منور شعاعیں سمندر
کی لہروں پر پڑتی ہیں۔ تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ قدرت نے ایک وسیع شطرنجی کا فرش
سطح آب پر بچھا دیا ہے۔ جسمیں ایک دھاری نیلی اور دوسری سفید ہے۔ الغرض
جب تک ہم اس خلیج کے دہانے میں داخل نہ ہوگئے جس کے ساحل پر یاکوہامہ واقع ہے
اس وقت تک ہم کو یہ بھی نہ معلوم ہوا کہ رات کب کٹی اور کیونکر کٹی،

اس وقت میری آنکھوں کے سامنے ایک عجیب و غریب منظر کھنچ رہا تھا۔ اور

واقعی یہ منظر اس قدر حیرت انگیز تھا کہ میں نے گھبرا کر اپنی آنکھیں ملیں تاکہ یہ معلوم
ہو جائے کہ ؏ انچہ می بینم بہ بیداریست یارب یا بخواب
دونوں طرف سبز پوش پہاڑیاں آسمان سے باتیں کرتی دکھائی دیتی تھیں۔ اور
ان کی سطح پر زیر و بالا پشتے اس سلیقے سے بنائے گئے تھے گویا ہر پہاڑی اہرام مصری
کی حریف تھی ان پشتوں پر دھان کی کاشت کیجاتی ہے اور جہاں کہیں کھیت نہیں
تھے وہاں دیودار اور صنوبر کے دیو زاد درخت ستون کیطرح کھڑے ہوئے جھوم رہے
تھے اور ان تمام پہاڑیوں کے سر و پر نہایت بلند آسمان سے باتیں کرتی ہوئی ایک
برفپوش پہاڑ کی سفید سفید چوٹی آفتاب کی منور شعاعوں میں چمکتی ہوئی اسقدر
بارعب اور دلفریب نظر آتی تھی، جیسے کسی پیر روشنضمیر کا سفید عمامہ۔ چاروں طرف
سبزپوش سرنگوں پہاڑیاں اور ان کے بیچ میں ایک برفپوش بلند پہاڑ ایسا
معلوم ہوتا تھا گویا ایک پیر روشنضمیر کے گرد مریدان عقیدت کیش کا حلقہ جما ہوا ہے
اور درس رشد و ہدایت ہو رہا ہے اور لطف یہ کہ قرب و بعد، اور آفتاب کی
شعاعوں کے آڑی ترچھی پڑنے سے یہ پہاڑیاں ہر قسم کے رنگ بدلتی تھیں، اور
تھوڑی تھوڑی دیر بعد منظر کی حالت بالکل بدل جاتی تھی، میرے خیال میں اس
سے زیادہ خوبصورت منظر دنیا بھر میں نہ ہوگا، یہ برفپوش سر بفلک پہاڑ جاپان کا
مقدس پہاڑ کوہ فوجی یاما ہے۔ کسی زمانہ میں یہ آتش فشاں پہاڑ تھا مگر اب بند
ہو گیا ہے اسی قسم کے دلفریب مناظر نے جاپانیوں کی ذہنیت پر اسقدر اثر ڈالا کہ
ان میں بچہ بچہ جمالیات کا شیدا ہے اور جاپان کی کوئی چیز ایسی نہیں جو دلفریبی اور
حسن و جمال سے خالی ہو، مجھے کچھ دنوں بعد یہ معلوم ہوا کہ جاپان کے شعراء سیکڑوں برس
سے فوجی یاما کی خوبصورتی کے قصیدہ خوانی میں رطب اللسان رہے ہیں اور جاپان
کے نقاش و مصوروں نے اس پہاڑ کی خوبصورتی کو ہر وقت اپنے پیش نظر

رکھکر اپنے فن کو بدرجہ کمال پہونچا دیا ہے

اس قسم کے مناظر میں جاپانی تصویروں میں سالہا سال پیشتر بھی دیکھ چکا تھا۔ میں ان مناظر کو حقیقت پر مبنی نہیں سمجھتا تھا۔ بلکہ یہ خیال کرتا تھا کہ ان تصاویر میں جسقدر حصہ جمالیات سے تعلق رکھتا ہے۔ وہ سب ایک مشرقی فکر رسا کی بلند پروازی کا کرشمہ ہے۔ ورنہ ایسے خوبصورت مناظر کا وجود خشکی یا تری میں ہونا محالات سے ہے۔ اگر آج میری زندگی کا وہ دن تھا کہ وہ تمام حیرت انگیز مناظر جن کو میں خواب و خیال سے زیادہ وقعت نہ دیتا تھا اپنے حقیقی رنگ و پ میں میری آنکھوں کے سامنے تھے۔ یعنی وہی آسمان، وہی زمین، وہی سمندر، وہی پہاڑ، وہی دریا، وہی درخت اور وہی سندر، وہی مکانات، سب چیزیں اپنی اصلی حالت میں نظر آرہی تھیں ـــ

الغرض میری طبیعت پر ان دلفریب مناظر کا اسقدر اثر ہوا کہ میں مبہوت ہوگیا، اور اس خیال سے کہ کہیں سمندر میں نہ گر پڑوں میں نے جہاز کا جنگلہ مضبوط پکڑ لیا، میں یہ سوچتا تھا کہ جن باتوں کو میں خواب و خیال سمجھتا تھا جب وہ تمام باتیں صحیح نکلیں تو کیا یہ ناممکن ہے کہ شعراء اور افسانہ نگاروں کی جن باتوں پر میں ہنستا تھا وہ بھی صحیح ہوں؟

کیا یہ ممکن نہیں کہ کسی عورت کے عشق میں دیوانہ ہو کر کوئی شخص اپنے تمام دنیوی مفاد کو، اپنی زندگی کے تمام مقصد کو بلکہ اپنی جان کو قربان کردے،

اب تک میں مستقل بلکہ محدود خیالات کا آدمی تھا میرا وطن لکھنؤ ہے جبکہ ہی خدا نے والدین کا سایہ سر سے اٹھالیا تھا اور میری پرورش میری خالہ نے کی تھی جو خود بھی کچھ دولت مند نہ تھیں، میرا اصلی نام حسن علی ہے مگر لوگ پیار میں ہمیشہ مجھے ڈلار سے مرزا کہا کرتے تھے۔ میں نے امین آباد ہائی اسکول میں انٹرنس

تک تعلیم حاصل کر لی تھی، اور اوائل عمر ہی میں گھر سے نکلکر کلکتہ چلا آیا تھا تاکہ کسی جگہ ملازمت مل جائے، خدا خدا کر کے حاجی حسن داد اینڈ کمپنی کے یہاں طعام و قیام اور تیس (۳۰) روپیہ ماہوار پر ملازم ہو گیا، اس کے بعد میں نے اسقدر تندہی اور دیانت داری سے کام کیا کہ کمپنی نے میری تنخواہ میں ہر سال اضافہ کیا اور کچھ عرصہ بعد مجھے اسسٹنٹ منیجر بنا کر دو سو روپیہ ماہوار پر اپنی کوٹھی کی شاخ واقع رنگون میں بھیجدیا، وہاں میں چار سال تک نہایت محنت اور دیانتداری سے کام کرتا رہا کمپنی کے ارباب حل و عقد مجھ سے اسقدر خوش ہوئے کہ مجھے اپنی دوکان کا منیجر بنا کر ملک چین میں بمقام شنگھائی بھیجدیا، جہاں میں سات برس تک رہا، اور اب میرا تبادلہ یاکوہامہ کی کوٹھی میں کر دیا گیا ہے، اور اب خدا کا شکر ہے کہ مجھے پانچسو روپیہ ماہوار تنخواہ ملتی ہے قیام و طعام کے جملہ مصارف کمپنی کے ذمہ ہیں، چونکہ میں بہت کفایت شعار اور سادہ مزاج آدمی ہوں اسلئے میرا بہت سا روپیہ بنک میں جمع ہے۔

خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا۔ اب میں پھر واقعات بیان کرتا ہوں بندرگاہ میں ہر طرف جاپانی چھوٹے چھوٹے زرد رنگ جہاز اور ماہی گیروں کی چھوٹی چھوٹی کشتیاں نظر آتی تھیں اور ان سب کی اسقدر کثرت تھی کہ خیال گذرتا تھا شاید ہمارا جہاز آگے نہ بڑھ سکے اگر بڑھے گا تو کوئی نہ کوئی کشتی ضرور ٹکرائے گی اور پھر نہ معلوم کسقدر جانیں ضائع ہوں، لیکن چونکہ ہمارا جہاز نہایت احتیاط اور دھیمی رفتار سے آگے بڑھ رہا تھا اسلئے ہم سے کسی کشتی یا جہاز کا تصادم نہیں ہوا اور بالآخر ہم یاکوہامہ کے گھاٹ پر پہونچ گئے

جہاز سے اترنے کے بعد میں شہر کے اس حصہ میں پہونچا جہاں یوروپین آبادی تھی کیونکہ وہیں ہماری تجارتی کوٹھی واقع تھی یہاں پہونچکر میں نے اپنا سامان اتارا

سابق منیجر مسٹر ابو القاسم صفدری نے میری خوب آؤ بھگت کی۔ دو چار دن میں کوٹھی کا چارج لے لیا گیا۔ اور اس کے بعد میرا دل چاہا کہ ذرا ملک جاپان کی سیر کروں چنانچہ میں نے دوکان کا کام اپنے اسسٹنٹ پر چھوڑا اور یاکوہامہ کی سیر کو نکلا جس حصہ شہر میں ہماری کوٹھی تھی وہاں کوئی بات دیکھنے کے قابل نہ تھی کیونکہ یہ شہر کا کاروباری حصہ تھا اسلئے میں نے اس حصہ کو یونہی چھوڑ دیا اور ایک روز شام کے وقت جب دھوپ کسیقدر کم ہو گئی میں یاکوہامہ کے جاپانی حصہ کی سیر کو نکلا۔ یہاں جاپانیوں کا ابھی تک وہی طرز معاشرت چلا آتا ہے جو ہزارہا سال قبل اُن کے آباؤ اجداد کا تھا، اُن کا لباس ابھی تک وہی ہے جو اُن کے باپ دادا کا تھا، اسیطرح کھاتے پیتے ہیں اور اسیطرح اٹھتے بیٹھتے ہیں اور غالباً انکے خیالات بھی وہی دقیانوسی ہوں گے، یہ لوگ ہم ہندوستانیوں کی طرح نہیں کہ انگریزوں کی تقلید میں کوٹ پتلون پہنکر ادھے انگریز بن گئے ہیں، عادات و خصائل کے لحاظ سے ایک تل نہیں بدلا، چین و جاپان دونوں حد درجہ کے قدامت پرست ہیں، ان کی تمام باتیں پرانی ہیں مگر سب دلچسپ اور دلفریب ہیں،

میرے نزدیک جو چیزیں وہاں دیکھتا تھا وہ انوکھی ہوتی تھی، ہر چیز ایسی کہ گھنٹوں دیکھے جائیے اور دل نہ بھرے یہاں کے لوگ نہایت خلیق اور متواضع اور علم مجلسی کے زبردست ماہر ہیں، پرانے وضع کے ڈھیلے کپڑے پہنتے ہیں، وہ جب آپ کیطرف دیکھیں گے تو ان کا چہرہ شگفتہ اور اُن کے لبوں پر تبسم ہوگا، گویا آپ کو دیکھکر خوش ہو رہے ہیں وہ ہمیشہ تہذیب و اخلاق کے ساتھ گفتگو کرتے ہیں۔ یہاں کے بازار اور گلیاں تنگ مگر کاغذی پھولوں اور رنگین قندیلوں اور بیرقوں سے خوب آراستہ ہیں، بیرقوں اور جھنڈیوں کا رنگ عموماً گہرا نیلا ہوتا ہے سڑکوں اور کوچوں کے دونوں طرف عجیب و غریب

وضع قطع کے چھوٹے چھوٹے دو منزلہ مکانات ہیں جو عموماً لکڑی کے بنے ہوتے ہیں اور ان کے اندر پردہ کی دیواریں کاغذ کی بنائی جاتی ہیں، زیریں حصہ سڑک کیطرف تمام کھلا ہوا ہوتا ہے نیلے رنگ کی سلائی دار چقیں ہوتی ہیں چھوٹی چھوٹی دوکانیں رنگ برنگ سامان، آرائش و زیبائش سے آراستہ و پیراستہ ہوتی ہیں جنمیں چھوٹی چھوٹی خوبصورت چیزیں سلیقہ کے ساتھ سجی ہوتی ہیں، دوکان کے باہر جو جھنڈے لہراتے ہیں انپر عجیب و غریب وضع کی پراسرار تحریریں ہوتی ہیں - دوکانوں کے اندر خوبصورت عورتیں اور حسین و جمیل لڑکیاں سجی بنی بیٹھی ہوئیں مال فروخت کرتی ہیں۔ مال کیا بیچتی ہیں گویا خریدار کو خود خرید لیتی ہیں اور ہر وقت کسی نہ کسی کام میں مصروف رہتی ہیں دوکان پر گاہک ہو یا نہ ہو۔ یہ اسقدر تہذیب یافتہ اور دوکانداری کے طریقوں سے اسقدر واقف ہوتی ہیں کہ کوئی خریدار مشکل سے بچکر جا سکتا ہے،

اب رفتہ رفتہ آفتاب کی روشنی کم ہوئی اور شب کی تاریکی غالب آنیلگی تو ہر طرف کاغذ کی رنگین قندیلیں روشن ہو گئیں جس سے منظر کی دلفریبی میں اور بھی زیادہ اضافہ ہو گیا۔ جب رات ہو گئی تو لیمپ بھی روشن ہو گئے اور جب آسمان کیطرف دیکھتا تھا تو معلوم ہوتا تھا کہ پیر فلک نے ایک نیلگوں چادر کا فرش بچھا دیا ہے جسمیں چمکدار ستارے ٹکے ہوئے جھلملا رہے ہیں اور جب اس کے بعد نیچے بازار کیطرف دیکھتا تھا تو رنگین اور خوشنما چمکتی ہوئی قندیلوں کی وجہ سے زمین کا منظر ایسا دکھائی دیتا تھا گویا خود آسمان مع اپنے روشن ستاروں کے نیچے اتر آیا ہے اس خوبصورت اور دلفریب منظر کا میرے دل پر اس قدر اثر ہوا کہ میرے منہ سے بیساختہ نکل گیا کہ واللہ جاپان کیا ہے پرستان ہے"

میں ہمیشہ سے اسقدر سنجیدہ مزاج تھا کہ کبھی کسی چیز کو دیکھکر نہیں ہنستا تھا لیکن

آج میری طبیعت قطعی بدل گئی تھی، میں ہر چیز کو دیکھتا تھا اور مسکراتا تھا۔ میں اسوقت
ایک اچھا خاصا خوش مزاج آدمی بن گیا تھا، میں اپنی دوکان کو بھی بھول گیا، اور
جب تھوڑی دیر بعد مجھے بھوک محسوس ہوئی تو میں نے ایک جاپانی رسٹوران میں
جاکر کچھ اندرسے لئے اور چائے کیساتھ بیٹھکر کھائے۔

میرے نزدیک اس وقت جاپان، ایک نئی دنیا تھا جہاں کی کوئی چیز بھی
بدصورت نہیں، جہاں ہر وقت تبسم کی بارش ہوتی رہتی ہے اور جہاں ہر شخص
انتہا درجہ کے اخلاق سے پیش آتا ہے یہی وہ دنیا ہے جہاں کے باشندوں کا
مقصد حیات یہی کہ ع خوش باش دمے کہ زندگانی اینست

اب رات زیادہ آگئی تھی اور مجھے ادھر ادھر گھومتے ہوئے کافی دیر ہوگئی
تھی اسلئے میں واپس ہوا اور تھوڑی دیر بعد اپنی کوٹھی میں آگیا، جب میں کھانا
کھاکر رات کو سویا تو مجھے تمام رات رنگین خواب نظر آتے رہے اور یہی معلوم ہوتا
تھا کہ میں اسوقت بھی جاپان کی گلی کوچوں کی سیر کر رہا ہوں،

میرے نزدیک میری اس وقت تک، تمام زندگی فضول بسر ہوئی تھی اور آج
گویا میری زندگانی کا جسے واقعی زندگی کہہ سکتے ہیں، پہلا دن تھا، اب تک میرے
نزدیک اچھا کھانا اچھا پہننا اور خوب دولت کمانا ہی مقصد حیات تھا مگر اب میرا
مطمح نظر قطعی بدل گیا تھا، میں نے اپنا روزنامچہ نکالا اور اس میں حسب ذیل عبارت
درج کی:

آج اپنی چھبیسویں سالگرہ کے دن مجھے پہلی مرتبہ معلوم ہوا کہ دنیا میں ایسی
بھی کچھ چیزیں ہیں جسے "جمالیات" کہتے [illegible] بہت ہی خوبصورت
چیزیں بھی ہوں، لیکن در حقیقت میں اندھا تھا، لیکن آج میری آنکھیں کھل گئی
ہیں، اب مجھے جہاں کہیں بھی کوئی خوبصورت چیز نظر آئے گی میں سچے دل سے اسکی

پرستش کروں گا، اور اپنے دل کو خوش رکھوں گا۔ یہ خدا کی وہ نعمت ہے جس کا بدل دنیا کی کوئی بات نہیں کرسکتی جاپان کے حسن و جمال نے مجھے نئی زندگی عطا کردی ہے

باب - ۲

سمندری میلہ

میں روزمرہ صبح کے وقت جاپانی شہر کے کوچہ و بازار میں جا گھستا۔ دن بھر ادھر ادھر کی سیر کرتا اور رات کو جب پوری طرح تاریکی چھا جاتی میں اپنے گھر کو واپس آجاتا۔ اسیطرح دو دن گذر گئے اور مجھے کچھ معلوم ہوا کہ اسقدر وقت کیونکر گذر گیا، اور نہ یہ خیال آیا کہ جس کمپنی کا میں ملازم ہوں اسکی بھی کچھ خدمت کرنا ہے،

بالآخر میں نے سوچا کہ ایک روز جاپان کی سیر اور کرلو اور پھر اپنے کام میں دل لگاکر مصروف ہوجاؤ لیکن فکر یہ دامنگیر ہوئی کہ یہ دن کیونکر گذارا جائے تاکہ پورا پورا لطف حاصل ہوجائے تین دن تک تو یا کوہامہ کی گلیوں کی خاک چھانی۔ دو چار مندر دیکھے یا اس جنگل کی سیر کی جو شہر کے کنارے پر واقع ہے لیکن اب جدید مناظر کی تلاش کرنا چاہیے، لیکن یہ ملیں تو کہاں ملیں اور پھر ایک دن کے اندر انکی کیونکر سیر ہو، یہ سوال دل میں پیدا ہوا، تھا کہ فوراً خیال آیا کہ آج جاپان کے پایہ تخت شہر ٹوکیو کی سیر کرنا چاہیے جو ایشیا بھر میں سب سے بڑا شہر مشہور ہے یاکوہامہ سے شہر صرف اٹھارہ میل کے فاصلہ پر واقع ہے اور وہاں تک ریل جاتی ہے۔ الغرض دل میں ٹھان لیا گیا کہ آج یا ٹوکیو کی

کی سیر کی جائے :-

جلد جلد ناشتہ اور چائے سے فراغت پاکر میں خوشی خوشی تیز قدم بڑھاتا ہوا ریلوے اسٹیشن کیطرف چلدیا ۔ مجھے کامل یقین تھا کہ جاپانی زندگی کا لطف اگر کہیں نظر آسکتا ہے تو وہ صرف ٹوکیو میں نظر آسکتا ہے جو جاپان کی جان ہے کیونکہ یاکوہامہ ایک بہت بڑی بندرگاہ ہے، جہاں کاروبار اور تجارت کیوجہ سے دنیا بھر کے آدمی آتے جاتے ہیں اور جاپانیوں پر اُن لوگوں کے اوضاع و اطوار اور طور و طریق کا بھی کچھ اثر پڑگیا ہے، مگر ٹوکیو کے باشندے خالص جاپانی ہونگے اور واقعی میرا یہ خیال بالکل صحیح ثابت ہوا۔

الغرض میں ٹرین میں سوار ہوکر ٹوکیو پہونچا اول اول میں دو ایک گھنٹہ تک شہر میں ادھر اُدھر گھومتا رہا قصر شاہی اور دیگر خاص مقامات کی سیر کی جیسا کہ اجنبی لوگ عموماً کیا کرتے ہیں ۔ مگر تھوڑی دیر بعد مجھکو معلوم ہوا کہ چھوٹے بڑے بچے بوڑھے عورت، مرد ہر عمر اور ہر جنس کے آدمیوں کی بہت بڑی تعداد ایک ہی سمت کو جارہی ہے اس لئے اسطرف یقیناً کوئی غیر معمولی بات ہوگی ۔ مجھے فوراً خیال آیا کہ آج ضرور کوئی تہوار یا میلہ ہے کیونکہ جاپان میں ہر قسم کے میلے بہت کثرت سے ہوتے ہیں، ستمبر کا مہینہ اور چاند کی چودھویں رات ہے اسلئے ضرور آج کوئی میلہ یا تہوار ہوگا اسیطرح جب کوئی نیا پھول کھلتا ہے یا نیا موسم بدلتا ہے تو میلہ ضرور لگتا ہے جیسے گل عباسی کا میلہ، گل مہندی کا میلہ چیری کے پھولوں کا میلہ ۔ اس قسم کے میلے جاپان میں ہمیشہ ہوتے رہتے ہیں مگر آج ایک بات ضرور تھی لوگ خوشنما ریشمی زردوزی بیش قیمت "پوشاکیں" پہنے ہوئے نہیں تھے! اور نہ آج نوجوان عورتوں نے جواہر نگار سوئیوں سے اپنے بال آراستہ کر رکھے تھے! ہر لباس صوفیانہ اور میل خورہ تھا ۔ لیکن رنگ آمیزیاں اس میں بھی جھلکتی تھیں

جاپان والے رنگین مزاج اور خوبصورت رنگوں کے دلدادہ ہوتے ہیں، الغرض سادہ لباس کو دیکھکر خیال گذرتا تھا، کہ آج میلہ اس قسم کا ہوگا حسین سب تکلفات بالائے طاق ہونگے۔ ہر شخص جماعتی نہیں بلکہ انفرادی تفریح کیلئے گھر سے نکلا ہے، آج کے میلہ کا یہ مقصد نہیں کہ بیش قیمت بھڑکدار پوشاکوں جواہرات اور زیورات کی آرائش سے دیکھنے والوں کے لئے فردوس نظر پیش کیا جائے۔

میں نے بھی ارادہ کر لیا کہ جسطرح ہو سکے آج یہ میلہ ضرور دیکھا جائے، اسلئے میں بھی اُس سمت چلدیا جسطرف اور لوگ جا رہے تھے، بیس منٹ کی راہ روی کے بعد ہم لوگ ایک دریا کے کنارے پہونچے۔ جہاں چاروں طرف لوگوں کے ٹھٹ لگے ہوئے تھے اور کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی ہر طرف چہل پہل ہر طرف چیخ پکار۔ ہر جگہ ہنسی مذاق اور ہر جگہ حسینوں کی اٹھکیلیاں، گھاٹ پر موٹر بوٹوں کا ایک بیڑا تماشائیوں کا منتظر تھا بعض لوگ پہلے ہی ان کشتیوں میں بیٹھے تھے اور دھار کے رُخ آہستہ آہستہ جارہے تھے دریا میں زیادہ پانی نہیں تھا اور کچھ لوگ ملاحوں سے کرایہ کے متعلق جھگڑ رہے تھے۔ الغرض ہر طرف عجب رونق تھی، جسطرف کوئی حسین و جمیل عورت خندہ دندان نما کرتی تھی تو عشاق کے دلوں پر بجلیاں گرا دیتی تھی میں اس خوش و خرم مجمع سے کسیقدر الگ کھڑا تھا، میرا لباس سادہ یوروپین وضع کا تھا میں خاموشی کے ساتھ محویت کے عالم میں اس زندہ منظر کو دیکھ رہا تھا،

آج کا دن کسیقدر گرم تھا اور دریا کے پانی کو دیکھکر خودبخود دریا کی سیر کرنے کو دل چاہتا تھا، اسلئے میں بھی ایک ملاح کے پاس گیا اور کرایہ کی جو کچھ رقم اُسنے طلب کی وہ منظور کر کے کشتی میں بیٹھ گیا اور میری کشتی بھی سیکڑوں دیگر کشتیوں کے ساتھ بہاؤ کے رُخ روانہ ہو گئی۔

مجھے آج کے میلہ اور اس عظیم الشان اور پُر لطف اجتماع کا راز بہت جلد معلوم
ہوگیا بات یہ ہے کہ فصل گرما میں بعض دنوں میں سمندر کے اندر مد و جزر کی
کیفیت ہوتی ہے کہ سمندر کا پانی بہت زیادہ اتر جاتا ہے اور اسطرح جب
دریا کا پانی کھنچکر سمندر میں جا پڑتا ہے تو دریا میں جگہ جگہ گڑھے پڑ جاتے ہیں
اُن گڑھوں میں ہر قسم کی سیپیاں، گھونگھے، کوکلے، کوڑیاں یعنی سخت چھلکے
دار سمندری جانور بکثرت پڑے رہ جاتے ہیں۔ لوگ انھیں سیپیوں اور کیڑوں
اور مچھلیوں کو پکڑنے اور وہیں دریا پر تر و تازہ کھڑے کھانے کیلئے کشتیوں پر
بیٹھکر جاتے ہیں ہر کشتی میں ایک چولھا یا انگیٹھی ہوتی ہے جسمیں کوئلہ دہکا کر یہ
مچھلیاں بھونی جاتی ہیں۔ آج جاپانی سال کی وہی تاریخ تھی، دریا کا پانی سمندر
میں کھنچ گیا تھا، جگہ جگہ دریا کی خشکی نمودار ہوگئی تھی اور انھیں ٹاپوؤں
رنگ رلیاں منانے کیلئے یہ میلہ لگا تھا۔ الغرض جب میری کشتی بہاؤ کے رخ
دریا میں چلنے لگی تو گویا میں بھی اُن کی مسرتوں میں شامل ہوگیا، کشتیوں
میں بیٹھی ہوئی خوبصورت عورتیں اور حسین و جمیل لڑکیاں جب طنبور
کے سروں پر جسے جاپانی زبان میں "ثامقین" کہتے ہیں گیت گاتے ہوئے
تانیں اڑاتی تھیں تو وہ گیت میرے لئے فردوس گوش تھے بعض لوگ کشتیوں
میں بیٹھے ہوئے اپنا قومی کھیل "کین" کھیل رہے تھے جس میں ہاتھوں اور
بازوؤں سے بہت کچھ کام لینا پڑتا ہے فضا میں ہر طرف ترنم اور ہر چہرہ
پر دلفریب تبسم نظر آتا تھا، بعض اوقات قہقہوں کی وجہ سے فضا گونج
جاتی تھی ۔

جب ہم منزل مقصود یعنی دریا کے ٹاپوؤں پر پہونچے تو وہاں تمام کشتیاں
لنگر انداز ہو گئیں ہر جنس اور ہر عمر کے لوگوں کا بہت بڑا مجمع کشتیوں سے اترا

یاب نیلے پانی میں خوشی خوشی اِدھر اُدھر پھرنے لگا نیلگوں پانی کی سطح پر
تاب درخشاں کی سنہری شعاعیں پڑتی تھیں تو ایسا جھلملاتا تھا گویا نیلی چادر میں
یش قیمت جواہرات جڑے ہوئے ہیں - سوائے میرے اور ملاحوں کے تمام آدمی
شتیوں سے اُتر کر تالابوں میں پہنچ گئے - میں خود کو چھپا کر ان لوگوں کا
ماشہ دیکھنا چاہتا تھا اسلئے میں کشتی کے اندر اتر گیا اور صرف اپنا سر اور
نکھیں باہر رکھیں یہ جاپان کی سیر کا میرے نزدیک آخری دن تھا اور میری خواہش
تھی کہ حسن و جمال کا جسقدر بھی لطف ممکن ہو سکے وہ آج اُٹھا لیا جائے۔ میرے
دونوں طرف نوجوان عورتیں اور حسین و جمیل لڑکیاں مچھلیاں تلاش کر
رہی تھیں

پانی صرف دو چار انچ گہرا ہوگا لیکن چونکہ کسی کو اصلی گہرائی معلوم نہ تھی
ان عورتوں اور لڑکیوں نے اپنے لنگوٹوں کے دامن کسیقدر اوپر اٹھا لئے تھے
جس سے گھٹنوں تک ساق ہائے سیمیں عریاں ہو گئی تھیں اس وقت غالب کے اس
شعر کا مطلب میری سمجھ میں پوری طرح سے آگیا اور میں نے اس کا خوب
لطف اٹھایا۔

ساق بالا زدہ اندر شمر آب گنگ ٭ ہمچو بلقیس کہ بر تخت سلیمان گذرد

عورتوں نے اپنی چوڑی چوڑی آستینیں بھی اوپر چڑھائی تھیں تا کہ پانی
میں بھیگنے نہ پائیں - الغرض ہر طرف سڈول پنڈلیاں اور خوبصورت بازو
میری نگاہوں پر چمک رہے تھے اور جب ان خوبصورت اعضا پر سے دریا
کے پانی کے قطرے ٹپک کر نیچے گرتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ کسی نے ہاتھی دانت
کو دھویا ہے،

ہر لڑکا اور لڑکی پوری توجہ کے ساتھ مچھلیاں پکڑنے میں مصروف تھے

اور جب کسی کے ہاتھ معمول سے زیادہ بڑی مچھلی لگ جاتی تھی تو وہ فرطِ مسرت سے د
قہقہہ لگاتا تھا کہ فضا میں ترنم پیدا ہو جاتا تھا۔

تھوڑی دیر تک یہ تمام منظر دیکھنے کے بعد میں نے اپنا مطمحِ نظر کسیقدر تنگ کر دیا اور صرف اُن لوگوں کا تماشہ دیکھنے میں مصروف ہو گیا جو مجھ سے بہت قریب تھے ایک جگہ صرف ایک بڈھا اور ایک بڑھیا اپنے شغل میں مصروف تھے اور ان کے ڈھنگ سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ وہ ایک دوسرے سے بہت خوش ہیں اور دوسری طرف چار آدمیوں کا کنبہ تھا یعنی ماں باپ اور چودہ پندرہ سال عمر کی دو لڑکیاں۔ یہ دونوں لڑکیاں نہایت خوش وضع اور بہت شوخ چنچل تھیں۔ واللہ کیا کیا ادائیں کرتی تھیں اور اپنے ماں باپ پر کس غضب کے نخرے ہوتے تھے ان کی بوٹی بوٹی میں شرارت بھری ہوئی تھی امانت مرحوم نے شاید انہیں لڑکیوں کو دیکھکر یہ مصرعہ موزوں کیا تھا ع

معمور ہوں شوخی سے شرارت سے بھری ہوں

ایک نے یہ نخرہ کیا کہ گویا اس کا پاؤں کسی گڈھے میں پھنس گیا ہے اور نکلنا دشوار ہو گیا ہے اس کا ہائے میری ٹانگ کہہ کر مچلنا غضب ڈھاتا تھا۔ الغرض یہ دونوں لڑکیاں اپنے ماں باپ کو بہت پریشان کرتی تھیں اور وہ بھی ان سے بے حد محبت کرتے تھے۔

دوسری طرف ایک جماعت کسیقدر بڑی تھی۔ یعنی دسیوں سات آٹھ آدمی تھے چار عورتیں تھیں اور باقی مرد اس جماعت میں ایک نوجوان لڑکی تھی جس جب میری نظر میں پڑی تو بس وہیں رہ گئیں۔ دریا۔ میلہ۔ کشتیاں اور تمام مجمع نظروں سے غائب ہو گیا بس ع جدھر دیکھتا ہوں اُدھر تو ہی تو

والا معاملہ ہو گیا۔ اب مجمع کے قہقہوں اور لڑکیوں کے دلنواز گانوں کی
طرف سے میرے کان بہرے ہو گئے تھے، بس مجھے صرف ایک چیز نظر آتی تھی یعنی
وہی لڑکی اس وقت میں اپنی ہستی کو بھی بھول گیا تھا۔

میں نے اسکی ہر نقل و حرکت اور اس کی ہر ادا کو اسقدر غور سے دیکھا
کہ اسے بھی محسوس ہونے لگا کہ میں اسے گھور رہا ہوں، اس احساس کے بعد وہ
پہلے تو کسیقدر پریشان ہوئی اور پھر میری طرف کسیقدر غضب آلود اور تیز
نظروں سے دیکھنے لگی مگر چونکہ میری کشتی اب بھی ایک ہی جگہ کھڑی تھی اور میں نے
اپنا سر بھی نہیں ہلایا تو غصہ کے مارے اسکے چہرہ کا وہ گلابی رنگ جس سے اسکے
حسین رخسار سیب کے مانند چمک رہے تھے، گہرا سرخ ہو گیا اور اس کا چہرہ تمتمانے
لگا اس نے بڑبڑا کر کچھ لفظ اپنے ساتھیوں سے کہے اور اس کے بعد وہ تمام جماعت
کشتی میں سوار ہو کر روانہ ہو گئی اور انکی کشتی میرے ہی قریب سے گذری
میرا دل کہتا تھا کہ اس لڑکی نے بھی یہ بات کو اپنے ہمراہیوں سے نہیں بیان کی
بلکہ کوئی اور بہانہ کر کے وہ اپنی کشتی یہاں سے ہٹا لیگئی ہے۔

میں نے اس کشتی کو نظر میں رکھا حتی کہ وہ سطح آب پر صرف ایک سیاہ
دھبہ سا دکھائی دینے لگی اسکے بعد میں نے اپنے کشتیبان کو حکم دیا کہ وہ بھی ادھر
چلے جسطرف وہ کشتی گئی ہے، جب تک وہ کشتی دریا کے وسط میں رہی اس
وقت تک تو اس کا نظروں میں رکھنا دشوار نہ تھا لیکن جب وہ کشتی ایک
طرف کو مڑ گئی تو پھر وہ دیگر کشتیوں میں مل کر نظروں سے غائب ہو گئی میں
اس کے بعد تین گھنٹہ تک اس کشتی کی تلاش میں اپنی کشتی گھماتا پھرا حتی کہ میرا
ملاح بھی مجھے پاگل خیال کرنے لگا ہوگا مگر وہ کشتی نہ ملی بالآخر مجبور ہو کر
میں جہاں سے چلا تھا وہیں پہونچکر اتر گیا اور ملاح کو دوگنی اجرت دی،

باب ۔ ۳

ہائے دل

اگرچہ میری بھوک اُڑ گئی تھی، مگر چونکہ بہت عرصہ سے کچھ کھایا نہ تھا، اسلئے یہ مناسب معلوم ہوا کہ کچھ کھا ضرور لیا جائے، تاکہ کمزوری پیدا نہ ہو اسلئے گھاٹ کے قریب جو کھانے کی دوکانیں تھیں میں وہاں گیا اور کچھ مٹھائی خرید لایا۔ اور یہ سوچکر کہ کسی جگہ اطمینان کے ساتھ بیٹھکر کھاؤں گا میں پھر دریا کے گھاٹ پر واپس آگیا۔ میرا ارادہ تھا کہ وہاں دن چھپے تک ٹھہروں اور کشتیوں کی واپسی کا انتظار کروں۔

اس میں شک نہیں کہ اس دریا پر کشتیاں لگنے کے اور بھی کئی گھاٹ تھے بہت سی جگہ چائے خانے اور مٹھائیوں کی دوکانیں اور پرائیوٹ مکانات بھی تھے لیکن چونکہ جہاں میں تھا وہ سب سے بڑا گھاٹ تھا اسلئے دل کہتا تھا کہ یہاں ٹھہر کر بہت ممکن ہے کہ دیدار یار کرنے میں کامیابی ہو جائے۔

یہ مقام بھی اچھا خوشنما تھا، اب شام ہو گئی تھی اور دریا میں سمندر کا پانی واپس آگیا تھا سمندر کی بو پانی میں آرہی تھی کنارے پر ایک جگہ ہری ہری ملائم گھاس اگی ہوئی تھی میں وہیں لیٹ گیا، اوپر صاف اور کھلا آسمان لطف دکھا رہا تھا۔

میں سبزہ پر اسطرح لیٹا کہ میرا منہ دریا کیطرف تھا اور میرے دل کی

آنکھوں کے سامنے وہ تمام منظر موجود تھا جو میں دریا کے کنارے پودوں میں اس سے قبل دیکھ چکا تھا۔ وہ لڑکی جوان اور نہایت حسین وجمیل تھی۔ عمر اندازہ سترہ سال ہوگی اور اس کا قد عام جاپانی عورتوں سے کسقدر کشیدہ تھا اس کے بال سیاہی مائل بھورے تھے، اس کی آنکھیں بڑی بڑی اور سیاہ تھیں، اور اس وقت تو وہ خاص طور سے نہایت خوبصورت معلوم ہوتی تھی، جب اس نے غضبناک نگاہوں سے میری طرف دیکھا تھا، اس کے رخسار سیب کے مانند سرخ و سفید تھے، الغرض اس کا حسن و جمال کچھ اس قسم کا تھا کہ میں نظر بھر کر اسکی طرف دیکھ نہیں سکتا تھا، اور وہ آنکھیں اسقدر غضب کی تھیں کہ جب وہ میری طرف دیکھتی تھی تو میری آنکھیں نیچی ہوجاتی تھیں اس کا تمام جسم متناسب الاعضاء اور خدا کے ہاتھوں نور کے سانچے میں ڈھلا ہوا تھا، میں اسکے ہاتھ، بازو، پاؤں اور پنڈلیاں اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا، اس کی رفتار قیامت اور اس کی گفتار آفت تھی، اس کی ہر بات ناز و ادا سے معمور تھی، اس کا لباس چکنے اور سفید کپڑے کا بنا ہوا اور اس کا پیٹی کوٹ سرخ چمکدار ریشم کا تھا۔

اس حسینہ کے خیال میں ایک گھنٹہ گذرا۔ دوسرا گھنٹہ تمام ہوا اور اب تیسرے گھنٹہ کی نوبت آئی کشتیاں و ناویں واپس آرہی تھیں۔ اس وقت مجھے خیال ہوا کہ اب شام ہوگئی ہے میں اس وقت جلدی سے اٹھا اور قدم بڑھا کر کشتی گھاٹ پر جا پہونچا، اس جگہ ایک چھوٹا سا مکان تھا جسمیں کشتیوں کے رسے رکھے جاتے تھے یہ جگہ میں نے خاص طور پر پسند کی۔ اس مکان کے پیچھے بیٹھ کر میں سب کو دیکھ سکتا تھا لیکن خود کسی کو نظر نہیں آتا تھا، اسوقت بجاس کے قریب کشتیاں گھاٹ پر آکر کھڑی ہوئی تھیں اور میں ان کے مسافروں

کو بغور دیکھ رہا تھا مگر بیکار کیونکہ ع

جس کو آنکھیں ڈھونڈھتی ہیں وہ نظر آتا نہیں

میں قریب قریب مایوس ہو چکا تھا کہ اس وقت وہ کنبہ آیا جس میں ماں باپ اور دونوں وہ شوخ چنچل لڑکیاں تھیں۔ اگرچہ کئی گھنٹے پانی میں محنت ختم کرنے کے بعد وہ کسیقدر خستہ و ماندہ ہو گئی تھیں مگر اُن کی فطری شوخی اور غمزہ بدستور موجود تھی، اور تازہ و خوشگوار ہوا میں رہنے سے اُن کے رخسارہ پر اور بھی زیادہ رونق آ گئی تھی۔

ان لوگوں کو دیکھکر میرا دل پھر امیدوں سے معمور ہو گیا۔ اگرچہ معشوق کا راستہ دیکھتے دیکھتے آنکھیں پتھرا گئی تھیں، لیکن میری نظر پھر بھی دریا کیطرف لگی ہوئی تھی۔ میرے دل میں از سر نو جوش اور امید پیدا ہو گئی تھی میں نے اُن لڑکیوں کی آمد اپنے حق میں نیک شگون سمجھا اور دل میں کہنے لگا کہ انشاء اب امید پوری ہوتی ہے،

اب رات زیادہ آ گئی تھی اور میں پھر گھبرانے لگا۔ اب کشتیوں کی آمد میں بھی کمی ہونے لگی حتی کہ تازہ کشتیوں کا آنا موقوف ہو گیا دریا پر تمام نقل و حرکت بند ہو گئی تھی نصف گھنٹہ اور انتظار بار ہی گذرا اور میرا دل مایوسی کے دریا میں ڈوبنے لگا۔ پس تھوڑی دیر بعد روشن ہوا پر کچھ لوگوں کی آوازیں دریا کیطرف سنائی دینے لگیں، اوّل اوّل تو یہ آوازیں دھیمی تھیں مگر بعد میں رفتہ رفتہ یہ زیادہ صاف سنی جانے لگیں، اب مجھے معلوم ہوا کہ ایک اور کشتی دریا میں آ رہی ہے۔ اور غالباً یہ کشتی سب سے آخر کار ہوگی۔ میرا دل جلد جلد دھڑکنے لگا۔ میں کہتا تھا کہ خدایا وہ بت طناز اس کشتی میں بھی ہوگا یا نہیں۔ میں نے سینہ پر ہاتھ رکھکر دل کو تسکین دینا چاہا۔

کیونکہ اس وقت میرا دل بلیوں اچھل رہا تھا حتیٰ کہ میرے تنفس میں بھی فرق آگیا تھا بالآخر وہ کشتی اور زیادہ قریب آئی۔ مگر ابھی وہ منجدھار میں تھی

ملاح نے بانس لگا کر ایک ہنرمندانہ ضرب لگائی اور کشتی منجدھار سے چلکر کنارہ آ لگی۔ کنارہ پر ایک خادم پہلے سے موجود تھا۔ رسہ پھینکا گیا جو اُس خادم نے مضبوط پکڑ لیا اور کشتی گھاٹ پر آ لگی۔ سطح کشتی میں چار پانچ آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ لیکن شناخت نہ ہوتے تھے۔ ایک منٹ بعد وہ لوگ یکے بعد دیگرے خشکی پر اترنے لگے۔ پہلے مرد اترے۔ اب میں ان لوگوں کو صاف دیکھ سکتا تھا۔ اسکے بعد ایک عورت اتری مگر یہ وہ نہیں تھی پھر دوسری اتری یہ بھی اور تھی۔

میری نظر میں ڈیوس جو کر کشتی کی طرف سے اٹھنا چاہتی تھیں کہ اتنے میں کشتی سے ایک اور عورت اٹھی اور جیسے دل میں کنارہ پر کود پڑی۔ میرا دل اس عورت کی طرف خود بخود مائل ہونے لگا۔ یہ وہی تھی جس کے دیکھنے کے لئے میں اس قدر عرصہ سے بیقرار تھا۔ بالآخر میری محنت رائیگاں نہ گئی۔

افسوس ہے کہ زمانہ انتظار میں میں نے آئندہ کے لئے اپنا کوئی نقشہ عمل تیار نہیں کیا۔ اول تب مجھے اطمینان نہیں تھا کہ وہ اسی گھاٹ پر آ کر اترے گی۔ کیونکہ اسکے علاوہ دریا پر اور بھی گھاٹ تھے۔ اسلئے میں نے کوئی خاص فکر پہلے سے نہیں کی تھی۔ اور اب جبکہ وہ میرے قریب تھی مجھے کچھ نہ سوجھتا تھا کہ آئندہ کیا کارروائی عمل میں لاؤں۔ لیکن جب وہ بازار کی وہاں سے چلنے لگی تو میری پس و پیش بھی دور ہو گئی۔ کیونکہ اب مجبوراً اسکے پیچھے جانا پڑا۔ بازاروں میں نہایت احتیاط کے ساتھ میں نے اس جماعت کو نظروں میں رکھا۔ جہاں کہیں مجمع ہوتا تھا تو میں ان کے قریب ہو جاتا تھا لیکن جہاں میدان

صاف ہوتا تھا تو میں اُن سے حتی الامکان دور رہتا تھا۔ مگر کسی وقت اپنی نظروں سے دور نہ ہونے دیتا تھا۔

لوگ مکانوں کے سامنے دو جگہ رکے اور خوشی خوشی رخصت پارٹی میں سے کچھ آدمی غائب ہو گئے۔ بالآخر صرف تین شخص رہ گئے۔ دو مرد اور اُن کیساتھ ایک ہی طاؤس طناز۔

اب میرے دل میں شک پیدا ہوا کہ اگر یہ عورت شادی شدہ ہوئی اور ان مردوں میں سے اگر ایک اسکا شوہر ہوا تو کیا ہوگا؟

بہر حال میں نے اپنے دل کو یہ کہکر تسلی دی کہ ہمیں ان باتوں سے کیا غرض۔ کل سے تو ہم اپنے کام میں مصروف ہو جائیں گے۔ پھر کہاں یہ عورت اور کہاں اس کا خیال۔ کیونکہ چھٹی کی سیر کا آخری دن تھا۔ میں محض اشتیاق کے طور پر ان لوگوں کے پیچھے پیچھے جا رہا تھا اور چونکہ اسوقت کوئی دوسرا کام نہیں ہے اسلئے یہی سہی۔ لیکن باین ہمہ میں ان لوگوں کے پیچھے دور تک کھنچا چلا گیا در حقیقت ع

شوق کھینچے لئے جاتا ہے میں کیا جاتا ہوں

چلتے چلتے بازار بھی ختم ہو گیا اور اب سڑک ایک دیہاتی راستہ بن گئی۔ الغرض یہ جماعت ایک اور جگہ رکی۔ تمام ایک دوسرے سے رخصت لیگئی۔ کچھ باتیں ایسی ہوئیں جو آہستہ آہستہ ہوئیں۔ کچھ ہنسی کی بھی آواز آئی۔ اور وہ عورت تن تنہا ایک مکان میں داخل ہو گئی۔ جب وہ دونوں مرد چلے گئے تو میں بھی نہایت دھیان کے ساتھ ادھر ادھر دیکھتا ہوا آگے بڑھا۔

جس مکان میں وہ حسینہ داخل ہوئی تھی وہ سڑک سے چند قدم کے فاصلہ پر ایک دو منزلہ عمارت تھی۔ لیکن اس میں کوئی ایسی خاص بات

نہیں تھی جسکی وجہ سے وہ دیگر مکانات سے جو اسی وضع قطع سے بنے ہوئے
تھے ممتاز ہو یا اس سے شناخت ہو سکے۔ مگر اس مکان کے سامنے ایک
بہت بڑا اور اونچا زینہ تھا جو ایک مندر تک پہونچتا تھا جو ایک پہاڑ
کی چوٹی پر واقع تھا۔ میں نے اُس مکان کے دروازوں کو بغور دیکھا۔ جو
چوکھٹ پر کام بنا ہوا تھا اُسے بھی بغور دیکھا تاکہ میں آیندہ بھی اس مکان
کی شناخت کر سکوں۔ چوکھٹ کی لکڑی پر واقعی نہایت عجیب چیزیں
بنی ہوئی تھیں جو میں بآسانی یاد رکھ سکتا۔

چلتے چلتے میں نے اُس مکان پر پھر ایک ور نظر ڈالی۔ اور اب میں
یہاں سے یاکوہامہ کی طرف چلنے ہی والا تھا کہ اتنے میں اچانک بالائی منزل
کی ایک کھڑکی کھلی جس میں وہ خوبصورت عورت نمودار ہوئی۔ اب ہم دونوں
ایک دوسرے کے سامنے کھڑے تھے۔ اُس نے چند لمحہ میری طرف
نظر جما کر دیکھا میں سڑک کے بیچ میں کھڑا ہوا تھا چند لمحہ تک دونوں کی نظریں
چار ہوئیں۔ پھر وہ نازنین یکایک ہٹی اور کھڑکی بند ہو گئی۔

باب چوتھا

بیقراری

میں نے ایک ہائے کا نعرہ مارا اور دل پکڑ کر رہ گیا۔ اس رات کو
یاکوہامہ واپس جانے کے قابل بھی نہ رہا تھا۔ اسلئے میں فوراً وہاں سے
واپس ہوا اور ایک چائے خانہ میں ٹھہر کر چائے پی۔

تھوڑی دیر بعد میرے حواس درست ہوئے اور میں نے اپنے دل کو لعنت

ملامت کی کہ ملازمت کا سلسلہ اور پردیس کا معاملہ ہے - تم ہندوستانی اور وہ جاپانی - تمہارا اور اُسکا کیا میل - اسلیئے فوراً یاکوہامہ کو واپس چلنا چاہیئے - الغرض میں اپنے دل کو سمجھا بجھا کر جسطرح ہوسکا یاکوہامہ واپس آگیا - اور بغیر کچھہ کھائے پیئے خاموشی کے ساتھہ بستر پر لیٹ رہا - لیٹنے کو تو میں لیٹ گیا لیکن درحقیقت حالت یہی تھی کہ ؎

کہاب سیخ ہیں ہم کروٹیں ہر سو بدلتے ہیں
جو جل اُٹھتا ہے یہ پہلو تو وہ پہلو بدلتے ہیں

ساری رات کروٹیں لے لیکر گذاری - بقول شخصے کہ ؎

جسکا دل دلبر میں ہووے اسکو کب آتی ہے نیند
کروٹیں لیتے ہی لیتے صاف اُڑ جاتی ہے نیند

جب بہت جی گھبرایا تو میں نے شمع روشن کی اور کمرہ میں اِدھر اُدھر ٹہلنے لگا - پھر تھوڑی دیر بعد پلنگ پر جا لیٹا - مگر پھر وہی بیقراری اور وہی اختر شماری - ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میرے جسم کا تمام خون سمٹکر میرے دماغ میں آگیا ہے - کیونکہ خیال یار کے سوائے مجھے کوئی اور شغل ہی نہ تھا تمام رات اُسی غارتگر دین و ایمان کا خیال رہا -

گرمی کے موسم میں اگرچہ رات چھوٹی ہوتی ہے مگر نہ معلوم میں نے کن کن مصیبتوں سے یہ رات کاٹی - بالآخر خدا خدا کرکے سپیدۂ سحر نمودار ہوا اور میں اُٹھ بیٹھا - نسیم سحری کے بھینے بھینے جھونکے آنے لگے اور میں نے کھڑکی کھولکر اپنی کرسی ہوا کے رخ بچھالی - جب دماغ کو کسی قدر ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا لگی تو حالت درست ہوئی اور میرے خیالات مسلسل اور مربوط ہونے لگے -

حوایج ضروری سے فارغ ہو کر میں نے غسل کیا۔ بعد ازاں ناشتہ اور
چائے سے فرصت پا کر میں اپنے بستر پر جا بیٹھا اور کاروبار کی بابت سوچنے
لگا۔ تھوڑی دیر بعد دل گھبرا گیا اور میں کام چھوڑ کر پھر اپنے کمرہ میں آکر آرام
کرسی پر بیٹھ گیا۔ ایک ناول اٹھا کر پڑھنے لگا مگر اس میں بھی کچھ لطف نہ آیا
اسکے بعد میں نے اپنی ہیٹ اٹھائی اور سر پر رکھ کر باہر نکل گیا۔ اور
شہر کے کنارہ پر ایک پہاڑی کی سیر کرنے لگا۔ جہاں کا منظر بھی نہایت خوبصورت
تھا۔ کیونکہ سرسبز پہاڑ کی چوٹی پر سے بندرگاہ کی خلیج صاف اور خوبصورت
نظر آرہی تھی۔ جہاں سینکڑوں جہاز اور کشتیاں لنگر انداز تھے۔ مگر آج مجھے
کسی بات میں لطف نہیں آتا تھا۔

میں پھر اپنی کوٹھی میں واپس آیا۔ اور یہاں آکر میں نے ایک ہفتہ کے کام
کا نقشہ بنا کر اپنے صدر دفتر کلکتہ بھیجا۔ اور ایک خط شنگھائی اپنے بنک کو
بھیجا جس میں یہ ہدایت کی تھی کہ وہ میرا حساب اپنی شاخ واقع یاکوہامہ میں
منتقل کر دیں۔

اسکے بعد میں خیال یار میں محو ہو گیا۔ اور سوچنے لگا کہ خدا نے کس
مصیبت میں پھنسا دیا۔ سب قسم کی تدبیریں میں سوچتا تھا مگر کچھ سمجھ میں نہ
آتا تھا۔ رات بھر چونکہ بیقراری میں نیند نہ آئی تھی اس لیے آج سر میں کچھ
گرانی بھی محسوس ہو رہی تھی۔ باورچی نے آکر اطلاع دی کہ کھانا تیار ہے مگر بھ
وک ہی کسے تھی۔ بہرحال وصل یار کی توقع میں زندہ رہنے کے لیے کچھ زہر مار کیا
پھر اس بت کافر کے خیال میں محو ہو گیا۔

اسی اثناء میں مجھے کچھ خیال آیا اور میں نے اپنا روزنامچہ اٹھا کر اس میں
گزشتہ واقعات مختصراً درج کیے۔ اور اس فکر میں ہوا کہ ع

زبان یار من ترکی و من ترکی نمی دانم

میں ہندوستانی، انگریزی اور کسی قدر چینی اور برہمی زبانیں تو جانتا ہوں
مگر جاپانی سے واقف نہیں اور معشوقہ کی زبان جاپانی ہے۔ اگر اظہار مدعا کا
کوئی موقع آگیا تو کیا کیا جائے گا۔ اسلئے میں نے ارادہ کرلیا کہ جس قدر ممکن ہو سکے
جاپانی زبان سیکھی جائے۔

باب پانچواں

مندر کا پجاری

آج کی رات بھی سخت بیقراری کے ساتھ کٹی۔ بالآخر صبح ہوتے ہی
میں اپنے اسسٹنٹ سے یہ بہانہ کرکے کہ میں بیمار ہوں اور کسی حاذق جاپانی
ڈاکٹر سے علاج کرانے ٹوکیو جاتا ہوں میں روانہ ہوگیا۔

تھوڑی دیر بعد جاپان کا پایہ تخت آگیا اور میں اسٹیشن سے اترتے ہی سید
کوچۂ جاناں کی طرف روانہ ہوا اور بمشکل تمام وہ مکان ڈھونڈھ نکالا جو پہاڑ
کے سامنے واقع تھا۔

میں اس مکان کے پاس زیادہ دیر تک نہیں ٹھہرا۔ میں نے صرف ایک
نظر اس مکان کی طرف ڈالی۔ اور اس بلند زینہ کی طرف روانہ ہوگیا جو پہاڑ
کے مندر کو جاتا تھا۔ زینے کے دونوں طرف دو ستون تھے جن پر اوپر سے نیچے
تک عجیب و غریب شکلیں بنی ہوئی تھیں۔ اور بیچ بیچ میں حروف بشکل اژدہے
کھودے گئے تھے۔

زینہ کی سیڑھیاں امتداد زمانہ سے گھس کر بوسیدہ ہوگئی تھیں۔ اور

جگہ جگہ سے شکستہ بھی تھیں۔ اور بعض جگہ تو اُن سیڑھیوں کی حالت اس قدر خراب ہو گئی تھی کہ اپر چڑھنا یا اُترنا خطرہ سے خالی نہ تھا۔ جب میں زینہ پر چڑھا تو چھوٹے چھوٹے بے ضرر سانپ سوراخوں سے نکل کر دھوپ کھا رہے تھے۔ جو مجھے دیکھکر ادھر اُدھر جا چھپے یہ زینہ اس قدر بلند تھا کہ میں اوپر تک چڑھتا چڑھتا ہانپ گیا۔

پہاڑی کی چوٹی پر ایک وسیع ہموار میدان تھا جسکے وسط میں بودھ کا ایک مندر بنا ہوا تھا مندر کے احاطہ کے دروازہ پر دونوں طرف ایک جوڑا شیر کا بنا ہوا تھا جن میں ایک نر اور ایک مادہ تھی لیکن زمانہ کے ہاتھوں نے ان شیروں کا حلیہ بگاڑ دیا تھا۔ انھیں شیروں کے دیکھنے سے میں نے شناخت کیا کہ یہ مندر بودھ مت کا مندر ہے کیونکہ یہ شیر "بودھ بھگوان کے شیر" تھے۔

مندر کا صحن درحقیقت پہاڑی کی چوٹی پر ایک وسیع باغ تھا۔ اور مندر کے عین سامنے چیری کے درختوں کا ایک تختہ تھا جو آجکل پھولے ہوئے تھے۔ درخت اور انکے پھولوں کے گچھے نہایت خوبصورت ہوتے ہیں۔ اور یہ درخت جاپان کے خاص پھولوں میں شمار کیا جاتا ہے تمام زمین پر پھولوں کا فرش بچھا ہوا تھا۔ بھینی بھینی خوشبو سے تمام فضا مہک رہی تھی اور انساں کا دماغ مست ہوا جاتا تھا۔

یہاں پہونچکر میں ایک بنچ پر بیٹھ گیا اور پھولوں کی خوشگوار اور لطیف خوشبو سے مشام جان معطر کرنے لگا۔ باغ میں ہر طرف ایک جمیل منظر پیش نظر تھا جو صورت میں بھی "فردوس ارضی" کا دلفریب نقشہ پیش کرنے سے قاصر نہ تھا میں نے ہر طرف نگاہ اُٹھا کر دیکھا لیکن وہاں کوئی انسان دکھائی نہ دیا۔

قطعی سناٹا تھا۔ وہ چھوٹا مندر بھی بہت پرانا تھا اور اسکی بالائی سطح پر کائی جمی ہوئی تھی۔ مندر کے دروازہ پر تین سیڑھیاں تھیں وہ بھی شکستہ حالت میں تھیں میں نے خیال کیا کہ اس مندر میں کوئی پجاری نہیں رہتا اسلئے میں وہاں اطمینان کے ساتھ بیٹھ گیا تاکہ چند گھنٹے خیال جاناں میں محو رہوں اور کوئی شخص مخل نہو۔ لیکن یہ خیال میرا غلط نکلا۔ کیونکہ کچھ دیر تک اپنے خیالات میں محو رہنے کے بعد جب میں نے آنکھ اٹھا کر دیکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بڑا پوجاری سفید لباس پہنے ہوئے سامنے کھڑا ہوا ہے۔ یہ شخص اسقدر چپ چاپ آیا تھا کہ میں اسکے پاؤں کی آہٹ قطعی نہ سن سکا۔

بڈھے فقیر نے مجھے جھک کر سلام کیا اور حیرت کی بات یہ تھی کہ سلام انگریزی میں تھا۔ یہ شخص اسقدر مہربان اور خلیق تھا کہ ہم دونوں میں جلد دوستی ہو گئی اور میں نے ایک طرف کو سرک کر اسے بنچ پر بیٹھ جانے کا اشارہ کیا۔ بہت دیر تک ہم دونوں ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہے۔ اور اسکی باتوں سے میں فوراً سمجھ گیا کہ وہ شخص واقعی جہاندیدہ اور عقلمند آدمی ہے۔ مگر افسوس ہے کہ وہ غریب مفلسی و ناداری کے ہاتھوں تباہ تھا۔ اسکے چہرہ پر فاقہ کشی کا اثر بہت زیادہ نمایاں تھا۔ آج یقیناً اسکا مقدر سامنے آگیا تھا کیونکہ وہ بہت زیادہ خوش و خرم نظر آتا تھا۔ اور وہ باغ اور اسکے گلہائے حسین کی خوبصورتی سے وہ پورا لطف اندوز ہو رہا تھا۔

میں نے جاپانی باتوں کے متعلق اس سے بہت سے سوالات کئے اور اسنے تمام سوالات کا پورا پورا اور بلا تکلف جواب دیا۔

اسکے بعد جب مجھے کسی قدر جرأت ہوئی کہ میں اس سے ایک ایسی بات کے متعلق دریافت کروں جسپر میں بہت عرصہ سے غور کر رہا تھا۔

میں :- جناب آپ نے میری باتوں کا اسقدر محبت اور مہربانی سے - جواب
دیا ہے کہ اب مجھے اس قدر جسارت ہو گئی ہے کہ میں آپ سے یہ دریافت کروں
کہ آپ کے ملک جاپان میں کسی عورت کے حسن و جمال میں کیا کیا باتیں داخل ہیں -
میرے خیال میں جاپانی اور مغربی معیار حسن و جمال کے درمیان ضرور کچھ فرق ہو گا
فقیر :- معزز اجنبی ! میں تو آپ لوگوں کے معیار حسن کے متعلق کچھ نہیں جانتا لیکن
میں آپ کو یہ بات نہایت خوشی سے سمجھا دونگا کہ ہمارے نزدیک کسی حسین و
جمیل عورت میں کیا کیا باتیں ہونا چاہئیں - اول تو عورت کے قد و قامت کو لیجئے -
عورت کا قد نہ زیادہ کشیدہ اور نہ زیادہ پستہ یعنی اوسط درجہ کا ہونا چاہیئے جسے
بوٹا سا قد کہتے ہیں یعنی عورت کو پانچ فٹ اور کچھ انچ سے زیادہ لمبا نہ ہونا چاہیئے -
اس سے کم یا زیادہ قد کی عورت کو جاپان میں خوبصورت نہیں سمجھا جاتا -
میں :- لیکن میں نے تو یہاں اس سے بھی زیادہ کشیدہ قامت عورتیں دیکھی
ہیں -
فقیر :- ضرور دیکھی ہوں گی - مگر میں آپ سے ایک ادنیٰ سی قوم کے حقیر خیالات
کا اظہار کر رہا ہوں -

بہر حال میں نے اس لقمہ دینے پر معافی مانگی اور فقیر سے کہا کہ وہ اور
آگے بیان کرے -

فقیر :- جاپان میں عورت کا رنگ گورا ہونا چاہیئے اور اسکے ہاتھ اور پاؤں
چھوٹے اور متناسب ہونا چاہئیں - عورت کے بازو اور جسم سڈول ہونا چاہئیں
یعنی نہ زیادہ موٹے ہوں نہ دبلے - سیدھی اور بلند پتلی ناک اور کتابی چہرہ
جاپانی حسن میں داخل ہے - آنکھیں بڑی ، پتلیاں گہری بھوری اور پلکیں گنجان
اور لمبی ہونا چاہئیں - منہ کا دہانہ تنگ لب سرخ ، اور چھوٹے چھوٹے ہموار

اور سفید دانت ہونا چاہئیں۔ سر کے بال بھونرے کالے۔ سیدھے سبلے اور گنجان ہوں۔ پیشانی پر بالوں کی محراب ہو۔ اور پیشانی بھی نہ زیادہ کشادہ ہو نہ زیادہ تنگ۔ کان اوسط درجے کے ہوں، بھنویں گنجان اور قریب قریب سیدھی ہوں لیکن باہر کیجانب کسی قدر اوپر کو اٹھی ہوئی ہوں۔ اسیطرح آنکھیں بھی باہر کیطرف سے کسیقدر بلند رہیں۔ یہ ہے حضور جاپان کا معیار حسن و جمال"۔

میں نے فقیر کا شکریہ ادا کیا اور اس کی معلومات کی بہت کچھ تعریف کی اگرچہ مسند کا مخنث ہونے کے باعث اُسے عورتوں سے کوئی تعلق نہ تھا۔

میں :۔ اگر کسی عورت کے بال بھونرے کی طرح کالے نہوں۔ اور اُن میں کسی قدر بھورے پن یا سُرخی کی جھلک ہو۔ اور سیدھا ہونے کے بجائے کیقدر گھونگر والے ہوں تو کیا جاپان میں اُس عورت کو خوبصورت شمار نہیں کیا جائیگا۔

فقیر :۔ بیشک نہیں شمار کیا جائے گا۔ کیونکہ ایسا ہونا قومی معیار حسن کے قطعی خلاف ہے۔

میں :۔ بس یہی ہمارے اور آپکے معیار میں فرق ہے۔

ہم ابھی باتیں ہی کر رہے تھے کہ کچھ ایسی آواز سنائی دی جیسی سن سن کرتی ہوئی ہوا چلا کرتی ہے۔ میں نے مڑ کر دیکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ جس غارت گر دین و ایمان کے پیچھے میں دیوانہ ہوا پھرتا ہوں وہی پاس کھڑی ہے۔ مگر اسوقت وہ مجھ کو دیکھکر دم بخود ہوگئی اور اس پر کچھ ایسی حیا و شرم طاری ہوئی کہ وہ سر سے پاؤں تک پسینہ پسینہ ہوگئی۔ اُسکا منہ کسی قدر کھلا ہوا تھا اور وہ مجھے اور میں اُسے دیکھکر دونوں حیرت زدہ تھے۔

میں نے کسی زمانہ میں گنگا اوتار کی تصویر دیکھی تھی جس میں گنگا جی ایک

نہایت حسین وجمیل عورت کی صورت میں سورگ لوک سے اُتر کر یہاں دیو جی کی
فضائیں اُتر رہی ہیں۔ اس جاپانی حسینہ کو دیکھ کر مجھے تصویر یاد آگئی۔ واقعی یہ
عورت حسن کی دیوی تھی اور ہرگز کسی فانی انسان کے قابل نہیں ہو سکتی تھی۔
وہ زہرہ تھی جو آسمان سے زمین پر اُتر آئی تھی۔

اُس لڑکی کو دیکھتے ہی فوراً وہ فقیر کھڑا ہو گیا۔ سر جھکا کر اُسے ادب سے سلام کیا۔
میں بھی اُٹھا اور میں نے بھی اسی طرح بندگی عرض کی گویا میں کسی دیوی کی پوجا
کر رہا ہوں۔

ان دونوں کے درمیان کچھ بات چیت ہوئی۔ جو میں سمجھ نہیں سکا لیکن
میں ان کے لبوں کی مسکراہٹ دیکھ کر یہ سمجھ رہا تھا کہ ان دونوں میں کافی
بے تکلفی اور موانست موجود ہے۔ اس کے بعد وہ کافر ماجرا اچانک بنٹی اور
دیکھتے دیکھتے نظروں سے غائب ہو گئی۔ اور میرے نزدیک اس باغ اور خوبصورت
منظر کی بہت کچھ دلفریبی بھی اسی کے ساتھ رخصت ہو گئی۔

میں بہت دیر تک اسی مقام کو دیکھتا رہا جہاں وہ ابھی ابھی کھڑی ہوئی تھی۔
اُس وقت میری یہ حالت تھی کہ گویا کسی نے جادو کر دیا ہے۔ ہم دونوں
بہت دیر تک خاموش رہے۔ اور ہمارے چاروں طرف بھی سناٹا چھایا رہا۔
لیکن فقیر کو فوراً اپنی خلقی تہذیب یاد آگئی اور مجھ سے معافی کا خواستگار ہوا کہ
ایک عورت نے اگر خواہ مخواہ ان کی گفتگو میں دخل دیا۔ میں نے بھی اپنا چہرہ
جبراً شگفتہ بنا لیا اور با ہستگی تمام مسکرا کر جواب دیا کہ اس قسم کی مداخلت مجھے
ناگوار نہیں گذرتی۔ مگر اس واقعہ کے بعد مجھ سے خاموش نہ رہا گیا۔ اور میں فوراً
دریافت کر بیٹھا۔

میں :- یہ لڑکی جو ابھی آئی تھی کیا یہ ایک حسین جاپانی لڑکی نہیں ہے؟

فقیر۔ (مسکرا کر) ممکن ہے ایسا ہو۔ مگر میں ایک بوڑھا آدمی ہوں مجھے کسی کے حسن و جمال کا اندازہ کرنے میں کہاں تمیز۔ اب تو مجھے اپنے واقفکاروں کی صرف شخصیت سے تعلق ہے۔ اور جہاں تک اس لڑکی کی شخصیت کا تعلق ہے میرے خیال میں لاثانی ہے۔ ایسی خوبیاں میں نے کسی مرد میں دیکھی ہیں نہ عورت میں۔

میرے منہ سے نکلنے ہی والا تھا کہ ظالم تو نے میرے ہی دل کی بات کہدی مگر میں نے ضبط سے کام لیا اور معمولی طور پر اس کا فرداً کے متعلق چند باتیں دریافت کرکے میں نے اس کی نسبت اسقدر معلومات بہم پہنچالی جو میرے نزدیک نہایت بیش قیمت تھی۔

مجھے فقیر کی زبانی معلوم ہوا کہ اس لڑکی کا نام اوتیمو ہے۔ وہ یتیم اور دوشیزہ ہے۔ اور مندر کے زینہ سے [illegible] مکان ہے وہ اس میں اپنے دو سوتیلے بھائیوں کے ساتھ رہتی ہے۔ اور وہ دونوں بھائی سرکاری ملازم ہیں۔ اسی سلسلہ میں فقیر نے بیان کیا۔

فقیر۔ اگر حضور کو اس امر کی تصدیق کرنا منظور ہو کہ یہ لڑکی کس قدر کریم النفس ہے تو حضور میرے ساتھ تھوڑی دور زینہ پر چلیں اور دیکھیں کہ وہاں کیا ہے۔

میں فقیر کے کہنے پر فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور چند سیڑھیاں اتر کر دیکھا تو ایکطرف کو ہری بھری ایک ڈلیہ رکھی ہوئی ہے۔ ڈلیہ پر سلیقہ کے ساتھ چند بڑے بڑے پتے ڈھکے ہوئے تھے۔ جب فقیر نے وہ ڈلیا اٹھائی معلوم ہوا کہ یہ ڈلیہ کسی قدر وزندار ہے۔

فقیر۔ اوتیمو جب یہاں آتی ہے تو وہ اپنا تحفہ میرے لئے اسجگہ چھوڑ جاتی ہے۔ اور میں اسکا شکریہ ادا کرنے بھی نہیں پاتا کہ وہ بھاگ جاتی ہے۔ اگر آج یہ لوگ نہ ہوتے تو حضور مجھے زندہ نہ پاتے انھیں لوگوں کی پرورش سے میں جیتا ہوں خداوند تعالے

اس نیک اور مخیر لڑکی کو اس کا نیک اجر دے - اور اس کے دل کی تمام مرادیں پوری ہوں - میں بڑھا آدمی صبح و شام اسکے لئے یہی دعائیں کرتا ہوں"

اسکے بعد ہم دونوں خاموشی کے ساتھ وہاں سے واپس ہوئے اور پھر اسی بنچ پر آبیٹھے فقیر نے وہ ڈلیا احتیاط کے ساتھ نیچے رکھدی۔

اس وقت ہم دونوں اپنے اپنے خیالات میں محو تھے۔ اسلئے ہماری گفتگو کچھ دیر کے لئے بند رہی - لیکن تھوڑی دیر بعد میں نے کچھ سوچکر جب اس فقیر سے کہا کہ وہ مجھے جاپانی زبان لکھنا پڑھنا سکھائے تو وہ بہت خوش ہوا - وہ غریب آدمی تو تھا ہی اسلئے میرے تھوڑی سی ترغیب دینے کے بعد اسے حق الخدمت قبول کرلینے پر رضامند کرلیا - میں نے اس سے کہا کہ میں جاپانی زبان بہت جلد سیکھنا چاہتا ہوں کیونکہ نہ معلوم کس وقت اس زبان میں گفتگو کرنے کی ضرورت پڑ جائے۔

فقیر نے اس بات کی بھی خواہش کی کہ میں مندر کے اندر چلکر سیر کروں مگر میں نے یہ کہکر کہ پھر کسی وقت دیکھا جائیگا - اسوقت ٹال دیا جب میں اس فقیر سے رخصت ہونے لگا تو اس نے مجھ سے کہا کہ جاپانی زبان کا پہلا سبق پڑھنے کے لئے میں دوسرے دن صبح کو حاضر ہوں۔

اسکے بعد میں اپنے دل میں نہایت شاداں و فرحاں وہاں سے مڑا - اور میں گھنٹوں "او نیچو یا اینو" کو بار بار کہہ کر اپنی محبوبہ کے نام کو دہرا رہا - میرے نزدیک بہت ہی خوبصورت اور ادا کرنے میں نہایت سریلا نام تھا - میرا دل گواہی دیتا تھا کہ میری آرزو خود پوری ہو جائے گی اور میں ضرور اپنی محبوبہ کے وصل سے شاد کام ہوں گا - آج کے واقعات غیب سے ظہور میں آئے تھے - کیونکہ بغیر کسی کوشش یا فکر کے مجھ سے ایسے شخص کی دوستی ہوگئی جو خود میری محبوبہ کا

بھی دوست تھا۔ میں اس کا نام جان گیا تھا اور مجھے یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ ابھی وہ خاتون کی نظروں میں کسی کی ملکیت نہیں۔ اب مجھے اپنا مستقبل روشن نظر آ رہا تھا۔ اور مجھے کامل یقین ہو گیا تھا کہ قسمت میرے حال پر خود عنایت کر رہی ہے اور جسقدر مشکلات سدراہ ہونگی وہ خود بخود سب دور ہو جائیں گی۔

الغرض میں زینہ کی سیڑھیوں پر سے اس طرح اترا گویا میرے پاؤں میں پر لگے ہوئے تھے۔ جب میں اس مکان کے قریب سے گذرا جو زینہ کے برابر پہاڑی کے دامن میں واقع تھا تو وہاں مجھے کوئی شخص نظر نہ آیا۔ لیکن جاپانی مکان کے پردے باریک اور کاغذ کے بنے ہوتے ہیں مجھے خیال تھا کہ اگر گہری نظر سے دیکھا جائیگا تو ممکن ہے کہ دیدار یار پھر نصیب ہو جائے۔ مگر اس میں مجھے مایوسی ہوئی۔ میں یہ کہنا بھول گیا کہ جب تک وہ گفتگو فقیر سے باتیں کرتی رہی اُسنے میری طرف نظر بھر کے بھی نہیں دیکھا تھا لیکن خطا میری تھی کہ میں اسکی طرف لگاتار گھورتا رہا۔ میں یہ جانتا تھا کہ میرا ایسا کرنا بدتمیزی میں داخل ہے۔ لیکن میں کیا کروں کیونکہ میں اپنے دل سے مجبور تھا۔ جو عدم درجہ کا بدتمیز واقع ہوا ہے۔ اگر میں اسکے چہرہ پر ایک مرتبہ بھی نظر جالوں تو میں اسوقت بھی منھ نہیں پھیر سکتا کوئی دشمن چپ چاپ آکر میرے پہلو میں خنجر بھونک دے۔ لیکن جس وقت وہ خود میری طرف دیکھنے لگتی ہے تو میری آنکھیں خود بخود جھک جاتی ہیں اور میں سرنگوں ہو جاتا ہوں۔

میں اپنی یہ غلطی تسلیم کرتا ہوں کہ اسکی طرف گھورکر میری آنکھوں نے گستاخی کی لیکن اگر وہ یہ جانتی کہ میں اسبارہ میں غلطی ہے بےبس ہوں تو مجھے کامل یقین ہے کہ وہ اپنی ذاتی شرافت سے کام لیکر میری خطا سے درگذر کرتی۔

آج جب میں اسٹیشن کیطرف جا رہا تھا تو تمام کوچہ دیانا راور وہاں کے تمام

دی مجھے بے انتہا اچھے معلوم ہو رہے تھے۔ یہ اپنی محبوبہ کے ایک نظر دیکھ لینے
کا کرشمہ ہے۔ اسوقت میرا دل بڑھا ہوا تھا۔ اور میں اپنے جامہ میں پھولا
سماتا تھا۔ میرا ذہن بھی اسوقت بیدار سا ہو رہا تھا۔ الغرض آج مجھے اچھی طرح
محسوس ہو رہا تھا کہ میں کسی کا عاشق ہوں۔

میرا دل ہرگز نہیں چاہتا تھا کہ میں دیار یار سے جاؤں۔ اسلیئے میں
بہت عرصہ تک ادھر ادھر سیر کرتا رہا کچھ دیر بعد کسی قدر بھوک محسوس
ہوئی تو میں نے ایک فرسٹ کلاس رسٹران میں جاکر کھانا کھایا اور اسقدر
شکم سیر ہو کر کھایا کہ ابتک نہ کھایا تھا۔

میرے دل میں آیا کہ آج کی رات میں ڈکیتو کے کسی ہوٹل میں بسر کروں اور
علی الصباح پھر کوچۂ جاناں کی سیر کروں مگر مجھے معلوم ہوا کہ شہر ڈکیتو میں کوئی اجنبی
نہیں ٹھہر سکتا تاوقتیکہ اسکا تعلق دول خارجیہ میں سے کسی کے سفارتخانہ سے نہو
اسلیئے میں مجبور ہو گیا کہ باکو آمہ کو واپس ہوں۔

کچھ دیر تک میں ادھر ادھر سیر کرتا رہا۔ میرے دل میں آیا کہ ایک بار پھر
کوئے جاناں کی طرف چلوں مگر اسوقت میں نے صبر و ضبط سے کام لیا اور دل کو
سیکڑوں طریقہ سے سمجھاکر میں ریلوے اسٹیشن پر آیا۔

ٹرین کی روانگی میں کچھ دیر تھی اسلئے وہ وقت میں نے اسٹیشن ہی پر
گذارا اور ایک انگریزی اخبار لے کر پڑھتا رہا۔ بعد ازاں میں نے ٹکٹ خریدا اور
باکو آمہ کو روانہ ہو گیا۔

باب چھٹا

عصمت کی قیمت

میں آئندہ دو روز تک علی الصباح اس پہاڑی والے مندر میں جاتا
اور اس بڈھے فقیر سے جاپانی زبان میں سبق لیتا - اور چونکہ میں چینی زبان
بہت اچھی طرح جانتا تھا اسلئے یہ نئی زبان مجھے بہت جلد آگئی اور میں اسکی
تحصیل میں حیرت انگیز ترقی کرنے لگا - اور جسقدر مجھ میں اور اُس بڈھے فقیر میں
بے تکلفی ہوتی گئی اُسی قدر میرے دل میں اس کی عزت و احترام کی جگہ ہوتی گئی
بڈھے فقیر کا نام کوبورسی تھا - اور فطرت رجحانات کے لحاظ سے وہ
ایک اعلیٰ درجہ کا پجاری اور بہترین اُستاد تھا - اُس کی زیادہ تر عمر ایک
غیر مشہور اور دور افتادہ مندر میں گذری تھی - جہاں بہت کم پرستاران
بڈھ آتے تھے اور یہ غریب پجاری ہمیشہ فاقہ کشی کے منھ میں گرفتار رہتا تھا -
اور میں اگرچہ بدھ مذہب کا معتقد نہیں تھا لیکن بحیثیت ایک شخص کے میں
اس کا ذاتی احترام بیحد کرتا تھا - الغرض جسقدر وقعت اس شخص کی
میرے دل میں تھی اس قدر اپنے مذہب کے کسی مولوی یا مجتہد کی بھی
نہ تھی - وجہ یہ ہے کہ ہمارے مولویوں نے مذہب کو وجہ معاش یعنی اپنے
حلوے مانڈے کا ذریعہ بنا لیا ہے - ہمارے علمائے دین اپنے فتوے بھی
قیمت سے فروخت کرتے ہیں - اس سے زیادہ مضحکہ انگیز حالت مذہب
کی اور کیا ہو سکتی ہے - ہمارے اکثر پیر و مرشد رنگے ہوئے سیار ہیں - انکی
جعلسازیوں کا پردہ ہندوستان کے اخباروں میں روزمرہ فاش ہوتا ہے -
جب میں چوتھے دن مندر میں گیا تو اس روز میں نے مندر کے باغیچہ میں کسی
شخص کو نہ پایا - اور میں بڈھے پجاری کے انتظار میں کم از کم ایک گھنٹہ بیٹھا رہا -
میرا ارادہ ہوا بھی کہ مندر میں جس حجرہ کے اندر وہ رہتا ہے وہاں
دستک دوں لیکن میں محترز رہا - اور یہ میں جانتا تھا کہ اگر میں کوئی ذری کو آواز

دیتا تو ضرور بولتا۔ لیکن آج کی صبح چونکہ نہایت دلفریب تھی۔ شبلی گل تھی اور باغ پر جوبن آرہا تھا اسلئے میں مختلف خوبصورت اور پھولدار درختوں کے سایہ میں ٹہلتا رہا۔

آج مجھے کافی فرصت تھی کہ میں باغ کو اچھی طرح سے دیکھوں۔ کیونکہ درحقیقت یہ باغ بہت وسیع تھا۔ پرانا بھی تھا۔ مگر افسوس ہے کہ آجکل اسکی کوئی پروا نہ کرتا تھا۔

باغ کے اندر بہت سے چھوٹے چھوٹے چشمے ادہر ادھر رواں دواں تھے اور جگہ جگہ چھوٹی چھوٹی جھیلیں بن گئی تھیں۔ بعض چشمے پہاڑی کے سرخ رنگ کے پتھروں کی درزوں سے نکلتے تھے اس طرح زمین پر گرنے گرتے ایک خوبصورت آبشار بنجاتی تھی۔

چشموں پر جگہ جگہ پتھروں کے پل بنائے گئے تھے۔ جو ابھی تک قائم تو ضرور تھے لیکن ان پر اچھل کافی ہو گئی تھی۔ بہت سی جگہ لکڑی کے پل تھے۔ جو زمانہ کی دستبردِ سے سرنگوں ہو گئے تھے۔ اور ان پر جنگلی خودرو بیلیں پھیلی ہوئی تھیں۔ ان کی وجہ سے بعض اوقات چھوٹے چھوٹے چشموں کا پانی بھی رک جاتا تھا۔ جھیلیں جس جگہ زیادہ وسیع ہو گئی تھیں وہاں جزیرے بھی بنائے گئے تھے۔ اور جہاں جہاں جزیرے بڑے تھے وہاں چھوٹے چھوٹے گھوڑے دمندر) بھی تعمیر کئے گئے تھے۔ بعض مقامات پر کنکروں اور پتھروں سے پہاڑیاں بنائی گئی تھیں جن پر چھوٹی چھوٹی بارہ دریاں اور بنگلے تعمیر کئے گئے تھے۔ کئی جگہ سنگیں لالٹینیں نصب تھیں واضح ہو کہ لالٹینوں سے کوئی جاپانی باغ خالی نہیں ہوتا ایک خصوصیت جاپانی باغوں میں اور ہوتی ہے یعنی یہاں ہر قسم کے پستہ قد درخت تھے۔ بعض کی شاخیں مضحکہ انگیز

طور پر جھیلوں پر پھیلی ہوئی تھیں۔ اور ان میں سب سے زیادہ بہار چیری کے درختوں کا تختہ دے رہا تھا جس کا ذکر اس سے قبل باب ہا سبق میں کیا جا چکا ہے۔

اس سے آپ بآسانی اندازہ کر سکتے ہیں کہ یہ باغ کسی زمانہ میں کس قدر دلفریب اور پُر بہار ہو گا۔ اس وقت بہت سے قدر شناس ہاتھ اُٹھا کر ان درختوں کی دیکھ بھال کیا کرتے تھے مگر آج بھی جبکہ اس باغ پر زمانہ کا غانہ برانداز چمن ہاتھ ہلا کو بنکر پھیل چکا ہے، اس باغ میں۔ ع۔ آثار پدید است صنادید عجم را۔ آہ، آج کی وحشت میں بھی سوا ہیں! ۔ اس کی خزاں پر بھی سو بہاریں قربان ہیں جھیلوں میں اب بھی کنول کے پھول کھلے ہوئے تھے۔ اگرچہ چشموں میں سنہری مچھلیاں باقی نہیں رہی تھیں۔ ہر جگہ بھونرے اور رنگ برنگ تتلیاں منڈلاتی پھرتی تھیں۔

ایک جگہ ایک بابو بگلہ بھی تھا جو میرے پاس آیا۔ اور خوب پرلطف حرکتیں کیں ممکن ہے اس بڈھے بگلے نے میری صورت دیکھکر یہ خیال کیا ہو کہ میں دوسرے لوگوں سے جو اس مندر میں آمد و رفت رکھتے ہیں مختلف ہوں۔ اور جب میں اسکو اندرسہ کا ایک ٹکڑا دینے لگا تو اس نے سیکڑوں نخروں کے بعد قبول کیا۔

میں اس بگلہ کے شغل ایک اسقدر مصروف ہوا کہ مجھے یہ بھی معلوم نہ ہوا کہ میرا بڈھا دوست کویو رکی کب آیا۔ اور جب تک وہ میرے پہلو میں نہ آگیا اسوقت تک مجھ مطلق خبر نہ ہوا۔ میں خندہ پیشانی اس کی طرف متوجہ ہوا۔ کیونکہ میں جانتا تھا کہ جس عجیب و غریب شغل میں مبتلا ہوں وہ بھی اسے پسند کرے گا۔

مگر آج میرا خیال غلط نکلا کیونکہ وہ بالکل متین اور سنجیدہ تھا۔ اس کے چہرہ پر مطلق تبسم تو دار نہیں ہوا۔ بس اس نے صرف اسقدر کہا کہ میرے اس طرف دیکھنے کی

وہ ادب کے ساتھ جھکا اور مجھے سلام کیا۔

آج اس کی صورت دیکھکر میں بھی حیران تھا۔ کیونکہ آج وہ مجھے ایک قطعی مختلف آدمی دکھائی دیتا تھا۔ نہ آج اسکے چہرہ پر بشاشت تھی نہ اسکی آنکھوں میں وہ پہلی سی چمک دمک نظر آتی تھی۔ اور اسکے رخسار پر بھی کچھ عجیب مردنی چھائی ہوئی تھی۔

میں :۔ کیوں جناب آج آپ کی کیسی طبیعت ہے۔ کیا خدانخواستہ طبیعت کچھ ناساز ہے۔

فقیر :۔ نہیں حضور! میں بیمار نہیں۔ آپ کچھ فکر نہ فرمائیں میں اچھا ہوں۔ میں حضور کو یقین دلاتا ہوں کہ میں بالکل اچھا ہوں۔

اگرچہ وہ شخص مجھ سے بات کرتے ہوئے مسکرا رہا تھا۔ لیکن میرا قیافہ بتا رہا تھا کہ یہ تبسم قطعی مصنوعی ہے۔ علاوہ ازیں اس کی آواز بھی کسی قدر کانپ رہی تھی۔

فقیر :۔ میں حضور سے معافی مانگنے کے لیے دوڑا آیا۔ کیونکہ میں نے آپ کو اتنے عرصہ تک منتظر رکھا۔ لیکن کچھ عرصہ قبل مجھے وقت کا مطلق خیال نہیں رہا تھا۔ اگر آج آپ مجھے معافی دیدیں تو میں کسی دن اسکی ضرور تلافی کردوں گا۔ اچھا اب فرمائیے کہ آج کے درس کے لئے کیا مضمون تجویز کیا گیا تھا۔ مجھے مطلق یاد نہیں رہا۔

میں :۔ خیر آج آپ کچھ پرواہ نہ کریں۔ جیسا آج ویسا کل۔ میں کل پھر حاضر ہوں گا۔ غالباً کل کوئی بات ایسی نہ ہوگی جس کے باعث آپ کو فرصت نہ ہو۔ میرا یہاں آنا خالی نہیں گیا کیونکہ میں اسوقت تک آپ کے خوبصورت باغ کی بہار سے لطف اندوز ہوتا رہا۔ علاوہ ازیں میری دوستی آپکے اس خوبصورت پرندے سے بھی ہوگئی ہے جو اپنی لمبی لمبی سرخ ٹانگیں لئے کھڑا ہے۔ اچھا سلام۔

میں چل کھڑا ہوا اور دو چار قدم دروازہ کی طرف بڑھائے۔ لیکن میں نے

اپنے آئندہ عمل کے متعلق ہنوز کوئی رائے قائم نہیں کی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ آج بڈھے فقیر کو کوئی پریشانی ضرور ہے۔ لیکن چونکہ میں ابھی ایک اجنبی تھا اور ابھی تک اس سے بالکل بے تکلف نہیں ہوا تھا اس لیے میں اس سے زیادہ کھود کرید کرتا ہوا کسی قدر سٹ پٹاتا تھا۔

الغرض میں چلتے چلتے رک گیا۔ اور مڑ کر فقیر کی طرف دیکھا۔ وہ اس وقت بھی اسی جگہ ملول و حزیں حالت میں استادہ تھا جہاں میں اسے چھوڑ آیا تھا۔ اب میں نے تمام شرم اور ہچکچاہٹ بالائے طاق رکھدی۔ جھپٹ کر واپس ہوا اور بڈھے فقیر کے شانے پر ہاتھ رکھدیا۔

بڈھا کسیقدر سٹ پٹا کر میری طرف متوجہ ہوا۔ کیونکہ وہ سمجھتا تھا کہ میں باغ سے نکل گیا ہوں۔

میں:۔ استاد آپ اپنے راز کو خواہ کتنا ہی چھپائیں مگر میں جانتا ہوں کہ آپ ضرور کسی تکلیف میں مبتلا ہیں کیا آپ مجھے اپنے راز سے واقف نہیں کر سکتے۔ دیکھئے آپ یہاں تنہا رہتے ہیں۔ اسلئے مناسب نہیں کہ آپ اپنے دل کی تشویش یونہی رہنے دیں کیونکہ اسکا صحت پر بہت خراب اثر پڑتا ہے اگر آپ اپنا درد دل کسی دوسرے کو سنادیں گے تو آپ کے دل پر بوجھ ہلکا ہو جائے گا۔ اس لئے بہتر ہوگا کہ آپ اپنے دل کا راز مجھ سے بیان فرما دیں۔ تاکہ اندر ہی اندر گھٹ کر تکلیف نہ ہو۔

میں بات کر رہا تھا اور وہ بڈھا فقیر میری طرف حیرت و استعجاب کی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اسکا سبب مجھے معلوم تھا۔ بات یہ ہے کہ جاپان کے آداب مجلسی اور تکلفات گفت و شنید سے باہر والے پوری طرح واقف نہیں ہوتے۔ اب جو میں نے اس بڈھے فقیر سے یکا یک اظہار ہمدردی کیا تو

اس سے اسکے حسیات کو ایک ضرب لگی۔ حالانکہ اس نے اس کا کوئی اظہار نہیں کیا۔ اس نے جھک کر آداب عرض کیا اور میری "عنایت" کا شکریہ ادا کیا۔

گر بعد میں جب میں نے بہت زیادہ زور دیا تو اس نے بیان کیا کہ اسکے بعض عزیز اس وقت سخت تکلیف میں ہیں وہ مجھ سے یہ بھی کہنے لگا کہ آپ خواہ مخواہ کسی کے معاملہ میں پڑکر خود کو کیوں تکلیف دیتے ہیں۔ اس نے مجھ سے منت سماجت کہا کہ میں اپنے گھر چلا جاؤں اور اس کو اس کے حال پر چھوڑ دوں۔ لیکن جوں جوں وہ شخص میرے چلے جانیکا تقاضا کرتا اسیقدر میں اس کا رنج و ملال معلوم کرنے پر بہت زیادہ مصر ہوتا تھا۔ بالآخر جب میں نے اس پر بہت زیادہ زور دیا تو اسنے اپنا راز بیاں کر ہی دیا۔

بات یہ تھی کہ اسکا ایک بھائی تھا جو اس سے بیس برس چھوٹا تھا۔ اسپر کوئی افتاد پڑی جس کی وجہ سے وہ تباہ و برباد ہو گیا۔ اور اسکا مال بال قرضہ میں بندھ گیا۔ اس چھوٹے بھائی کی سب سے چھوٹی ایک لڑکی نہایت خوبصورت تھی۔ جسکی عمر سولہ سال تھی۔ اور اس لڑکی کو بڈھے فقیر نے پالا پرورش کیا تھا اور وہ اسکو جان سے زیادہ عزیز تھی۔ وہ اپنی اس عزیز بھتیجی کا مستقبل بہت روشن سمجھتا تھا اور سچ تو یہ ہے کہ وہ خدا سے اس لڑکی کیلئے ہمیشہ دعا مانگا کرتا تھا۔ مگر اب اسکی تمام امیدیں خاک میں مل گئی تھیں۔ اسکا چھوٹا بھائی اسوقت سقدر مالی مشکلات میں مبتلا تھا کہ اب وہ اپنا قرضہ ادا کرنے کے لیے اپنی اس حسین بچی کو چند سال کے لیے ایک شخص کے ہاتھ فروخت کرنیوالا تھا جو ایک قحبہ خانہ کا مالک تھا۔

یہ تھی وہ داستان الم جس کی وجہ سے بڈھا فقیر رنج و غم میں مبتلا ہو رہا تھا

اس نے یہ واقعات نہایت ٹوٹی پھوٹی زبان میں بیان کئے کیونکہ فرط رنج و
غم کے باعث اُسکی زبان الفاظ ادا کرنے سے قاصر ہو رہی تھی۔

اول اول تو مجھے یقین نہ آیا کہ اس قسم کی قابل شرم خرید و فروخت جاپان میں
ہو سکتی ہے لیکن جب بڈھے فقیر نے مجھے بتایا کہ اس قسم کی کارروائیاں از روئے
قانون جائز اور جاپان میں بہت عام ہیں تو میں حیرت زدہ ہو کر اس کی صورت
کو تکتا رہ گیا۔ مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ جاپان میں عموماً بہترین حسن و جمال کی مالک
لڑکیاں اس طرح خود کو فروخت کر دیتی ہیں تاکہ اپنے والدین کی مالی مشکلات کو رفع
کریں۔ میں اب تک یہی سمجھے ہوئے تھا کہ طلوع آفتاب کی سرزمین میں ہر چیز بلحاظ
خوبی مکمل ہے مگر اب معلوم ہوا کہ خوبصورت پھولوں میں کانٹے بھی ہوتے ہیں۔

یہ واقعہ سُننے کے بعد ہم دونوں تھوڑی دیر تک خاموش رہے بعد ازاں
میں نے مہر سکوت کو اسطرح توڑا۔

میں:۔ کیا مجھے بتا سکتے ہیں کہ وہ ایسی کتنی بھاری رقم ہے جس کے لیے ایک پاکدامن
دوشیزہ اپنی انمول عصمت کی اس طرح قربانی کر رہی ہے۔

فقیر:۔ سات ہزار سین (سین ایک جاپانی سکہ ہے)

بظاہر تو یہ "سات ہزار سین" کی رقم بہت بڑی معلوم ہوتی ہے۔ لیکن
جب میں نے حساب لگایا تو معلوم ہوا کہ انگریزی سکوں کے حساب سے اس
کی رقم صرف پندرہ پونڈ ہوتی ہے۔ آہ اسقدر حقیر و ذلیل رقم کے بالعوض ایک
بھولی بھالی لڑکی کی عصمت فروخت کی جاتی ہے۔

میں:۔ میرے نزدیک تو یہ کوئی بڑی بھاری رقم نہیں ہے۔ کیا آپکے دوستوں
میں کوئی شخص بھی ایسا نہیں ہے جو اتنی حقیر رقم دیسکے؟

فقیر:۔ (مایوسانہ لہجے میں) افسوس کوئی نہیں۔ ہم لوگ بہت غریب آدمی ہیں

ہمارے نزدیک یہ بہت بڑی رقم ہے۔
میں:۔ لیکن آپ نے مجھ سے اپنی اس جان پہچان والی لڑکی کا ذکر کیا تھا
جو پہاڑ کے دامن میں رہتی ہے۔ وہ تو آپ پر بیحد مہربان ہے۔ کیا ایسے آڑے
وقت میں وہ آپ کی مدد نہیں کر سکتی؟۔
یہ گفتگو میں نے اس بے غرضانہ طریقہ سے کی گویا مجھے اونیتو سے کوئی تعلق
خاطر نہیں ہے اور میں اس سے قطعی اجنبی ہوں۔ میرے سوال کا جواب فقیر نے
یوں دیا:۔
فقیر:۔ اونیتو کو میرے تفکرات کا حال معلوم ہے۔ اور واقعی وہ بھی ہماری
وجہ سے بیحد ملول و غمگین ہے۔ مگر اس بیچاری کے پاس اپنی ذاتی ملکیت کی ایک
پھوٹی کوڑی بھی نہیں ہے۔ اور اسکے سوتیلے بھائی ہماری لڑکی کی جان بچانے
کے لئے ہرگز سات ہزار سین نہیں دیں گے۔ الغرض میں ہر طرف سے مایوس
ہوں۔ اب جو کچھ مسرت مجھے اس پیاری لڑکی کی وجہ سے نصیب ہو جایا کرتی تھی
افسوس وہ بھی جاتی رہے گی۔ بہر حال میں ایسی باتوں سے آپ کے دل کو کیوں ملول
کروں۔ بس اب اس بات کا خیال اپنے دل سے چھوڑ دیجئے۔ میرا بھی ان باتوں
سے دل گھبرا گیا ہے۔ میں بوڑھا آدمی ہوں نروان (روحانی نجات) کا دن قریب
ہے۔ اسکے بعد زندگی کی ابدی مصیبتوں سے ہمیشہ کے لیے نجات مل جائے گی۔
میں:۔ نہیں استاد! ایسا نہ کہیے۔ اگرچہ میں کوئی دولتمند آدمی نہیں ہوں لیکن
ان سات ہزار سین کی وجہ سے میں تباہ نہیں ہو سکتا۔ اس قدر حقیر پیشکش سے
میں الٹا آپ کا مقروض ہو جاؤں گا کیونکہ ایک نیکی کرنے سے انسان کو جو طمانیت
قلبی حاصل ہوتی ہے۔ اسکا معاوضہ کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ اسلئے اس خود غرضانہ
کام پر آپ میرا شکریہ ہرگز ادا نہ کریں۔ کیونکہ میں یہ جو کچھ کر رہا ہوں وہ سب اپنے لئے

کر رہا ہوں - بلکہ مجھے اسکا بہت زیادہ معاوضہ ملجائے گا -

اس طرح کچھ ہنسی اور سنجیدگی میں باتیں کر کے میں نے اپنی حقیر امداد کی بہت کچھ تکبیر کر دی - اسوقت اتفاق سے میرے پاس زیادہ روپیہ موجود بھی نہیں تھا - ورنہ میں اسکے دینے سے کبھی دریغ نہ کرتا - الغرض میں نے پندرہ پونڈ کے نوٹ فقیر کے حوالے کر دئے - اور قبل اس کے کہ وہ اپنی حیرت رفع کرے میں قدم بڑھا کر باغ سے نکل گیا -

میرا دل یہ نیک کام کرنے پر باغ باغ ہو رہا تھا - اسلئے میں جلد جلد زینہ کی سیڑھیوں سے اترا - میرا دل اسوقت بیحد مطمئن تھا - اگر میری اس کاروائی کی خبر ونیشو کو نہ ہوتی تو کوئی پروا نہیں لیکن میں نے ایک ذرا سا ایثار کرنیکا موقعہ ہاتھ سے نہیں جانے دیا -

لیکن اسی کے ساتھ مجھے یہ بھی خیال تھا کہ بڈھا فقیر یہ واقعہ ونیشو سے خود بیان کرے گا - اور اگر ایسا ہوا تو ضرور اس غارتگر دین و ایماں کو مجھ سے کچھ نہ کچھ دلچسپی پیدا ہو جائے گی - اور ممکن ہے کہ آئندہ وہ مجھے ایک ناخواندہ اجنبی نہ سمجھے اور خوب کام کی ابتدا اس طرح ہو گی اسکا انجام کسقدر عمدہ ہو گا - الغرض میرے خیال میں کوئی بات ناممکن نہ تھی -

باب ساتواں

پہلی ملاقات

ہر مرتبہ جب میں اس مکان کے پاس سے گذرتا تھا جو پہاڑی کے دامن

اس واقعہ تھا میں ہمیشہ نظر شوق سے اس کی طرف دیکھتا تھا۔ لیکن کبھی ایسا نہ
ہوا کہ میری آنکھیں اوتیتسو کی آنکھوں سے چار ہوتیں۔ بلکہ اس کی جھلک تک دیکھنا
بھی نصیب نہ ہوا۔

میرے دل میں اندیشہ پیدا ہوا کہ شاید اب اس مکان میں نہیں رہتی۔ اور
کہیں کالے کوسوں چلی گئی ہے۔ دوسرے دن صبح کو بھی میں جب دیدار یار
سے محروم رہا تو میں نہایت سُست قدموں سے مندر کے زینہ پر چڑھا ستم
یہ تھا کہ جس دن میں پہلے روز باغ میں گیا تھا اس روز سے کیوتی نے بھی
اس آفت جان کے متعلق کوئی ذکر نہیں کیا تھا۔ اور میں خود اس کی نسبت
دریافت کرنے سے اسلئے ہچکچاتا تھا کہ راز فاش نہ ہو جائے۔

جب میں مندر کے سامنے پہونچا تو بڈھے فقیر کا خلیق اور شگفتہ چہرہ نظر
آیا۔ اس نے مجھے دیکھتے ہی سلام کیا۔ اور اسکو دیکھکر میرا دل کسیقدر خوش
اور میرے پاؤں کسیقدر ہلکے ہو گئے۔ اگر امید کی دیوی نے سطح زمین پر
رہنا چھوڑ دیا تھا تو میرے نزدیک پہاڑی کے مندر میں اسکا استھان موجود
تھا۔ جس کے سامنے چیری کے خوشبو دار اور خوبصورت پھولوں نے زمین
پر خوبصورت قالین بچھا رکھا تھا۔

آج بڈھے فقیر نے سبق شروع کرنے میں کوئی جلدی نہیں کی۔ آج
اسکا دل کسیقدر امنگوں پر تھا اور بے تعلق باتوں پر گفتگو کرتا تھا۔ اسی
اثنا میں اس نے یکایک مجھ سے دریافت کیا کہ اگر میں چاہوں تو مندر
کے اندر داخل ہو کر سیر کر سکتا ہوں کیونکہ میں نے ابھی تک مندر کو اندر
سے نہیں دیکھا تھا۔ میں نے ویسے ہی عذر کر دیا لیکن اسکے بعد ہی میرے
دل نے کہا کہ اس مرتبہ فقیر کا کہنا ماننے سے انکار کر دینا مناسب نہیں۔

اسلیے جب اُنسے دوبارہ اصرار کیا تو میں نے بخوشی خاطر مندر کی سیر منظور کر لی۔
ہم دونوں اُس پرانے مندر کی طرف راہی ہوئے۔ جس پر کائی جمی ہوئی تھی
اور جب میں مندر کے دروازہ پر اس چوبی زینہ کے پاس رکا جس میں۔ تین
سیڑھیاں تھیں تو میں نے وہاں خوبصورت کھڑاؤں کا ایک جوڑا رکھا دیکھا
جاپانی زبان میں "اچیتا" کہتے ہیں۔ اور جو جاپان کی عورتیں عموماً پہنتی ہیں۔
یہ کھڑاؤں سب سے اوپر والی سیڑھی پر رکھی ہوئی تھیں۔

ان کھڑاؤں کو دیکھکر مجھے کچھ۔ حیرت بھی ہوئی اور خوشی بھی۔ میرے چہرے
پر خفیف سی سرخی بھی دوڑ گئی۔ جسے میں نے سر جھکا کر نیچے چھپا لیا۔ اور اپنے
جوتہ کا فیتہ کھولنے لگا۔ کیوزی نے آگے بڑھکر مندر کا دروازہ کسی قدر کھولا
اور ہم دونوں اندر داخل ہوگئے۔ جب ہم مندر سے باہر تھے تو ہم نے مندر سے
کچھ گانے بجانے کی آواز سنی تھی۔ اب مجھے معلوم ہوا کہ مندر میں مورتی کے
سامنے بیٹھی ہوئی ایک عورت نہایت خوش الحانی سے مصروف مناجات
ہے۔ اور رباب کے تاروں پر جو وہ ہاتھی دانت کے زخمہ سے بجاتی ہے لمبی
لمبی خوش آہند تانیں لے رہی ہے لیکن چونکہ ہم روشنی سے اندھیرے میں آگئے
تھے اسلیے آنکھوں سے دفعتاً وہ عورت نظر نہ آسکی۔ اسلیے میں کچھ فاصلہ پر
کھڑا ہو گیا اور گانا بجانا سنتا رہا۔ اگرچہ اس گانے کا ایک لفظ بھی میری سمجھ
میں نہیں آتا تھا مگر وہ اسقدر عمدہ اور خوش آہند تھا اور رابی کے ساتھ اسقدر
رقت انگیز کہ میں گانیوالی کے پاس جاتا ہوا شرمایا۔ بلکہ مناسب سمجھا کہ
پیچھے ہٹ آؤں۔ لیکن میں اسوقت اسقدر بے بس تھا کہ کچھ بھی نہیں کر سکتا
تھا۔ اور اب چونکہ میری آنکھیں اندھیرے میں دیکھنے کی عادی ہوگئی تھیں اسلیے
میں نے دیکھا کہ ایک عورت کچھ فاصلہ پر قربانگاہ پر بودھ کی مورتی کے

ینے دوزانو بیٹھی ہوئی ہے۔ مندر کے اندر کی ہوا ایک قسم کی خوشگوار
شبو سے معطر تھی۔ میرے تین طرف گلاب۔ کنول اور دیگر پھولوں کے
ے بڑے کاغذی گلدستے سجے ہوئے تھے۔
اگرچہ میری خواہش نہیں تھی مگر میرے پاؤں خود بخود آہستہ آہستہ اس
ف اٹھے جاتے تھے جہاں وہ عورت دوزانو بیٹھی ہوئی گا رہی تھی
ں کہ میں اسی طرح سرکتے سرکتے اس عورت سے تقریباً ایک گز کے فاصلہ
جا کھڑا ہوا۔ میں اسقدر قریب پہونچ گیا تھا کہ اگر میں ہاتھ بڑھاتا تو
س عورت کے بالوں کو چھو سکتا تھا۔ مگر میں وہیں کھڑا رہ گیا جہاں اسکا نغمہ
میرے لیے فردوس گوش بنا ہوا تھا۔ اور سچ تو یہ ہے کہ میں اس کے
نے میں اسقدر محو ہو گیا تھا کہ اگر وہ عورت تا قیامت گاتی رہتی تو
بھی میں وہیں کھڑا سنتا رہتا۔
مجھے یہ یاد نہیں کہ میں اسکا گانا کب تک سنتا رہا۔ لیکن بالآخر گانیکی
از اس تاریک مندر کے پراسرار سکوت میں ملکر خاموش ہو گئی۔ اور
عورت تھوڑی دیر خاموش دعا مانگنے کے بعد کانپتی ہوئی اٹھی۔ اسکے
وں لڑکھڑا رہے تھے اور وہ ایک ہاتھ سے اسطرح ادھر ادھر ٹٹولنے لگی
یا کسی چیز کا سہارا ڈھونڈھتی ہے۔
میں فوراً جرأت کر کے بلا پس و پیش آگے بڑھا اور وہ چھوٹا سا
بصورت ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھام لیا۔ اور ہاتھ پکڑ کر اسے دروازہ کی
رف لے آیا۔ میں نے دوسرے ہاتھ سے دروازہ کا پٹ ہٹایا اور
ھیری سے اس عورت کو کھلی ہوا اور روشنی میں لے آیا۔ ہمارے روشنی
ں پہونچتے ہی اسنے فوراً اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں سے نکال لیا۔ آہ جبکا

مجھے خیال تھا یہ وہی عورت تھی یعنی میرے جان و دل کی مالکہ اوتینتو!

اس نے سنجیدہ نظروں سے میری طرف دیکھا اور چینی زبان میں کہا

اوتینتو :- میں اس بات کی ہزار بار معافی مانگتی ہوں کہ میں نے اپنا ذلیل ہاتھ آپ کے ہاتھ میں دیا۔ سمندر کی تاریکی میں میرا خیال ہوا تھا کہ یہ بڈھے پجاری کا ہاتھ ہے۔

میں :- مجھے بڈھے کیوتو ہی کی قسمت پر رشک آتا ہے کہ اسے آپ کی خدمت میں نیاز حاصل ہونے کا شرف تو حاصل ہے۔

اس وقت وہ میری طرف دیکھ رہی تھی۔ لیکن جوں ہی میں نے مندرجہ بالا الفاظ کہے اُس نے میری طرف سے اپنا منہ پھیر لیا۔ اسوقت شرم و حیا سے اس کے خوبصورت رخساروں پر کسی قدر سرخی نمودار ہوگئی تھی۔ چونکہ اسکی کھڑاؤں کھلی ہوئی تھیں اسلئے اسنے باسانی تمام ان میں پاؤں ڈال لیا۔ مگر مجھے سیڑھی پر بیٹھکر جوتہ پہننا پڑا جو اس وقت مجھے سخت ناگوار گذرا۔

جوتہ پہننے کے بعد جب میں نے باغ میں ادھر اُدھر نظریں دوڑائیں تو میں یہ دیکھ کر حیران ہوا کہ اسوقت ہم دونوں تنہا ہیں۔ بڈھے فقیر نے بہت چالاکی سے ہم دونوں کی ملاقات کرادی۔ اوتینتو نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈالکر دیکھا اور کہا۔

اوتینتو :- افسوس ہے کہ اس وقت وہ بڈھا پجاری کہیں نظر نہیں آتا۔ آپ صبر کے ساتھ باغ میں اسکا انتظار کریں۔ وہ کسی شخص سے خواہ وہ کتنا ہی غریب ہو کبھی انتظار نہیں کراتا۔

ہم دونوں چیری کے درختوں میں برابر برابر ہو کر چہل قدمی کرنے لگے

اور میں نے آہستہ سے عرض کیا۔

میں :۔ وہ بحد اچھا آدمی ہے۔ اور اُس نے مجھ پر اسقدر عظیم احسان کیا ہے کہ میں اس کا بدلہ نہیں اُتار سکتا۔

اسوقت کی میری گھبراہٹ اس پر خوب ظاہر تھی۔ لیکن اگر اسکے دل میں بھی یہی کیفیت تھی تو اس نے اسکا اظہار نہیں ہونے دیا۔

"میں چونکہ آپ کے ملک میں اجنبی ہوں" میں نے کہا "اس لئے افسوس ہے کہ میں آپ لوگوں کے طرز معاشرت اور حسن آداب سے واقف نہیں ہوں۔ اور میں ڈرتا ہوں کہ کہیں بغیر جانے بوجھے میری زبان سے کوئی ایسا لفظ نہ نکل جائے یا مجھ سے کوئی ایسی حرکت صادر نہ ہو جس سے آپ ناخوش ہو جائیں۔ اسلئے میں بصد ادب آپ سے عرض کرتا ہوں کہ میری طرف سے کوئی ایسی بات ہو تو آپ اسے ازراہ عنایت معاف فرمائینگی"!

لیتسو :۔ بڑی خوشی سے۔ مگر مجھے بھی اندیشہ ہے کہ میں ایک جاہل اور نادان عورت ہوں اس لئے بہت ممکن ہے کہ میں آپ کی بات سمجھنے سے قاصر رہوں۔ جس طرح آپ ہمارے رسم و رواج سے واقف نہیں اسی طرح میں بھی آپ کے رسم و رواج سے آگاہ نہیں ہوں۔ لہذا اگر مجھسے کوئی بیوقوفی سرزد ہو تو آپ بھی ازراہ عنایت معاف فرمائیں۔ آپ کی جماعت پڑھی لکھی اور عالم فاضل ہوتی ہوں گی اور میں بالکل ان پڑھ اور جاہل عورت ہوں میں اپنے یہاں کے میگزینوں میں مغربی عورتوں کے حالات اکثر پڑھتی ہوں ان کے طور و طریق ہم لوگوں سے قطعی جدا ہیں۔

میں :- اچھا تو آپ پڑھنا لکھنا بھی جانتی ہیں؟

اوتیلیسو :- کیوں نہیں۔ آخر ہم اپنا وقت کیونکر کاٹتے ہیں۔

میں :- میں تو یہ سمجھتا تھا کہ تم حسن کی دیوی ہو۔ ایسی جیسے کہ یہ ہمارے سر دا
پر چیری کے پھول ہیں۔ اور ان میں روح ہو۔

اوتیلیسو :- اور مجھ میں عورت کی کوئی بات نہ ہوتی۔

اگرچہ وہ یہ کہکر مسکرا دی مگر اسکے لب و لہجہ سے کچھ دلشکنی ٹپکتی تھی۔

میں :- نہیں نہیں! ایک کامل عورت کی خصوصیات بھی ہوتیں۔

مگر حقیقت یہ ہے کہ میں اسکو عورت سمجھ کر اس سے محبت نہیں کرتا تھا
بلکہ ایک دیوی سمجھکر اس کی پرستش کرتا تھا۔ میرا یہ جواب سنکر اُس کے
چہرہ پر پھر رونق آگئی۔

میں :- اگر میں انگریز ہوتا اور ہم دونوں انگلستان میں ہوتے تو میں آپ
آپ کا رباب اٹھا کر ساتھ لے چلنے کی اجازت طلب کرتا۔

اوتیلیسو :- مگر اب چونکہ ہم جاپان میں ہیں اسلئے اگر میں ایسا کرنے کی آپ
اجازت دیتی تو آپ کی توہین کرتی۔ لہذا میں اپنا رباب خود لئے چلتی ہو

میں :- تو آپ یہ رباب گھاس پر رکھ دیجئے اور یہاں تھوڑی دیر بیچ
بیٹھ کر بات چیت کیجئے۔ اس طرح ہم دونوں کی مشکل رفع ہو جائے گی۔

اوتیلیسو :- آپ ایک دولتمند آدمی ہیں۔ اور اسی کے ساتھ بفضلہ تعالی فیا
بھی ہیں۔ میں نے وہ حال سنا ہے کہ آپ نے جو ایک قطعی اجنبی شخص ہیں
کسطرح بڈھے فقیر کی عزیز بھتیجی کے ساتھ سلوک کیا۔ وہ لڑکی میری بہت
پیاری گوئیاں ہے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ جو احسان عظیم آپ نے کیا ہے اس کا
میں کوئی اندازہ نہیں کر سکتی۔ لیکن اتنی بات ضرور کہوں گی کہ آپ نے یہ احسا

اس بڈھے فقیر یا اسکی بھتیجی پر نہیں کیا بلکہ مجھ پر کیا ہے۔ بہرحال خواہ میں کتنی ہی حقیر عورت ہوں۔ مگر میں اور وہ دونوں آپ کے بار احسان سے دبے جاتے ہیں اور کسی طرح بھی کافی شکریہ ادا نہیں کر سکتے۔ ہم جبتک زندہ رہیں گے آپکے احسان سے ہرگز سُبکدوش نہ ہو سکیں گے۔

اسکے الفاظ میرے کانوں تک پہونچے۔ اور انہوں نے کشت دل پر وہی کام کیا جو باران رحمت کا چھینٹا خشک کھیت پر کیا کرتا ہے۔ یہ الفاظ شکر میرے دل کی مسرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ اور جب وہ اپنی بات ختم کر چکی تو مجھے اسکا جواب دینے میں دقت پیش آئی۔ اسکے الفاظ کے ترنم سے میرے کان لطف اندوز ہو رہے تھے۔ اور میں یہ چاہتا تھا کہ خاموش بیٹھا اسکی باتیں سنے جاؤں۔

لیکن چونکہ وہ میری شان میں تعریف کے الفاظ استعمال کر چکی تھی اور میں اپنی عاجزی دکھانا چاہتا تھا اسلئے ضرور ہوا کہ اسکی باتوں کا جواب دیا جائے میں :- آپ مجھے ایک دولتمند آدمی کہتی ہیں۔ لیکن میں خود کو ایسا خیال نہیں کرتا۔ مجھے صرف اسقدر معلوم ہے کہ میں مشکلات سے نہیں گھبراتا۔ اور اگر یہ دیکھونگا کہ کوئی کام کرنے کے قابل ہے تو میں اسکے لئے جد و جہد کرنے میں ہرگز دریغ نہ کرونگا۔

ارتینیو :- (مسکراتے ہوئے میری آنکھوں سے آنکھیں ملا کر) لیکن اگر آپ کے دل میں بہت زیادہ خطرہ ہو تو آپ کیا کریں گے۔

میں :- رنجیدگی سے اقربانی کئے بغیر دنیا میں کوئی مقصد حاصل نہیں ہوتا۔

ارتینیو نے اپنا منہ پھیر لیا اور کچھ دیر کے وقفہ کے بعد بولی :-

ارتینیو :- لیکن اگر محض خطرہ سے بھی زیادہ کوئی بات راہ میں حائل ہو یعنی اگر آپ کو موت کا سامنا کرنا پڑے تو کیا اسوقت بھی آپ منہ پھیر کر دوسری طرف

نہ ہو جائیں گے۔

یہ بات اُس نے اپنے سامنے دیکھتے ہوئے باآہستگی کہی۔ اور میں خیال کرتا ہوں کہ اسکی بات کا جواب دینا معمولی بات نہ تھی۔ میں اسوقت کسیقدر ست پڑ گیا ضرور لیکن بالآخر میں نے متانت سے جواب دیا۔

میں :۔ میں منزلِ مقصود سے ہرگز منھ نہ موڑوں گا خواہ راستہ میں کتنا ہی خطرہ حائل ہو۔ اور اگر اس صورت میں میں مر بھی جاؤں تو میں سمجھوں گا کہ مجھے نہایت اچھی موت نصیب ہوئی۔

اوتیتسو :۔ تو اس سے ظاہر ہوا کہ آپ بہادر بھی ہیں۔

میں :۔ آپ اسوقت اس بات کو چھوڑ دیجئے۔ جب کبھی ایسا وقت آئے گا تو خود بخود ثابت ہو جائے گا۔ سمجھیں آپ میری ننھی سی جان۔!

یہ الفاظ سنکر اوتیتسو نے تعجب انگیز نگاہوں سے میری طرف دیکھا اور کہا :۔

اوتیتسو :۔ "ننھی سی جان"! کیا میں ننھی سی بچی ہوں۔ آپ دیکھتے نہیں کہ میں کس قدر کشیدہ قامت جوان عورت ہوں۔ یعنی درحقیقت میں اپنی تمام سہیلیوں سے زیادہ لمبی ہوں۔

میں :۔ یہ سچ ہے۔ میں یہ بات اُسی وقت دیکھ چکا تھا جب میں نے آپ کو دریا پر دیکھا تھا۔ میں نے اسوقت "ننھی" کا لفظ پیاری اور بھولی کے معنی میں استعمال کیا ہے۔

اوتیتسو :۔ اچھا خیر سمجھ لیجئے کہ میں نے آپ کی یہ خطا معاف کی۔ کبھی کبھی آپس میں غلط فہمی ہو جایا کرتی ہے۔ لیکن اس کے کیا معنی کہ میں نے آپ کو دریا پر دیکھا تھا۔

میں :۔ کوئی خاص بات نہیں۔ محض یہ سمجھ لیجئے کہ آستین چڑھائے ہوئے

اور پیٹی کوٹ کا دامن ذرا اٹھائے ہوئے آپ دریا کے ٹاپو میں ادھر ادھر
پھر رہی تھیں۔ نہا ہنس رہی تھیں۔

اوتیتسو:۔ میرے نزدیک یہ بات اچھی نہیں معلوم ہوتی کہ جو بات میں چاہتی
ہوں کہ آپ بھول جائیں وہی بات آپ یاد رکھتے ہیں۔

میں:۔ اگر مجھے آپ کوئی اور بات کرنے کا حکم دیں تو میں فوراً تعمیل ارشاد
کروں گا۔ لیکن آپ کی وہ تصویر جب میں نے آپ کو سفید چمکدار کوٹ پہنے۔
آستینیں چڑھائے اور سرخ ریشمی پیٹی کوٹ کا دامن اٹھائے پانی میں پھرتے
دیکھا تھا۔ وہ تصویر میرے دل سے جیتے جی نہیں نکل سکتی۔

اوتیتسو میرے پاس سے کسی قدر گھبرا کر بعجلت تمام اٹھی اور کہنے لگی کہ میں بھی
بھول گئی کہ اتنا وقت کس طرح گذر گیا۔ میں نے اسکا اسباب ہاتھ میں اٹھا لیا اور
اسکے ساتھ ساتھ چلنے لگا اور ہم دونوں خاموشی کے ساتھ زینہ تک پہونچے رخصت
ہونے سے قبل ہم دونوں کسقدر پریشان ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے دونوں
نہیں جانتے تھے کہ رسم رخصت کیونکر ادا کی جائے اسوقت نہ معلوم اوتیتسو
کے دل میں کیا خیال آیا کہ اُسنے اپنا ہاتھ بڑھا کر کہا:۔

اوتیتسو:۔ اگر ہم دونوں انگریز ہوتے تو میں آپ کو اپنا ہاتھ اسطرح دیتی۔

میں نے اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور اپنا سر جھکا کر آہستہ سے اُسکا
ہاتھ چوم کر کہا:۔

میں:۔ اور اگر میں انگریز ہوتا تو میں یہ کرتا۔

میرے خیال میں یہ پہلا بوسہ تھا جو کسی نے اوتیتسو کا لیا ہو۔ اور میں یہ بھی
سمجھتا ہوں کہ میری اس حرکت سے اس کے دل کو سخت صدمہ گذرا کیونکہ اُسنے

اپنا ہاتھ فوراً ہٹا لیا - اسکے بعد ہی اس نے اپنی کھڑاؤں پہنیں اور اس بری طرح زینہ سے اتر کر بھاگی گویا کوئی شخص اسکو قتل کرنے آرہا ہے - میں دم بخود اس کی طرف دیکھتا رہا - کیونکہ مجھے خوف تھا کہ وہ پاؤں پھسل کر گر نہ پڑے اور میری آنکھوں کے سامنے نذر اجل نہ ہو - لیکن خدا کا شکر ہے کہ وہ بغیر کسی حادثہ کے زینہ کے نیچے تک پہونچ گئی اور میرے دم میں دم آیا - اگر خدانخواستہ اسے اسوقت کسی قسم کا صدمہ پہونچ گیا ہوتا تو میں ہمیشہ شرمندہ رہتا - اس واقعہ نے آئندہ کے لئے میرے کان کھولدئے - یعنی مجھے یہ سبق دیا کہ آئندہ اس قسم کی حماقت کبھی نہ کیجائے -

اس کے بعد میں نہایت اضطراب کے ساتھ بڈھے فقیر کی آمد کا منتظر رہا - کیونکہ میں خود چاہتا تھا کہ وہ آجائے اور میری طرف سے اوتیتسو کے آگے ہاتھ جوڑے اور جو حرکت دست درازی کی مجھ سے سرزد ہوئی ہے اسکی معافی مانگے - کیونکہ میں محسوس کرتا تھا کہ آج اوتیتسو مجھ سے سخت ناخوش ہو گئی ہے -

تھوڑی دیر بعد بڈھا فقیر باغ کے ایک طرف سے نمودار ہوا اور میں نے وہ تمام حال اس سے من وعن بیان کر کے درخواست کی کہ میری طرف سے دست بستہ معافی مانگ دی جائے - لیکن فقیر کی باتوں سے معلوم ہوا کہ یہ کوئی ایسا زیادہ سنگین معاملہ نہیں ہے -

فقیر نے کہا کہ ممکن ہے وہ ناخوش ہو گئی ہو - لیکن یہ ناراضگی کچھ زیادہ عرصہ تک باقی نہ رہے گی - اس نے یہ بھی کہا کہ وہ لڑکی نہایت معقول پسند اور کریم النفس واقع ہوئی ہے - اس لیے جب وہ اس معاملہ پر غور کریگی اور آپ کی اس حرکت کے متعلق اس کی سمجھ میں کوئی معقول سبب آجائیگا تو وہ ضرور معاف کر دے گی - اور اس کا غصہ دو چار گھنٹہ سے زیادہ نہیں رہے گا -

فقیر نے کہا کہ خواہ اونیتو اس معاملہ کو کتنا ہی بڑا سمجھے گر وہ بیچ میں پڑ کر ضرور مصالحت کرادے گا اور جسقدر اثر اس سے ڈالا جائے گا وہ میری طرف سے ضرور ڈالیگا - اس نے کہا کہ آپ نے جو احسان عظیم مجھ پر کیا ہے نہ اس کا معاوضہ دیا جا سکتا ہے نہ وہ فراموش کیا جا سکتا ہے - وہ خوب جانتا تھا کہ جوانوں کے عشق و محبت کے معاملے کیسے ہوا کرتے ہیں - وہ خود بھی کبھی جوان تھا اور محبت بھرا دل رکھتا ہوگا - بہر حال میں نے اپنی آنکھوں سے اس کی باتوں کا شکریہ ادا کیا کیونکہ اس نے اس روز میرے حال پر اسقدر عنایت کی تھی کہ میں اس کا شکریہ ادا کرنے کے لیے اپنے پاس الفاظ نہ پاتا تھا -

باب آٹھواں

تشریف لیجائیے

اس روز رات کو بھے نیند نہ آئی - تمام شب کروٹیں بدلتے گئی - کبھی خیال آتا تھا کہ اوتجتو سے کس طرح ملاقات ہوئی - اسکا گلا کسقدر سریلا ہے - وہ کس قدر پیاری لگاتی ہے - اس نے کسقدر پیاری پیاری باتیں کیں - آہ مجھ سے کیا حماقت ہوگئی کہ میں نے اسکا ہاتھ چوم لیا - اگر اس نے معاف نہ کیا تو کیا ہوگا - الغرض اسی قسم کے خیالات تھے جو رہ رہ کر میرے دل میں رات بھر آتے رہے - اور دوسرے دن صبح کو جب میں سندر کی طرف روانہ ہوا تو میرا دل عجب قسم کے امید و بیم سے بھرا ہوا تھا -

جب میں اس باغ میں داخل ہوا تو میرا دل مختلف قسم کے خیالات سے معمور تھا - آج بھی چیری کے درختوں کا پھول بھرا تختہ موجود تھا مگر آج جمالیات سے

لطف اندوز ہونے کے قابل میری آنکھیں ہی نہیں تھیں۔ اگر رات بھر
میں ان درختوں کے پھولوں کی تمام شگفتگی افسردگی سے مبدل ہو جاتی تو بھی مجھے
کوئی فرق نظر نہ آتا۔ میرے تمام خیالات کا مرکز اسوقت وہ بڈھا فقیر اور اوتیتسو تھے۔
بالآخر بڈھا فقیر مجھے نظر پڑ گیا۔ اور جب میں اسکے پاس گیا تو اُس نے
اسقدر جھک کر ایک "زمیں دوز" سلام مجھے کیا کہ کبھی آجتک نہ کیا تھا۔ اور آج
اسکے چہرہ پر خلاف معمول متانت اور کسیقدر حزن و ملال بھی برس رہا تھا۔ میں
فقیر کی صورت دیکھتے ہی فوراً سمجھ گیا کہ آج خیریت نہیں ہے۔ میں نے ضبط
سے کام لیا اور اپنے دل کی حالت کا اس پر اظہار نہ ہونے دیا اور اس کے منہ سے
خبر بد سننے کو تیار ہو گیا۔

میں حسب معمول خاموشی کے ساتھ اپنی جگہ بنچ پر بیٹھ گیا۔ اور اس انتظار
میں رہا کہ خود کیوڑی کوئی بات چھیڑے لیکن بجائے اس کے کہ وہ کوئی بات
زبان سے نکالے وہ میرے سامنے کسی خیال میں مستغرق دو چار مرتبہ ادھر سے
اودھر اور اُدھر سے ادھر پھرتا رہا۔ اس کے بعد وہ دفعتاً رُکا۔ اور اس نے اپنا
ہاتھ میرے شانے پر بملائمت رکھا اور یوں ہمکلام ہوا۔

فقیر:- نوجوان حسن علی ہمارے جزیرہ میں بہت سے دلچسپ خوابصورت
اور مشہور مقامات ہیں جہاں کی سیر کرنے باہر کے لوگ بہت جاتے ہیں۔ آپ
بھی انہی کی طرح کیجئے۔ اور اپنا دل دیگر مشاغل میں بہلائیے۔ اور اس پرانا
کہنڈر، سندر راور ایک مہربان دل نیم لڑکی کو جو اس پہاڑی کے دامن میں
رہتی ہے قطعی بھول جائیے۔

میں نے ہاتھ کے اشارہ سے اُسے اپنے پاس بیٹھنے کو کہا اور جب وہ
بیٹھ گیا تو میں نے اپنے دل پر کسیقدر قابو حاصل کر کے عرض کیا۔

میں :۔ میرے مہربان اُستاد! تم نے مجھ سے اس قسم کی باتیں کُل بالکل نہیں کی تھیں۔ بلکہ آپ نے یہاں تک زحمت اٹھائی تھی کہ اوتینتسو اور مجھ میں باہم ملاقات کرا دی تھی۔ اب میں آپ سے التجا کرتا ہوں کہ آپ خدا کے لیے مجھ سے بالکل صاف صاف اور دل کھول کر باتیں کیجئے۔ اور یہ بتائیے کہ آج آپ کے خیالات کس قسم کے ہیں۔ اور یہ بھی فرمائیے کہ آپ کے خیالات سابقہ میں کیوں تغیر واقع ہو گیا ہے۔

فقیر :۔ میں ضرور ایسا کرنے کی کوشش کروں گا۔ میں جانتا تھا کہ اوتینتسو پر آپ کی طبیعت آئی ہوئی ہے۔ اور وہ بھی اکثر میرے غیر ملکی شاگرد کے متعلق باتیں دریافت کیا کرتی تھی۔ یہی باعث تھا کہ میں نے آپ دونوں کی ملاقات کا ڈھنگ نکالا۔ میں نے یہ سوچا تھا کہ اس ملاقات سے دونوں کو خوشی حاصل ہو گی اور کوئی نقصان نہ ہو گا۔ اور اگر میرے باغ میں ہی کبھی کبھی آپ دونوں کی بات چیت ہو جایا کرتی تو اس سے یہ فائدہ ہوتا کہ آپ ایک جاپانی لڑکی سے واقف ہو جاتے اور اسطرح اسے ایک ہندوستانی سے تبادلہ خیالات کا موقع مل جاتا جو کسی دوسری صورت میں ہرگز نہ ہو سکتا تھا۔ لیکن اب مجھے معلوم ہوا کہ آپ کی طبیعت اور اسکا شوق حد سے زیادہ گذر گئے ہیں۔ حالانکہ مجھے اتنا خیال پہلے نہیں تھا۔ اس لیے جو تجویز میں نے سوچی تھی وہ ناکارہ ثابت ہوئی۔

میں :۔ کیا اوتینتسو سے آپ کی ملاقات ہوئی۔؟

فقیر :۔ ہاں وہ آج علی الصباح مجھ سے ملنے آئی۔ رات بھر ایسی بےچینی سے کٹی۔

میں :۔ کیا اس نے میری نسبت کچھ کہا ہے :۔

فقیر :- ہاں وہ ایک خط میں جو میں آپ کو دیتا ہوں آپ کو ایک الوداعی پیغام دے گئی ہے۔

بات کرتے کرتے اُس نے ایک سفید لفافہ نکالا اور میرے حوالے کر دیا۔ لفافہ پر کوئی بات تحریر نہ تھی۔ اور اس کے بعد اُس نے شفقت کے ساتھ کہا :-

"مجھے اسوقت ایک ذاتی کام درپیش ہے۔ میں تھوڑی دیر کے لئے جانا چاہتا ہوں۔ کیا جبتک میں واپس آؤں آپ میرا انتظار فرمائیں گے۔ مجھے چنداں زیادہ عرصہ نہ لگیگا"

میں :- میں ضرور آپ کا انتظار کروں گا۔

فقیر :- یہ صحیح وعدہ ہے نا۔

میں :- بالکل صحیح وعدہ۔

جب کموری چلا گیا تو میں وہ خط ہاتھ میں لئے چند منٹ تک بیٹھا رہا۔ وہ خط کھولتے ہوئے میرا دل ڈرتا تھا۔ بہرحال چونکہ جو کچھ اس میں درج تھا اب ایسی کوئی خبر واقع نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لئے میں نے وہ لفافہ چاک کیا۔ جس کے اندر سے باریک کاغذ کا ایک ٹکڑا برآمد ہوا جس پر چینی زبان میں عبارت درج تھی۔ میں چینی زبان بول اور سمجھ تو لیتا ہی تھا مگر اسکے چیدہ طلقی حروف مجھ سے آسانی نہیں پڑھے جاتے تھے۔ بہرحال میں نے بدقت تمام اس تحریر کا یہ مطلب نکالا۔

"اے شخص گمنام! جو میری راہ میں اس پُراسرار طریقہ سے پڑا میں چند الوداعی الفاظ تیرے نام لکھ رہی ہوں۔ کل ہم دونوں کی ملاقات ہوئی اور ہم مندر کے خوبصورت باغ میں دونوں باتیں کرتے رہے۔ اور حیرت کی بات یہ ہے کہ جو کچھ ہم دونوں سمجھتے تھے وہ الفاظ ہمارے منہ

نہیں نکلتے تھے بلکہ ہمارے دلوں کی اندرونی گہرائیوں سے نکلتے تھے اور
یہ وہ باتیں تھیں جو معمولی انسان فانی کے لیئے خطرناک ہیں۔ کیونکہ انسان کو
دوسروں کا تابع رہنا پڑتا ہے۔ اور انہیں اپنی زندگی پر خود کوئی اختیار
نہیں ہوتا۔ پس اے شخص میں بصدق دل تجھسے التجا کرتی ہوں کہ تو اپنی نوکی
کو پہاڑی والے مندر سے ہمیشہ کے لیے ہٹا لیجا۔ اور اسکا خیال اس حقیر کو
میں نہ آنے دے جو پہاڑی کے دامن میں واقع ہے۔ اے شخص میں پھر تجھسے
دوزانو ہوکر دست بستہ التجا کرتی ہوں کہ تو ایک احمق اور بیوقوف لڑکی کو
اپنے دل سے بالکل فراموش کردے جسنے تیرے چہرہ کی طرف آنکھیں اٹھا کر
دیکھنے کی جسارت کی۔ اور اگر تجھ سے یہ بات ممکن نہ ہو تو اس کا خیال اپنے
دل میں بالکل اسی طرح رکھ جیسے کہ ہم لوگ مردوں کو یاد رکھتے ہیں۔ جو
گھاس کے نیچے زیر زمیں دفن ہیں۔ میں جانتی ہوں کہ میری حقیر ذات
کے لیئے تو نے اپنے بہت سے بیش قیمت گھنٹے ضائع کئے ہیں۔ چونکہ
میں اسوقت کا معاوضہ دینے کی قابلیت نہیں رکھتی اسلیئے تو مجھ سے
ناخوش نہ ہونا۔ میرے سر پر اے گمنام شخص تیرا اسقدر بڑا احسان ہے
جیسے پہاڑ یا سمندر جو تا ابد قائم رہیں گے۔"

یہ کھلا ہوا خط میرے ہاتھ میں تھا اور میرے دل میں ہر قسم کے
خیالات کا ایک تلاطم برپا تھا کبھی ماضی کا خیال آتا تھا کبھی آئندہ کا۔
لیکن اسی اثناء میں میرے اور سورج کے درمیان کوئی چیز حائل ہو کر
سایہ فگن ہوئی اور میں ماضی و مستقبل سے نکلکر حال میں آگیا۔
کیا دیکھتا ہوں کہ وہی مہربان بڈھا فقیر میرے سامنے کھڑا ہوا ہے۔ اور
وہ میرے ہاتھ میں کھلا ہوا خط دیکھکر بولا:۔

فقیر:- کیا آپ نے یہ خط پڑھ لیا ہے؟

میں:- ہاں سمجھ گیا ہوں۔ لیکن بمشکل سمجھ میں آیا ہے۔ اس عنایتنامہ میں مجھ کو خیرباد کہا گیا ہے۔

یہ کہکر میں نے وہ باریک کاغذ لفافہ میں رکھکر بند کردیا اور لفافہ کو باہستگی تمام نہایت پیار سے اپنے کوٹ کی اندرونی جیب میں رکھ لیا۔

فقیر:- ادھیتو نے جو کچھ کیا وہ نہایت دانشمندی سے کیا۔ دوسرے چاند تک آپ اور وہ دونوں اس قابل ہو جائیں گے کہ خوب دل کھول کر ہنسیں وہ خوفناک رسی جو دونوں کے گلے میں پھانسی لگا رہی تھی بالآخر وقت پر ٹوٹ گئی۔ بعض اوقات ایک سیدھی سادھی لڑکی بھی ہم جیسے بڈھوں سے زیادہ دوربینی سے کام لیتی ہے۔ اب بھیا حسن علی آپ یہاں سے رخصت ہونے میں ہرگز دیر نہ کریں۔ اپنی جیب میں کچھ روپیہ ڈالو اور آج ہی سہ پہر کو یہاں سے ٹھنڈے ٹھنڈے رخصت ہو جائیں مقام کمارا میں میرا ایک بھائی رہتا ہے یہی وہ جگہ ہے جہاں کافور کے درختوں کے جھنڈ میں آتسی ([illegible]) کے مقدس دیوتاؤں کے اکثر محلات ہیں۔ ہماری سلطنت میں آجکل اس سے زیادہ خوشنما کوئی موقعہ نہیں ہے بس آپ تشریف لے جائیں اور وہاں کے عجائب وغرائب خود اپنی آنکھ سے دیکھیں۔ میں اپنے بھائی کے نام آپ کو ایک خط دیئے دیتا ہوں۔ وہ آپ کو اسقدر عزت اور محبت سے اپنے پاس رکھے گا۔ جیسے اپنے بیٹے کو۔

میں:- اگر کمارا دنیا بھر میں سب سے اچھی جگہ ہو۔ اگر وہ مقام "فردوس بروئے زمین" ہو تب بھی میں اسوقت اسکی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھونگا۔

کیونکہ جن خیالات میں میں منہمک ہوں وہ مجھے ہر جگہ اور ہر طریقہ سے پریشان کریں گے۔ میں آپکی شفقت و عنایت کا ہمیشہ رہین منت رہونگا لیکن اس معاملہ میں میں کسی شخص کا کہنا نہیں مان سکتا۔ بس جو کچھ کرنا تھا میں نے فیصلہ کر لیا۔ میں نے اسکے اس خط سے جس میں کسی قسم کا تصنع نہیں' یہ معلوم کر لیا ہے کہ اوتیتسو مجھ سے محبت کرتی ہے یعنی ایک ایسے شخص سے جو گمنام اجنبی ہے۔ اب یہ ممکن نہیں کہ ہم بادہ ایک دوسرے کے دل سے ہفتہ یا عشرہ میں فراموش ہو جائیں۔ بلکہ دونوں کے دل اور دونوں کی روحیں ہمیشہ یعنی ابدالآباد تک تڑپتی رہیں گی۔ اگر اسکو مجھ سے محبت نہ ہوتی تو میں ضرور آپ کے ارشاد کی تعمیل کرتا۔ اور ضرور یہاں سے کہیں چلا جاتا۔ خواہ میرے دل کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے۔ لیکن اب۔ اب تو دو آدمیوں کے دل اور دو آدمیوں کی جانیں خطرہ میں پڑ جائیں گی۔ اور آپ جانتے ہیں کہ جان ایسی چیز نہیں جو معمولی طور پر دی جا سکے۔ اسلئے جہانتک مجھ سے ہو سکے گا میں یہ دونوں جانیں بچانے کے لئے ہاتھ پاؤں ماروں گا۔

فقیر:۔ (آہستہ سے سر ہلا کر) جو کچھ آپ فرما رہے ہیں آپ اسے سمجھتے نہیں۔ سنئے ایک جاپانی لڑکی کے تمام جذبات اس جذبۂ متابعت و فرمانبرداری کے غلام بنجاتے ہیں جو وہ اپنے والدین یا اپنے اہل خاندان کے لیے لوظ رکھتی ہے۔ جو شوہر بھی اس کے والدین یا رشتہ دار اس کے لیے پسند کرتے ہیں وہ کان دبا کر اس شخص کو قبول کر لیتی ہے خواہ وہ اسکو پسند کرے یا نہ کرے یا چاہے بعد میں وہ کتنی ہی روتی بیٹھتی رہے۔ ماں باپ اور اپنے اعزاو اقارب کی فرمانبرداری ہر جاپانی لڑکی کا عین فرض ہے میں ہے۔ ہاں میں جانتا ہوں کہ وہ قربانی و ایثار کا کسقدر مادہ رکھتی ہیں۔ یہ خط جو میری جیب میں ہے میرے قول کا کافی ثبوت ہے۔ لیکن ایک جانور شخص کا

اولین فرض یہ ہے کہ وہ کمزوروں کی قربانی نہ ہونے دے۔ جہانتک ہو سکے کمزوروں کی حفاظت کرے۔ اسلئے اب چاہے دنیا ادہر کی اُدہر ہو جائے مگر میں نے تہیہ کر لیا ہے کہ میں اوتینسو کو قربانی کرنے سے بچاؤں گا۔

میں نے یہ الفاظ اسقدر متانت اور سنجیدگی سے کہے کہ میری باتوں کا بڈہے فقیر کے دل پر بیحد اثر پڑا۔ اور جس وقت میں یہ بات کہکر مسکرانے لگا تو وہ فرط جذبات سے لرزہ براندام ہو گیا۔

فقیر:۔ مگر آپ کو لینت کی بھی خبر ہے۔

میں:۔ خبر ہو جائے گی جب آپ بتا دیں گے۔ اب آپ اپنے دلی جذبات کو قابو میں رکھکر مجھ سے تمام باتیں صاف صاف کہدیں۔ کیونکہ اگر آپ ایسا کرینگے تو اس سے مجھے اور اوتینسو دونوں کو بیحد فائدہ ہوگا۔

فقیر:۔ اچھا اچھا! میں نے غالباً آپ سے یہ تو عرض کر ہی دیا ہے کہ اوتینسو ایک یتیم لڑکی ہے۔ اسکے ماں باپ کا انتقال ہو گیا ہے۔ اور اب وہ اپنے دو سوتیلے بھائیوں کے پاس رہتی ہے۔ جو اس سے عمر میں بہت زیادہ بڑے ہیں یہ دونوں بھائی بڑے سخت دل اور بڑے بندگان حرص و آز ہیں۔ حشمت و جاہ پر اپنی ہر چیز قربان کرنے کو تیار۔ وہ شاہی دربار میں ماتحت عہدہ دار ہیں۔ اور اگر انہیں اپنی ترقی کی کوئی صورت نظر آئے تو وہ اپنی عزیز سے عزیز چیز بھی قربان کرنے پر آمادہ ہو جائیں گے۔ بلکہ درحقیقت وہ خود اوتینسو کو قربان کرنے کو تیار ہو گئے ہیں (کچھ توقف کے بعد) ان کے دفتر میں ایک بہت بڑا عہدیدار ہے جس کا نام سکناسا ۔ ۔ ن ہے۔ جس کی عمر تقریباً ستر سال ہے۔ مگر یہ بوالہوس بیحد شوقین اور عیاش واقع ہوا ہے۔ اور اس کی بیوی کا انتقال ہو گیا ہے۔ تقریباً چھ ماہ گذرے کہ اس شخص نے اوتینسو سے شادی کرنے کا ارادہ کیا۔ جس وقت اوتینسو کے

یہ بات سُنی تو وہ غریب لڑکی دوڑی ہوئی میرے پاس آئی - اور نہایت رنج وغم سے تمام ماجرا مجھے سنایا - اور ہاتھ جوڑ کر کہنے لگی کہ جس طرح ممکن ہو سکے میں یہ شادی نہ ہونے دوں - میں نے اس شخص کی نسبت جو اسکا آیندہ شوہر ہونیوالا تھا چھان بین کی اور جب مجھے بخوبی معلوم ہو گیا کہ وہ کس قسم کا آدمی ہے تو میں نے او تیتیہ کے بھائیوں کو ایک خط لکھا اور تمام حالات لکھکر اُن کو یہ شادی کرنے سے منع کیا لیکن وہ اپنی جبن کے پکے ہیں - اُنہوں نے ایک نہ مانی - لیکن جب میں نے بہت زیادہ زور دیا تو انہوں نے صرف اس قدر وعدہ کیا کہ لڑکی کی سترہویں سالگرہ تک یہ شادی ملتوی کر دیجائیگی اور اب وہ دن بہت قریب آ رہا ہے -

میں نے اس بڈھے کی طرف تیز نگاہوں سے دیکھتے ہوئے ، اور پھر آپ مجھے صلاح دیتے ہیں کہ میں یہاں سے چلا جاؤں اور اس ناکردہ گناہ اور باعصمت لڑکی کو جسے خداوند تعالیٰ نے ہزاروں قسم کی خوبیاں عطا فرمائی ہیں ایک بدمعاش اور ناکارہ شخص کے حوالہ ہونے دوں -

فقیر :- ہندوستان کی بات کو میں جانتا نہیں لیکن یہ ضرور ہے کہ جاپان کے رسم و رواج دیگر ممالک سے قطعی جداگانہ ہیں - خصوصاً عورتوں کے بارے میں اور اس بارہ میں کہ وہ اپنے والدین اور اپنے بھائیوں کی کس قدر اطاعت و فرمانبرداری کرتی ہیں -

میں :- یہ تو میرے سوال کا جواب نہیں ہوا - میں دریافت کرتا ہوں کہ اگر او تیتیہ آپ کی بیٹی ہوتی تو کیا آپ اُس لڑکی کو اپنے مالی فائدہ کے لیے ایسے بدمعاش اور ناکارہ بڈھے کے ہاتھ فروخت کر دیتے -

میری بات سنکر بڈھا فقیر سرنگوں ہو گیا - اور جب وہ میرے پاس سے گذرنے لگا تو اس نے باہستگی تمام کہا :-

فقیر:- میں بیچارہ ایک فقیر آدمی ٹھرا مجھے کیا معلوم کہ دیناداروں کی خواہشیں اور انکے حوصلے کیا ہوتے ہیں۔

میں - ممکن ہے کہ ایسا ہو۔ لیکن بالآخر جان تو آپ بھی رکھتے ہیں۔ اگر آپ کی جان جوکھوں میں ہو تو کیا آپ کچھ بھی ہاتھ پاؤں نہیں ہلائیں گے۔؟

بڈھا فقیر نخ پرے اُٹھ کر میرے سامنے دو زانو بیٹھ گیا۔ اور ہا... بچشم گریاں یوں گویا ہوا

فقیر:- ادبتنو مجھے اسی قدر عزیز ہے جسقدر مقدس دیوتا سورج۔ یا جیسے کہ چندرماں دیوی کے لبھانے تبسم آمیز جبکہ وہ سمندر کی لہروں پر مُسکراتی ہو۔ آپ جو چاہیں سمجھیں مگر مجھے وہ بات کہنے پر مجبور نہ کریں جس بات کے کہنے سے میں ڈرتا ہوں۔

میں اسوقت بڈھے فقیر کی حالت کو دیکھکر بیحد متاثر ہوا۔ اور مجھے اس پر رحم آگیا۔ میں آگے بڑھا اور میں نے اس بڈھے نحیف فقیر کا ہاتھ پکڑ کر پھر اپنے پاس بٹھا لیا۔

میں:- اگر ہم ایک دوسرے کی بات کو سمجھ جائیں تو بہت اچھا ہو۔ یہ میں جانتا ہوں کہ آپ بذات خود مجھے کسی قسم کی مدد نہیں دے سکتے اس لئے آپ کے لیے یہی مناسب ہے کہ آپ میرے لیے دعا کیا کریں اور میں جانتا ہوں کہ آپ اس قدر نیک ہیں کہ آپ کے دیوتا آپ کی دعائیں ضرور سنینگے۔

تھوڑی دیر سوچنے کے بعد بڈھے فقیر نے سوال کیا۔

فقیر:- آپ اس بارہ میں پہلا قدم کیا اٹھائیں گے۔

میں:- میں ابھی کچھ عرض نہیں کرسکتا۔ لیکن چونکہ جس یہاں سے جا بھنسا ہوں اس لئے میں کسی نہ کسی طرح آپ کو اپنے ارادہ سے مطلع کر دونگا۔

لیکن صاف بات یہ ہے کہ میں اوتیتسو سے شادی کر کے اسے اپنی بیوی بنانا
چاہتا ہوں۔ تاہم دونوں زندگی بھر ایک دوسرے کے رفیق حیات رہیں گے
کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ ارادہ کی تکمیل کا کوئی امکان ہو سکتا ہے۔ اور بجز
نہیں تو کیا آپ اتنا بھی نہیں کر سکتے کہ آپ اوتیتسو سے ملاقات کریں اور
اسے یہاں آکر مجھے ملنے کی ترغیب دیں۔

فقیر:۔ میرے خیال میں اب ایسا نہیں ہو سکتا کیونکہ اگر وہ یہاں آکر
آپ سے ملے گی۔ تو آپ کی یاد اسکے دل میں پھر تازہ ہو جائے گی۔ اور اسوقت
وہ آپکا خیال اپنے دل سے نکال دینے کی ہر ممکن تدبیر اختیار کر رہی ہوگی
مجھے اندیشہ ہے کہ اب میں اسے نہیں دیکھ سکوں گا۔ اور اگر ایسا ہوا تو
غالباً اس کی شادی کے بعد ہوگا۔

میں:۔ تو آپ کم از کم یہی بتا دیں کہ میں اس سے کہاں مل سکتا ہوں۔ کیا وہ تنہا
بازار یا پارکوں میں سیر کرنے جاتی ہے

فقیر:۔ اب وہ تنہا کہیں نہیں جائے گی۔ اگر وہ کہیں جائے گی تو اسکے ساتھ کوئی
ملازم یا اس کا کوئی محافظ ضرور ہوگا۔

میں:۔ تو میں ایک خط لکھتا ہوں اور پتھر پر لپیٹ کر اسے اوتیتسو کے
مکان کی کھڑکی میں پھینک دوں گا۔ میں اس کے کمرہ کی کھڑکی جانتا ہوں۔

فقیر:۔ اے نوجوان عاشق! اسقدر جلد بازی سے کام لینا مناسب نہیں
ممکن ہے کہ اوتیتسو کو آپ کی اس تدبیر سے آگاہی نہ ہو اور وہ خط دوسروں
کے ہاتھ پڑ جائے تو اسکا نتیجہ اچھا نہ ہوگا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ آپ کی
یہ تجویز پسند نہ کرے۔ اور مذہبی جذبہ کے ماتحت یا اطاعت و فرمانبرداری کی
وجہ سے وہ خود کو قربان کر دے جیسا کہ روزمرہ ہزاروں جاپانی لڑکیاں کرتی ہیں

ہمارا مذہب یہ سکھلاتا ہے کہ اس زندگی میں جو مصیبت ہم پر نازل ہوتی ہے وہ ہمارے پچھلے جنم میں کسی عمل بد کا نتیجہ ہوتی ہے۔ اوینتو کا خیال ہے کہ کسی پچھلے جنم میں اُس نے اپنے عاشق جانباز کو دھوکا دیا تھا یا اپنے عاشق کے خلاف کوئی گناہ کیا تھا۔ اس لیے اس زندگی میں وہ اپنی قربانی کر کے اس پچھلی بداعمالی کو دھو دے گی۔ جو ابھی تک دیوتاؤں کی کتابوں میں لکھی ہوئی ہے۔

فقیر کے یہ الفاظ سنکر میں بہت سٹ پٹایا۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ جاپانیوں کا مذہب اس قسم کی تعلیم دیتا ہے۔ یہ حال سنکر مجھے اندیشہ ہو گیا کہ میرے لیے اوینتو سے شادی کر کے اس کے وصل سے شاد کام ہونا سخت دشوار ہی ہے۔ گرد و پیش کی مخالفت پر غالب آ جانا اور بات ہے لیکن کسی عورت کے مذہبی معتقدات کا مقابلہ کرنا دوسری بات ہے۔ بہر حال میں نے ضبط کیا اور جو کچھ میرے دل میں تھا ظاہر نہ ہونے دیا۔

میں :- دنیا کے آلام و مصائب کو اس روشنی میں دیکھنا بہت اچھی بات ہے لیکن وہ معاشروں کے بارہ میں یہ تعلیم بہت بڑا کارگر حربہ نہیں ہو سکتا ہے۔

فقیر :- میں اس بات سے انکار نہیں کر سکتا کیونکہ خیر و شر کا جوڑا لگا ہوا ہے برائی اور بھلائی ہر چیز میں ہوتی ہے۔ بہر حال مجھے اوینتو نے بتایا تھا کہ وہ مع اپنے دوستوں کی جماعت کے اس تھیٹر کا تماشہ دیکھنے جا رہی ہے جو اسٹیشن کے راستہ میں پڑتا ہے آپ نے تو وہ عمارت ضرور آتے جاتے دیکھی ہوگی۔؟

میں :- ہاں میں نے دیکھی ہے۔

فقیر :- اگر وہ تماشہ ابھی تک نہیں ہوا تو آپ وہاں جا کر دریافت کر لیں کہ وہ کس دن ہوگا۔ اغلب ہے جس روز وہ تماشہ ہو اُس روز آپ بھی تماشا دیکھیں

لکر جائیں۔ اور موقعہ دیکھکر اوڈیسّو کے ہاتھ میں اپنا رقعہ پکڑا دیں جسے وہ اپنی
آستین میں چھپا لیگی۔

مین نے بڑے فقیر کی صلاح و مشورہ کا شکریہ ادا کیا۔ اور اس معاملہ میں جو
دقت میری راہ میں تھی وہ اس سے بیان کی۔ میں نے بیان کیا کہ میں چینی زبان
کسیقدر پڑھ تو لیتا ہوں مگر لکھ نہیں سکتا۔ بڑے فقیر نے فوراً کہا کہ وہ رقعہ
وہ لکھ دیگا۔ اسکے بعد وہ مجھے چھوڑکر تھوڑی دیر کے لیے چلا گیا اور قلم دوات
اور کاغذ لیکر واپس آیا۔ کاغذ کو اسنے بینچ پر بچھا دیا اور خود زمین پر بیٹھ کر لکھنے
لگا۔ میں نے تھوڑی دیر سوچکر مندرجہ ذیل مضمون تحریر کرایا۔

دو اوڈیسّو! مجھے تمہارا وہ خط ملا جس میں تم نے مجھکو الوداع کہا ہے۔ لیکن
میں تمہارے حکم کی تعمیل نہیں کر سکتا۔ اب تم میرے ہاتھ سے نکل گئیں تو میری
زندگی اسقدر دوبھر ہو جائیگی کہ ممکن ہے مجھے خودکشی کرنا پڑے۔ اوڈیسّو!
میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں اور اس مقصد کے لئے میں زمین و آسمان
ایک کر دوں گا۔ تمہیں حاصل کر دوں گا ورنہ اسی کوشش میں اپنی جان دیدونگا۔
میری بیجان! میں تم سے دست بستہ التجا کرتا ہوں کہ اس کام میں تم سے جسقدر
ہو سکے میری مدد کرو۔ میں تم سے اور تم مجھ سے محبت کرتی ہو۔ اس لئے ظاہر
ہوتا ہے کہ خود دیوتاؤں کو بھی یہی بات منظور ہے کہ ہم دونوں کے دامن ایک
دوسرے سے وابستہ ہو جائیں۔ اور دونوں ایک دوسرے کی رفاقت میں
زندگی بسر کریں۔ اگر میری بیجان تم سے ہو سکے تو کل صبح پہاڑی والے مندر کے باغ
میں آکر مجھ سے ملو۔ اگر ایسا نہ ہو سکے تو دن چھپنے کے وقت مجھ سے ہانس کے
مندر میں ملو جو تمہارے گھر کے قریب واقع ہے۔ مین نے جلدی میں یہ صرف
چند الفاظ لکھے ہیں لیکن تم اس تھوڑے لکھے کو بہت سمجھنا۔ میری زندگی اور موت کا

انحصار تمہارے جواب پر ہے۔ دیکھو تمہیں میری زندگی کا اختیار ہے خدا کے
لیے مجھ پر رحم کرو۔

باب نواں

"تھیٹر"

مجھے چونکہ یہ بات تحقیق کرنا تھی کہ وہ خاص تماشہ تھیٹر میں کب ہوگا اس لیے
مجھ سے جسقدر جلد ہو سکا تھیٹر کو گیا۔ تھیٹر کی عمارت بہت لمبی چوڑی اور لکڑی
کی بنی ہوئی تھی۔ جسے ہر شخص دور سے دیکھکر شناخت کر سکتا تھا۔ اور آج کے
دن اُس کے در و دیوار پر بڑے بڑے رنگین پوسٹر چسپاں تھے۔ جن میں
نہایت دلنشین پیرایہ میں تماشے کے مختلف مناظر کی تصویریں دکھائی گئی تھیں
عمارت کے سامنے بیسیوں کھمبے گڑے ہوئے تھے جن پر مختلف رنگوں کی بیرقیں
لہرا رہی تھیں۔ جب میں تھیٹر کے سامنے پہونچا تو دروازہ پر اس قدر چہل پہل تھی
کہ شانہ سے شانہ چھلتا تھا۔ اور تماشہ شروع ہونے کو تھا۔ الغرض میں عین وقت
پر پہونچ گیا۔ لیکن یہ عجیب بات تھی کہ یہاں تماشہ دن کے وقت ہوتا ہے کیونکہ
اس وقت صبح کے نو بجے تھے۔

میں نے ٹکٹ خریدا اور تھیٹر میں گھس گیا۔ دروازہ پر مجھے ایک ریشمی
ملائم تکیہ دیا گیا جو میں اپنے ساتھ لئے ہوئے اندر داخل ہوا۔ تھیٹر کے اندر
نشست کا حصہ مختلف اور متعدد مربعوں میں تقسیم تھا اور ہر مربع کے گرد جنگلا
لگا ہوا تھا۔ ہر مربع اسقدر وسیع تھا کہ اس میں پورے آرام کے ساتھ چار
آدمی بیٹھ سکتے تھے۔ میں نے جو مربع اپنے لیے منتخب کیا وہ تقریباً وسط میں تھا
ابھی میں اپنی جگہ پر بخوبی بیٹھنے بھی نہ پایا تھا کہ اسٹیج کے سامنے کا ریشمی

تھا اور تماشہ شروع ہوگیا۔ مگر میرے نزدیک وہاں کی ہر بات عجیب و غریب تھی۔
رنگ میں گانا بجانا اور ڈرامہ کچھ بھی نہیں سمجھ سکتا تھا۔ میرے نشست کے قریب
ایک فٹ اونچا ایک چوبی پل تھا۔ جس کے دونوں طرف تماشائی بیٹھے تھے۔ اور
اس پل سے ہوکر وقتاً فوقتاً ایکٹر لوگ سٹیج پر جاتے اور اپنی اپنی جگہ میں بیٹھے
تے۔ جس وقت کوئی ایکٹر پل پر قدم رکھتا تھا وہ فوراً اسی وقت اپنا پارٹ کرنا
شروع کر دیتا۔ ان ایکٹروں کے پیچھے پیچھے ایک لڑکا رہتا جو ایک لکڑی
سرے پر روشن لالٹینیں باندھے ان کو راستہ دکھاتا چلتا۔ جاپان کے تھیٹروں
میں ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ کمپنی میں یا تو تمام مرد ہوتے ہیں یا تمام عورتیں
اس تماشہ میں پارٹ کرنے والے ایکٹر سب عورتیں تھیں۔ عورتیں تو کیا بچہ
یاں سمجھنا چاہیے کیونکہ ان میں شاید کوئی بھی اٹھارہ سال کی عمر سے زیادہ نہ تھی۔
بعض بعض تو دس اور گیارہ برس کی تھیں۔ تماشہ میں جہاں کہیں گانے بجانے
آتا تو گانے والے اور سازندے نظر نہیں آتے۔ تمام کام پس پردہ ہوتا تھا۔
مگر میری تو حالت ہی اور تھی۔ مجھے ایکٹروں یا انکے تماشے سے کوئی تعلق نہ تھا
میری آنکھیں تو ایک ایسے ایکٹر کو تلاش کر رہی تھیں جو میرے دل کے سٹیج
پر کھیل رہا تھا۔ میں تو چاروں طرف نظر میں ڈال کر یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہاں
وہ بھی ہے یا نہیں۔ مگر وہ دلربا صورت کہیں نظر نہ آتی تھی۔ بالآخر پہلا
ختم ہوا اور ڈراپ سین پڑا۔ اور تماشائیوں میں سے اکثر آدمی ادھر ادھر
جانے لگے۔ جو اپنی جگہ بیٹھے رہے ان کے لیے خادم جیبی کی بنی ہوئی کشتیوں میں
اور شیرینی وغیرہ لائے۔ میں بھی اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور نظر شوق چاروں
کسی کی تلاش میں مصروف ہوگئی۔ عمارت کے دونوں طرف مربع بنے ہوئے
اور چھت سے لالٹینیں آویزاں تھیں جن کی روشنی میں سب چیزیں بخوبی

نظر آتی نہیں۔ میں نے ہر مربع کو بنگاہ تجسس دیکھا مگر نفرین مایوس ہو کر اُلٹی پہر آیا
تماشائیوں میں کوئی بھی لڑکی ایسی نہ تھی جس میں اُس غارتگر دین
ایمان اوفیلیو سے دور کی بھی مشابہت ہوتی۔

یا تو ممکن ہے مجھ سے یہ معلوم کرنے میں غلطی ہوئی ہو کہ آج وہی تماشہ
جس میں اوفیلیو آنیوالی تھی۔ یا ممکن ہے کہ کوئی بات ایسی واقع ہو گئی ہو جس
وجہ سے وہ اور اس کی پارٹی تماشہ میں شریک نہ ہو سکی۔

اب تہیٹر کا تماشہ میری نظروں میں نفرت انگیز ہونے لگا۔ اور چونکہ جگہ
بھی اب گرم اور بند ہو گئی تھی اسلئے میں عمارت کے اندر بیٹھنا زیادہ برداشت
نہ کر سکا اور میں نے ارادہ کر لیا کہ دوسرا ایکٹ شروع ہونے سے پہلے ہی
چلا جاؤں۔ الغرض جب میں وہاں سے چلنے لگا تو کیا دیکھتا ہوں کہ زیرین
کے ایک مربع میں ایک نئی پارٹی داخل ہو رہی ہے۔ ایک لڑکی اپنے ساتھیوں
سے کسیقدر پیچھے تھی۔ اور چاہتی تھی کہ کسی گوشہ میں گھسکر بیٹھ جائے مگر اُس کے
ساتھیوں نے پکڑ کر سامنے کی نشست پر بٹھا لیا۔ جب لیمپ کی روشنی اُس لڑکی
کے چہرے پر پڑی تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہی آفت جان اوفیلیو ہے۔

لیکن آج یہ وہ لڑکی نہیں تھی جس سے میں نے مندر کے باغ میں باتیں کی
نہیں۔ اس کی حالت قطعی بدل گئی تھی۔ اس کی آنکھیں بھاری بھاری ہو رہی
تھیں۔ جس سے ثابت ہوتا تھا کہ اُس کی راتیں کروٹیں بدلتے گذری ہیں۔
اور باوجودیکہ اس نے رخساروں پر غازہ مل رکھا تھا مگر اسکا چہرہ بالکل
زرد تھا۔ اور وہ دلفریب تبسم جو چند روز پیشتر دل بیقرار پر بجلیاں گراتا تھا
اب اس کے لبوں پر کہیں نظر نہ آتا تھا۔ کس قدر تعجب انگیز بات تھی کہ باوجود
اس قدر سقیم حالت ہونے کے وہ تہیٹر کا تماشہ دیکھنے آئی۔

جوں ہی میں نے ادتیشو کو دیکھا میں فوراً اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔ کیونکہ میں یہ
بتا تھا کہ جب تک میں اپنا خط اُسکے حوالہ نہ کر دوں اُسوقت تک اُسے نظر
وں نہ مجھے اندیشہ تھا کہ اگر وہ مجھے دیکھ لیگی تو بہت ممکن ہے کہ وہ گھبرا کر تتر
بلی ہو جائے اور میں اس سے ملنے بھی نہ پاؤں۔ چونکہ ان لوگوں کا مربع اسٹیج
قریب تھا اور میں ان کے پیچھے اس لئے میں خود نظر آئے بغیر ادتیشو کو
اچھی طرح دیکھ سکتا تھا۔ میں نے یہ بھی دیکھا کہ آج وہ بہت ہی مختلف
س پہنے ہوئے ہے۔ اس سے پیشتر جب میں نے اسے دیکھا تھا تو اس کا
س نہایت سادہ اور معمولی ہوتا تھا۔ مگر آج وہ ہلکے نیلگوں یا آسمانی رنگ کی
مکوڈ" ڈھیلا کرتہ پہنے ہوئے تھی جس پر گلابی ریشم سے چیری کے پھول
ہے نہایت خوبصورتی سے کڑھے ہوئے تھے۔ اور اسکے بال بھی جڑاؤ
ں سے سجے ہوئے تھے۔ وہ تمام وقت اپنے سامنے ہی دیکھتی رہی مگر
یقت وہ کچھ بھی نہیں دیکھتی تھی۔ اور نہ اپنے ساتھ والیوں کی باتوں پر
جہ دیتی تھی۔ جب کچھ مٹھائی اس کے سامنے پیش کی گئی تو اس نے
ادھ ٹکڑا با دل ناخواستہ چکھنے طور پر لے لیا۔ اور شکریہ ادا کرتے وقت
کسیقدر مسکرا بھی دی۔

اگر اسوقت مجھے کوئی یہ بتا دیتا کہ اس کے دل میں کیا کیا خیالات
ہے تھے تو میں اپنی ہر چیز قربان کرنے کو تیار تھا کیونکہ دنیا اس وقت
رہے لطف اندوز ہو رہی تھی مگر وہ معلوم کن خیالات میں مدہوش بیٹھی
تھی۔ ممکن ہے بری تصویر اس کے دل سے محو ہو گئی ہو۔ اور بہت ممکن
وہ اسوقت اس خیال میں منہمک ہو کہ چند گھنٹہ بعد جو عظیم الشان زبانی وہ
لی ہے وہ کسقدر عدیم المثال ہوگی۔ مجھے یاد تھا کہ پرانے زمانے میں بعض لوگوں نے

کس قدر دردناک حالات میں خوشی سے اپنی جانیں قربان کر دی تھیں۔ اور یہ تمام اثر اُن کے معتقدات مذہبی کا تھا۔ اگرچہ میں خود نہیں جانتا تھا کہ اس وقت اس کے دل میں در اصل کیا بات ہے مگر میں سمجھتا تھا کہ وہ۔ ع

مجھ کو خبر نہیں ہے میں کون ہوں کہاں ہوں

کی مصداق بن رہی ہے۔ اس وقت گھبرا کر میرا جی چاہتا تھا کہ تھیٹر سے نکل کر بھاگ جاؤں اور اپنا خط حوالہ نہ کروں۔ اسے بزرگوں کی ہٹ دھرمی اور اپنی اطاعت فرمانبرداری پر قربان ہونے نہ دوں اور خود اس کے خیال میں ہمیشہ دیوانہ بنا رہوں اور اسی کے خیال میں مجنون وار جان دیدوں۔

اور دو منٹ میں اپنی جگہ سے شخص کے قریب اُٹھ بھی گیا تھا اور چاہتا تھا کہ اس وقت جو کچھ میرے دل میں آیا ہے کر گزروں۔ مگر اتنے ہی میں اس کمرے کے اندر ایک اور شخص داخل ہوا یہ شخص اگرچہ خوش پوشاک خوش رو بھی تھا مگر ساٹھ ستر برس کی عمر ہوگی۔ اور لمبا ریشمی لباس پہنے ہوئے تھا۔ اور جب لالٹین کی روشنی اس کے چہرہ پر پڑی تو وہ اسقدر مکروہ صورت نظر آیا کہ میں نے کبھی ایسی شکل نہ دیکھی تھی ایک لڑکی نے جو دوشیزہ کے قریب بیٹھی ہوئی تھی اس کے کان میں کچھ کہا اور دوشیزہ نے اس نو وارد شخص کو جھک کر آداب عرض کیا۔ بلکہ سلام کرتے ہوئے زمین تک جھک گئی۔ جو وقت وہ آداب و تسلیمات میں مصروف تھی تو اس کا چہرہ میری طرف تھا اور میں بخوبی دیکھ سکتا تھا کہ قدرتی رنگ کا ذرہ ذرہ رخساروں اور لبوں پر سے اُڑ گیا ہے۔

اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ یہی وہ شخص ہے جس کی بوالہوسی کی قربانگاہ پر وہ حور لقا قربان ہونیوالی ہے۔ اور وہی مکروہ صورت بڈھا ہے جو مستقبل میں شوہر ہونے والا ہے اس وقت مجھے طیش آگیا اور میں نے ارادہ کر لیا کہ

خواہ اوتیتسو کے معتقدات مذہبی کچھ ہی کیوں نہ ہوں مگر میں اپنی جان پر کھیل کر اس قربانی کی تکمیل نہ ہونے دوں گا۔

دوسرا ایکٹ ختم ہونے کے بعد اوتیتسو کی پارٹی کے مرد آپس میں کچھ باتیں کر کے چلے گئے۔ ممکن ہے وہ اسٹیج کے اندر گئے ہوں تاکہ ایکٹریسوں کو ان کے خلوتخانہ میں مٹھائی پیش کریں جیسا کہ جاپان میں عام رواج ہے۔ علاوہ ازیں ساتھ کی لڑکیوں نے جب یہ دیکھا کہ اوتیتسو کا دل باتیں کرنے کو نہیں چاہتا تو وہ بھی اس مربع سے اٹھ کر عقب کی نشستوں میں جا بیٹھیں۔ اور آپس میں باتیں کرنے لگیں۔ بس اب میرے لئے خوب موقع ہاتھ آیا۔

میں جلدی سے اٹھا اور اسٹیج کی طرف بڑھا۔ حالانکہ اس سے بہت سے تماشائیوں کو تکلیف ہوئی۔ اور جب میں واپس آیا تو نشستوں کے سامنے جو کر [illegible] ہو چکی تھی۔ [illegible] اندر [illegible] لڑکی کے [illegible] جن سے مربعے علیحدہ علیحدہ کئے گئے تھے [illegible] تک پہنچ چکے تھے۔

میں نے اپنا خط نکالا اور بائیں ہاتھ میں لیا اور جرأت کے ساتھ اس طرف چلا جہاں اوتیتسو بیٹھی ہوئی اپنے خیالات میں محو تھی۔ میں نے [illegible] دن میں وہ خط اسکے خوبصورت ہاتھ میں رکھ دیا اور قدم بڑھاتا ہوا تھیٹر کے پیچھے چلا گیا۔

مجھے معلوم نہیں کہ اس نے وہ خط اپنی جیب میں رکھ لیا یا اسی وقت پڑھا کیونکہ اس وقت میں اسکو دیکھ نہیں سکتا تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس نے بغیر پڑھے وہ خط پھاڑ کر پھینک دیا ہو۔ بہرحال مجھے کچھ معلوم نہیں ہو سکا۔ کیونکہ خط حوالہ کر کے پھر میرا تھیٹر میں رہنا مناسب نہ تھا۔ علاوہ ازیں اندر اسقدر گرمی اور حبس تھا کہ میں وہاں رہنا ہرگز برداشت نہ کر سکتا تھا۔ اور جب میں تھیٹر سے باہر نکل آیا تو میرا

دل نہ چاہا کہ باہر جا کر اوتیکنسو اور اُسکی جماعت کے باہر آنے اور وہاں سے جانے کا انتظار کرتا۔ حالانکہ ایسے وقت میں اگر میں دور سے ہی ایک جھلک اُس بت کافر کی دیکھ لیتا تو مجھے بیحد خوشی ہوتی۔ مگر اُسی کے ساتھ مجھے یہ بھی خیال تھا کہ اگر وہ ہفتاد سالہ موٹا تازہ بوڑھا اور وہ بوالہوس شیطان صورت رقیب روسیاہ اوتیکنسو کے ساتھ نکلا تو بہت ممکن ہے میرا دل قابو سے باہر ہو جائے اور میں اس شخص پر ہاتھ اٹھا بیٹھوں۔ مگر میں ایسا کرتا تو میرے لیے بہت بُرا ہوتا کیونکہ ایک تو وہ شخص ایک جلیل القدر عہدہ دار تھا۔ اور میں قانون کے شکنجہ میں پھنس جاتا پھر نہ معلوم کیا ہوتا کیا نہ ہوتا۔ دوسرے اس میں میری محبوبہ کی رسوائی تھی۔ تیسرے میں خود اس قدر بدنام اور رسوائے عام ہو جاتا بہت ممکن تھا کہ میری ملازمت پر بھی حرف آ جاتا جیسے لوگوں کی مخالفت مجھ سے اشتعداد بڑھ جاتی کر کامیابی کی جو کچھ بھی رہی سہی امید تھی میرے دل میں تھیں ان پر بھی پانی پھر جاتا۔

باب نہم سوال

طلسمی تعویذ

دوسرے روز صبح کو میں پہاڑی والے مندر کے باغ میں پہونچا اور بہت دیر تک مجھے نیفر سے باتیں کرتا رہا۔ آج میں یہ بہانہ کر کے پہونچا تھا کہ جاپانی زبان کے صرف و نحو کی بعض بعض باتیں میری سمجھ میں نہیں آئیں۔ مگر دراصل مطلب سعدی دگر است و الامضمون تھا یعنی مجھے امید تھی کہ آج اوتیکنسو ضرور مندر میں آوے گی۔ اور میرے کان ہر وقت زینہ کی طرف لگے ہوئے تھے۔ اور میں

اس کے پاؤں کی آہٹ پر گوش بر آواز تھا۔ ایک مرتبہ واقعی ایسی آہٹ معلوم ہوئی گویا کوئی شخص زینہ پر چڑھ رہا ہے۔ میرا دل ہاتھوں اچھلنے لگا مگر یہ دیکھکر میں سخت مایوس ہوا کہ اوتیتسو کے بجائے زینہ پہ سے ایک بڑھیا نمودار ہوئی۔ آج سبق میں مجھے معلوم ہوا کہ بڈھا فقیر بڑے صبر و ضبط اور نہایت وسیع اخلاق اور فضائل پسندیدہ کا آدمی ہے۔ اور واقعی وہ اسقدر نیک نفس ثابت ہوا کہ بالکل فرشتہ معلوم ہوتا تھا۔

حسب معمول جب میں اپنے مقررہ وقت پر فقیر سے رخصت ہوا تو میں اسقدر دل شکستہ تھا کہ میری آنکھیں اگرچہ کھلی ہوئی تھیں مگر مجھے کچھ نظر نہیں آتا تھا اور چلتے ہوئے میرے قدم نہایت سست پڑتے تھے۔ اور میں بالکل تمام شکر [illegible] ہو چکا۔ ابھی [illegible] نہیں ہوئی تھی۔ دوسری [illegible] ہی سی۔ مندر میں اوتیتسو سے [illegible] کر دیئے جگہ میں نے باغوں کا وہ جھنڈ مقرر کیا تھا جو اسکے مکان کے قریب واقع تھا۔ مگر وقت چند غروب آفتاب مقرر کیا تھا۔ اس لیے ابھی مجھے ایک پہاڑ سا دن کاٹنا باقی تھا۔ کیونکہ گرمیوں کے دن ویسے ہی بڑے ہوتے ہیں۔ الغرض غالب کیلئے تو ع

صبح کرنا شام کا لانا تھا جوئے شیر کا

مگر میرے لیے ع

شام کرنا صبح کا لانا تھا چشمہ قیر کا

بنگیا تھا۔ اور پھر بھی کامل یقین نہیں تھا کہ وہ آفت جان ملاقات کرے گی یا نہیں۔

میں پھر اسی تھیٹر کو گیا جہاں میں نے اوتیتسو کو دیکھا تھا کہ وہ بکھد ملول و حزیں بیٹھی ہوئی تھی اور اسکے چاروں طرف کی دنیا تماشہ سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔ میں تھوڑی دیر تک تو تھیٹر کے آس پاس پھرتا رہا۔ کیونکہ جس طرح مجنوں کو محمل لیلی پیارا تھا اسی طرح یہ عمارت بھی مجھے عزیز تھی۔ جہاں مجھے میری محبوبہ کا

دیدار نصیب ہوا تھا۔

تھوڑی دیر بعد میرے دل نے جو اکسایا تو میں تھیٹر کی عمارت میں گھس گیا اور
جس مربع میں اوتیتسو بیٹھی ہوئی تھی اسکے قریب ایک مربع میں جا بیٹھا۔ اسوقت
[illegible] عالم سکوت طاری تھا۔ اور میرے لئے بہت آسان تھا کہ میں اپنے خیالات
[illegible]مرکوز کر لے آؤں۔ الغرض میں نے عالم تصور میں اوتیتسو کو اسی جگہ بیٹھے دیکھا
جہاں وہ کل بیٹھی ہوئی تھی۔ اور جو وقت مجھے اس ساز کا خیال آتا تھا جو تماشہ کے
روز پس پردہ بجتا تھا تو میں یہ سمجھتا تھا کہ میں مندر کے اندر اوتیتسو کے رباب کی
گتیں سُن رہا ہوں۔

نہ معلوم میں وہاں کتنے عرصہ تک بیٹھا رہا۔ اور نہ معلوم کس قدر عرصہ تک
بیٹھا رہتا کہ اتنے میں ایک جماعت تھیٹر میں داخل ہوئی جسے دیکھکر میں اپنے
ہوش میں آگیا۔ اور جلدی [illegible] نکل گیا
[illegible] جلدی جلدی قدم بڑھا کر عمارت سے باہر نکل گیا۔
اسکے بعد مجھے پھر جنون سوار ہوا اور میں دریا کے کنارے بشن
گھاٹ پر پہونچا جہاں میں اس میلہ کے روز اتنے عرصہ تک اوتیتسو کی آمد کا انتظار
کرتا رہا تھا۔ اور وہاں میں اسکی تصویر عالم تصور میں اپنے سامنے رکھکر گھنٹوں
اس کی پوجا کرتا رہا

مگر دن تھا کہ کمبخت کسی طرح بھی کاٹے نہیں کٹتا تھا۔ میں نے بزرگوں اور اولیا
اللہ کے حالات میں پڑھا کہ وہ سورج کو روک دیا کرتے تھے۔ گو کبھی یقین نہ آتا تھا۔
مگر آج مجھے یقین ہوگیا کہ واقعی سورج چلتے چلتے رک ہی سکتا ہے۔ کیونکہ آج وہ
اپنی منازل۔ طے کرنیکا نام ہی نہیں لیتا تھا۔ اور اگر چلتا بھی تھا تو اسقدر سست چلتا
تھا گویا سورج دیوتا کی رتھ کے گھوڑے لنگڑے ہوگئے ہیں۔

لیکن جب میں نے دریا کے پانی کی طرف دیکھا کہ وہ پتھروں سے ٹکراتا اور

گھونگھرو اُچھالتا شور مچاتا سمندر کی طرف جا رہا ہے تو میری طبیعت کو ایک قسم کا سکون حاصل ہو گیا۔ اور دریا کے بہاؤ کو دیکھتے دیکھتے کئی گھنٹے گزر گئے لیکن مجھے معلوم نہ ہوئے۔

اب جوں جوں آفتاب منزلیں طے کرتا ہوا جانب مغرب چلا جاتا تھا۔ چیزوں کا سایہ بڑھنے لگا اور تھوڑی دیر بعد خدا خدا کر کے شام ہوئی۔ اور میری فکر بڑھنے لگی۔ کیونکہ مجھے اندیشہ تھا کہ جس طرح اوینتو صبح کے وقت سمندر کے باغ میں نہیں آئی تھی شاید اسی طرح وہ رات کو بانسوں کے جھنڈ میں بھی نہ آئے اور اگر خدانخواستہ ایسا ہوا تو میری تمام امیدوں پر پانی پھر جائے گا۔ میں اس کے بغیر قطعی بے بس ہو جاؤں گا۔ اور مجھے میرے منصوبوں میں جس کی امداد اور مدد کے بغیر کبھی کامیابی حاصل نہ ہو سکے گی۔ یہ ہرگز ممکن نہیں تھا کہ میں اسے زبردستی گود میں اٹھا لے جاتا۔ اور اسے اس بات پر مجبور کرتا کہ وہ مجھ سے شادی کر لے ان میں سے کوئی بات بجز اس کی رضامندی کے نہیں ہو سکتی تھی۔ الغرض میری قسمت کا فیصلہ اسی کے اختیار میں تھا۔ کاش اوینتو! تجھے معلوم ہو جاتا کہ تو نے میری زندگی کی تمام مسرتوں پر کس طرح چھاپا مارا ہے۔ آہ! میں نہ ادھر کا رہا نہ اُدھر کا۔ اب اگر جیے بھی تو کیا خاک جیے۔ ایسے جینے سے مر جانا بہتر ہے۔

جس وقت قرص آفتاب حلقۂ افق کے خط سے نیچے ہو گیا تو میں دریا کے کنارہ سے کوچۂ جاناں کی طرف چلا۔ مگر ع

ہر سمت دیکھتا تھا کوئی دیکھتا نہ ہو۔

شدہ شدہ میں بانسوں کے جھنڈ میں پہونچا جو اوینتو کے مکان کے قریب واقع تھا۔ بانسوں کے جھنڈ میں اس قدر تاریکی ہوتی ہے کہ وہاں دن کے وقت بھی ایسی وحشت ہوتی ہے۔ جیسی جھٹ پٹے کے وقت۔ اور جب میں اس

جھنڈ میں داخل ہوا تو وہاں بالکل شب کی سی تاریکی چھا گئی تھی۔

اسکے بعد میں نہایت دبے پاؤں اور چپ چاپ اس جھنڈ میں اس سرے سے اُس سرے تک گھوما۔ حتیٰ کہ کئی بار میں اوبنتو کے مکان کے قریب تک جا پہونچا۔ اس کے بعد میں وہاں بیٹھکر انتظار میں مصروف ہوگیا۔ مگر اسقدر ساکت اور خاموش کہ سانس کی آواز بھی نہ نکلنے دیتا تھا۔ میں نے گردن اٹھا کر دیکھا تو بنگوں میں سے اوبنتو کا مکان صاف نظر آرہا تھا۔ مجھے معلوم ہو گیا کہ بیرونی پردے کس وقت ڈالے گئے۔ اور اندر کی طرف کس وقت روشنی کی گئی۔

اب میرے دل میں رہ رہ کر یہ سوال پیدا ہو رہا تھا کہ وہ آفت جان آئیگی یا نہیں آئے گی۔ میں اسوقت انتہا درجہ کے عالم بیم و رجا میں مبتلا تھا۔ مجھے پسینے آرہے تھے۔ اور وہ بھی اسقدر کہ میں جیب میں سے رومال نکال کر بار بار اپنی پیشانی صاف کرتا تھا۔ حالانکہ جس جگہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اس قدر سرد تھی کہ وہاں دن کے وقت بھی دھوپ کا گذر نہ ہوتا تھا اور اب تو رات ہو گئی تھی۔

جب کبھی درختوں پر کوئی جانور یا زمین پر کوئی کیڑا بولتا تھا تو میرا دل دھک سے ہو جاتا تھا۔ کیونکہ مجھے اسوقت یہ اندیشہ تھا کہ کہیں کوئی کتا یا گھر کا ملازم نہ چلا آئے اور مجھے دیکھ لے۔ ہوا اسوقت ان درختوں میں اسقدر اندھیرا ہو رہا تھا کہ میں اپنی گھڑی میں وقت بھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اور یہ ہو نہیں سکتا تھا کہ میں دیاسلائی جلا کر گھڑی دیکھوں۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ جب مکان میں لیمپ روشن کی گئیں تو اسوقت مجھے گھنٹہ بھر بیٹھے گذر گیا تھا۔

کچھ دیر بعد مجھے معلوم ہوا کہ کوئی شخص دبے پاؤں چلا آرہا ہے۔ اس وقت میرے پاس کوئی ہتھیار بھی نہ تھا۔ حتیٰ کہ ہاتھ کی لکڑی تک نہ تھی۔ بہر حال میں ہمہ تن چشم اس آہٹ کی طرف دیکھتا رہا۔

اب وہ آواز زیادہ قریب ہوتی گئی۔ پھر یکایک رک گئی اور ایک لمحہ بعد کانپتی ہوئی ایک شیریں آواز سنائی دی جس سے میرے کان طرب آشنا تھے۔ آواز یہ۔ کیا کوئی یہاں ہے۔ میں ہوں اوینتسوا۔

اس وقت خوف سے یا گھبراہٹ کی وجہ سے میرا حلق بالکل خشک ہو رہا تھا۔ کہ میں جواب دینا چاہتا تھا مگر آواز نہیں نکلتی تھی۔ مگر تھوڑی دیر پھر کے بعد میں نے جواب دیا۔

میں ہوں۔ اوینتسوا تم آگئیں۔ ہاں میں حاضر ہوں۔ جہاں تم کھڑی ہو وہیں کھڑی رہو۔ میں خود تمہاری طرف آرہا ہوں۔

الغرض میں جلدی جلدی مگر چپ چاپ اٹھا اور دبے پاؤں اسکی طرف چلا۔ اس وقت میرا دل ہاتھوں اچھل رہا تھا۔ اس کا اندازہ بھی وہی لوگ خوب کرسکتے ہیں جن کی اس قدر انتظار اور مایوسی کے بعد معشوق سے ملاقات ہوئی ہو۔ مجھے اسوقت خوشی بھی بے اندازہ تھی کیونکہ میری محبوبہ نے میری درخواست منظور کرلی تھی اور وہ رات کے وقت بے کھٹکے مجھ سے ملنے چلی آئی تھی الغرض میں اسکی طرف چلا مگر جگہ جگہ ٹھوکر کھاتا تھا۔ جو خوف اور شبہات اس وقت تک میرے دل میں پیدا ہوگئے تھے وہ سب رفع ہوگئے۔ اور اس وقت جو کچھ تھا وہ جذبات تشکر و امتنان تھے جو میرے دل میں پیدا ہو رہے تھے۔ اسوقت مجھے ایک قدم کی دوری بھی منزل تھی اور ہر لمحہ ایک گھنٹہ تھا جو عاشق و معشوق کی ملاقات میں دیر کرتا تھا۔

ممکن ہے کہ وہ مجھ سے اسوقت بیس گز کے فاصلہ پر ہو یا پانچ گز کے فاصلہ پر۔ مگر مجھے یہ فاصلہ بہت ہی بڑا معلوم ہوتا تھا۔ الغرض جب میں اسکے پاس پہونچا تو میں نے اسے ایک صاف جگہ میں کھڑا پایا جس پر پائنس کے درختوں نے گنبد

کی طرح ایک خوبصورت چھت بنا رکھی تھی۔ جہاں پتھروں میں ہو کر آسمان کی خفیف سی روشنی بھی آ رہی تھی۔ مجھے وہ اپنی جگہ پر صاف کھڑی ہوئی معلوم ہو رہی تھی اور میں دیکھتا تھا کہ وہ اسوقت ہلکے رنگ کا لباس پہنے ہے۔ جس کا رنگ میں شناخت نہیں کر سکتا تھا۔ صرف اس کی سفید رنگ کی جرابیں شناخت ہوتی تھیں۔ اسوقت اس کے پاؤں میں نہ گرگابی تھی کھڑاویں بھی نہ تھی۔ تاکہ چلنے میں آہٹ پیدا نہ ہو۔

غرضکہ میں اس کے سامنے پہونچا میں اس طرح دوزانو ہو گیا جیسے کسی بت کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کوئی پوجا کرتا ہے۔ پھر آہستہ سے اس کا ہاتھ پکڑا اور بے ترجمی تمام اپنے لبوں سے لگا لیا۔ مجھے خیال ہے کہ میری آنکھوں سے دو چار آنسو بھی ٹپک کر اسوقت اُسکے ہاتھ پر پڑے ہونگے۔

اسوقت سب سے پہلے ادیتھ نے مہر سکوت توڑی۔ اور اُس نے اپنا دوسرا ہاتھ آہستہ سے میرے سر پر رکھا اور اسطرح گویا ہوئی۔ ہر

اویتسو نہ جناب آپ یہ نہیں جانتے کہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ یہ میرا کام ہے کہ میں آپ کو سجدہ کروں اور آپ کے قدموں کی خاک اپنی پلکوں سے صاف کروں۔ خدا نے ہم عورتوں کو اسی لیے بنایا ہے کہ ہم مردوں کے پیچھے پیچھے رہیں۔ آفتاب کی چمک صرف مرد ہی کی آنکھیں دیکھ سکتی ہیں۔ اور ہماری آنکھیں محض اسلیے ہیں کہ ہم چاند کی اندہی کی حسین شعاعیں دریا کے پانی کی لہروں پر پڑتی دیکھیں۔ اب خدا کے لئے آپ میرے قدموں پر نہ جھکیں۔ آپ مجھے کیوں شرمندہ فرماتے ہیں۔

میں اٹھکر اس کے برابر کھڑا ہو گیا۔ لیکن میں نے اسکا ہاتھ نہ چھوڑا۔ چند لمحہ بعد جب میرا دل ٹھکانے ہو گیا۔ اور میری آواز بھی میرے قابو میں ہو گئی تو میں نے

ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں کہا ۔

میں :۔ میں نے بڑی گستاخی اور حماقت کی کہ آپ کو ایسے وقت میں یہاں آنے کی تکلیف دی ۔ دیکھو تو کس قدر سنسان مقام ہے ۔ اور آپ بھی کسقدر بہادر ہیں کہ آپ نے کسی بات کا خوف نہ کیا ۔ اب مجھے آپ پر کامل اعتماد ہو گیا ہے ۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اوینتھو نے میری بات نہیں سنی کیونکہ اس نے دھیمی آواز میں اپنی بات کا سلسلہ جاری رکھا ۔

اوینتھو :۔ میں آج صبح مندر کے باغ میں حاضر نہ ہو سکی ۔ میرے بھائی اپوٹیڈی کو پسند نہیں کرتے ۔ اور انہوں نے مجھے منع کر دیا ہے کہ میں ہرگز مندر میں نہ جاؤں ۔ کیونکہ چند ماہ ہوئے اس نے میرے بھائیوں کو ایک بات کے کہنے سے منع کیا تھا جو انہوں نے سوچی تھی ۔ اب میری عمر کافی ہو گئی ہے ۔ آج میری سترہویں سالگرہ ہے ۔ اس لیے میرے بھائیوں کا ارادہ ہے کہ جو بات انہوں نے سوچی تھی وہ باوجود اس بڈھے فقیر کی مخالفت کے بلا تاخیر کر گذریں ۔

میں نے دیکھا کہ اسوقت اسکا ہاتھ کانپ رہا تھا ۔ اور باتیں کرتے ہوئے کسی قدر سرد پڑ گیا تھا ۔

میں :۔ بس اس بارہ میں مجھسے کہنے کی کوئی ضرورت نہیں ۔ کیونکہ مجھے اس سے صدمہ ہوتا ہے ۔ مجھے بڈھے فقیر نے تمام باتیں بتا دی ہیں ۔ اور جب میں نے تھیٹر میں اس بدمعاش اور عیاش بڈھے کو دیکھا تھا اور آپ نے اسکو جھک کر سلام کیا تھا تو میں نے اسی وقت قسم کھائی تھی کہ جہاں تک ہو سکے گا میں آپکو اس روسیاہ سے بچاؤں گا ۔ اور واقعی میں ایسا ہی کروں گا ۔ اب میری جان

اپنے دل سے تمام خوف و اندیشہ نکال دو بس صرف...... میں اسکے بعد "میرا" کا لفظ کہنے والا تھا مگر رک گیا) اپنی سالگرہ کا خیال کرو۔ اور اپنے دوستوں میں خوشی کے ساتھہ زندگی گذارو۔ دوست احباب سالگرہ کے روز آپ سے ملنے اور اپنی طرف سے تحفہ تحائف پیش کرنے آئیں گے۔ آپ ان کے ساتھہ ملکر خوش ہوں۔ رت جگا منائیے۔ محفل رقص و سرود برپا کیجیئے۔ چراغاں کیجیئے۔ غرض ہر طرح خوشی کیجیئے مگر اس مردود کا ہرگز خیال دل میں نہ لایئے کیونکہ اب ہرگز وہ دن نہ آئیگا کہ آپ اس بدمعاش کی بوالہوسی کے لیے قربان کی جائیں۔ میں ہرگز ایسا نہ ہونے دونگا۔ اگرچہ آپکے گذشتہ ایام رنج و غم میں کٹے ہوں گے...... "

اوتیتسو:۔ میں یتیم دلگیر ہوں تمہارا جی گھبراتا ہے لیکن ...... لیکن مجھے قسمت کی شکایت کرنا زیبا نہیں ہے

میں:۔ میں نے تھیٹر میں تمہیں دیکھا تھا کہ تمہارے لبوں پر تبسم تک نہیں تھا۔

اوتیتسو:۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ بھی وہاں موجود ہیں۔ جب آپنے اپنا وہ خط میرے ہاتھہ میں دیا تب معلوم ہوا۔

میں:۔ تم نے وہ خط کب پڑھا۔

اوتیتسو:۔ رات کو جب میں پلنگ پر لیٹی۔

میں:۔ تم سمجھہ گئیں کہ میرا کیا مطلب تھا۔

اس سوال پر میں نے دیکھا کہ وہ کسی قدر سرنگوں ہو گئی۔ لیکن جو پر لطف گھبراہٹ اس وقت اسکے چہرہ پر پیدا ہوئی ہوگی وہ رات کی وجہ سے نہ دیکھہ سکا۔ ایک لمحہ بعد وہ بولی:۔

اوتیتسو:۔ وہ ایک شگفتہ آمیز پیغام تھا اور ایک ایسے شخص کے پاس

بھیجا گیا تھا جسے ایسے پیغام کی سخت ضرورت تھی۔

میں ہوں۔ اوتیتسو کا وہ پیغام اس سے بھی کچھ زیادہ تھا۔ بہت زیادہ۔ میں جانتا ہوں کہ تمہارے بھائیوں کا کیا ارادہ ہے اور میں اس شخص کو بھی دیکھ چکا ہوں جس کے ساتھ تمہاری شادی کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ مگر میری جان! یاد رکھو کہ اب وہ شادی کبھی نہ ہوگی۔ اب اگر تمہاری شادی ہوگی تو مجھ سے ہوگی۔ میں چاہتا ہوں کہ تم اس معاملہ کو خوب اچھی طرح سے سمجھ لو اور میرے سامنے کہو"

اسپہ میں نے اس کا دوسرا ہاتھ بھی اپنے ہاتھ میں پکڑ لیا اور دونوں آمنے سامنے ہو گئے۔ اسوقت وہ بانسوں کا جنگل ہمارے لئے مندر یا مسجد بنگیا۔ رات کا سکوت اور چاند اور تارے ہمارے گواہ بن گئے۔

"ہاں یہ کہو کہ حسن علی میں تم سے شادی کرنے کا اقرار کرتی ہوں۔ اور بقدر جلد ممکن ہو سکے گا میں فوراً نکاح کرلوں گی"

اس کے بعد اوتیتسو نے بچوں کی طرح میرا پڑھایا ہوا سبق اس طرح سے دوہرایا۔

اوتیتسو۔ حسن علی میں شادی کرنے کا اقرار کرتی ہوں اور جبقدر جلد ممکن ہو سکیگا میں تم سے شادی کروں گی"

اس وقت اس نے میرے الفاظ کا اعادہ ضرور کر لیا تھا اور مجھ سے شادی کرنے کا اقرار بھی کر لیا تھا۔ لیکن میں آپس میں ایک اور زیادہ واضح معاہدہ کرنا چاہتا تھا کہ وہ دل سے کہے کہ "میں تم سے محبت کرتی ہوں" لیکن چونکہ اسوقت میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اُس سے یہ اقرار کیونکر کراؤں۔

میں نے۔ اوتیتسو! دیوتاؤں نے ہمارے دونوں کے دلوں میں ایک دوسرے کی محبت ڈالی۔ اور مقدر کر دیا تھا کہ ایسا ہی ہونا چاہیے۔ اگر میں بھی جاپانی ہوتا

اور میرے بھی معتقدات تمہی ایسے ہی ہوتے جیسے کہ تمہارے ہیں تو یاد رہے
اوتیتسو اکہ آج کی رات تم سے بغلگیر ہو کر بڑی خوشی سے جان دیدیتا اور یہ
یقین کرتا کہ ہم دونوں دوسرے عالم میں داخل جنت ہوگئے ہیں۔ لیکن میں
جاپانی نہیں ہوں اور میرا مذہب وہ نہیں ہے جو تمہارا ہے اس لئے مجھے ابھی تک
تمہارے قول پر اعتبار نہیں ہوا۔ ایسا نہ ہو کہ تم کسی وقت گھبرا کر اپنی جان
دیدو۔ اور مجھے تنہا چھوڑ جاؤ۔ میرے مذہب میں خودکشی کرنا حرام ہے۔ اپنی جان
مشکلات سے تنگ آکر مرے دینا بزدلی ہے ہماری فطرت اور ہمارا
مذہب یہ سکھاتا ہے کہ ؎

مرد باید کہ ہراساں نہ شود
مشکلے نیست کہ آساں نہ شود

اس لئے میری جان۔ میں چاہتا ہوں کہ تم مجھ پر پوری طرح سے اعتبار کر
اس کے بعد انشاء اللہ ہم دونوں کی زندگی ایک جنتی زندگی ہوگی۔
عین اسوقت جبکہ میں یہ کہہ رہا تھا چاند کی منور شعاعیں پتوں میں سے
چھن چھن کر ہمارے چہروں پر پڑیں تو اسوقت مجھے پہلی مرتبہ اوتیتسو کا خوبصورت
چہرہ صاف نظر آیا۔ اسوقت اس کی آنکھیں قلبی مسرت سے چمک رہی تھیں
اس کا چہرہ میری طرف تھا۔ میں اس کا چہرہ دیکھکر مطمئن ہوگیا۔ کیونکہ میں خود
کو اس بات کے ہرگز قابل نہیں سمجھتا تھا کہ ایسی حسین و جمیل اور ایسے
اوصاف حمیدہ سے متصف عورت مجھ سے محبت کرے۔ واقعی وہ مجھے اپنا
دل دے چکی ہے۔
مجھے دیکھکر وہ مسکرائی اور اپنا سر اٹھا کر مجھے یوں جواب یاد
اوتیتسو:۔ ہم لوگ سامورائے ہیں ہماری پشتیں سپاہیانہ زندگی میں گذر

ب - ہم لوگ موت کو ایک حقیر چیز سمجھتے ہیں - اگر آپ مجھ سے فرمائیں کہ
ں آپ کے قدموں پر اپنی جان دے دوں - تو میں فوراً مسکراتی ہوئی اپنے
ستقل ہاتھ سے خنجر مار کر آپ کے قدموں میں آپ کو ڈھیر کر دوں گی -
ونکہ آپ میرے عاشق ہیں - پھر آپ سمجھ سکتے ہیں کہ جب میں یہاں تک
یار ہوں تو میں آپ کی معمولی ارشادات کی تعمیل سے کیونکر انکار کر سکتی ہوں
پ میرے آقا میرے مالک ہیں - اگر آپ حکم دیں تو میں ابھی آپ کے ساتھ
اں آپ لے چلیں چلنے کو تیار ہوں - مشرق چلئے چاہے مغرب پہاڑوں پر
ے چاہے سات سمندر پار - میں ہر جگہ آپکے ساتھ چلوں گی - اب میں اس
ہب سے بھی دستبردار ہوتی ہوں جو آپ کا نہیں ہے - پس آئندہ جو دین آپ کا
ہے وہی دین میرا ہو گا - میں عورت ذات ہوں میرا جسم و جان دونوں
پ کے ہیں - بس جو کچھ مجھے کہنا تھا وہ میں ایک ہی بار کہہ چکی ہوں - بس
ب میں اسکے بعد کچھ نہ کہوں گی "

کیا اس سے زیادہ پیاری باتیں کسی نے آجتک سنی ہوں گی - وہ عورتذات
ر در ضعیف - میں مرد اور طاقتور - میرا اور اس کا کیا مقابلہ ہو سکتا تھا - مگر
س کی محبت نے مجھے گنوا دیا - میرا دل چاہتا تھا کہ میں اسی وقت اس کو
ر د میں اٹھا کر کسی طرف کو فرار ہو جاؤں - خواہ میں نے کوئی انتظام پیشتر
ے کیا ہو یا نہ کیا ہو - اگر میں ایسا کرتا تو بلاشک ہم دونوں فرار ہو سکتے تھے
عد کوئی شخص ہمارا تعاقب نہ کر سکتا - مگر ہمیں کیا معلوم تھا کہ آئندہ عرصہ دراز
ک ہماری قسمت میں مصیبتیں برداشت کرنا لکھا ہے -

بہر حال اس وقت میرے دل میں سیکڑوں قسم کے خیالات آئے - اور
نع ہوئے کہ میں اسیوقت اونیتو کو اپنے ساتھ نہ لے جاؤں - ایک بات تو

یہ تھی کہ میں اگر اسے بازاروں سے ہو کر ریلوے اسٹیشن پر لے جاتا تو بہت
ممکن تھا کہ ہم کو پولیس گرفتار کر لیتی۔ اگر ہم پیدل چلتے تو ممکن تھا کہ اس کے
بھائی ہمارا تعاقب کر کے ہم کو پکڑ لیتے اور وہ اسکو میری آنکھوں کے سامنے
قتل کر ڈالتے۔ کیونکہ جاپانی قانون کی رو سے ایسا کرنا ان کے لئے جائز تھا۔
چونکہ میں اسوقت بالکل غیر مسلح تھا اس لئے میں اسکی حفاظت بالکل نہیں
کر سکتا تھا۔ اور آخری بات یہ تھی کہ اسوقت اسکے پاؤں میں جوتہ نہ تھا
اور ٹھیک طور پر نہیں چل سکتی تھی۔ اور اگر تمام مشکلات دور بھی ہو جاتیں
میں اسے لیکر یاکوہامہ بھی چلا آتا تو میں اُسے ایسی حالت میں کہاں چھپا
تھا۔ الغرض میرا دل تو سب کچھ کرنے کو چاہتا تھا مگر ان تمام وجوہ کی بنا پر میں
یہ ارادہ ترک کر دیا۔ میں نے اپنی محبوبہ سے صرف اسقدر کہا کہ میں کل
بھی اس سے دہیں ملونگا۔ اس لئے وہ کسی قسم کا بھیس بدلکر آئے۔ اور جو
دیگر انتظام ہو سکے وہ بھی کر آئے۔

اوتیتسو۔ دجوش مسرت سے) میں خوب سمجھتی ہوں۔ اگر دیوتاؤں نے چاہا
تو اپنے میرے آیندہ شوہر میں ضرور یہاں آؤں گی۔ مگر کیا میں آپ سے اسوقت
ایک درخواست کر سکتی ہوں۔ میں جانتی ہوں کہ ایک عورت کا یہی فرض ہے
کہ وہ اپنے آقا کے سامنے خاموش رہے۔ لیکن آج ہمارے جدا ہونے
پیشتر میں نہایت عاجزانہ طریقے سے آپ سے التجا کرتی ہوں کہ آج آپ
میرے دل کی ایک خواہش پوری کر دیں۔

میں:۔ میری جان! وہ دن کبھی نہیں ہوگا کہ میں تمہاری کسی بات سے انکار
کر دوں۔ تم زبان سے نکالو اور میں فوراً تعمیل کر دونگا۔ تمہارا کتا تمہاری
اسقدر نہیں کرے گا جس قدر میں۔ میرا دل تمہارے قدموں میں پڑا ہوا ہے۔

تیتسو:- آپ اس قسم کی باتیں اپنی زبان سے نہ نکالیں۔ ممکن ہے کہ
آپ مجھے ایک بیوقوف عورت خیال کریں اور واقعی میں ہوں بھی ایسی ہی۔
بلکہ میں بالکل ایک سیدھی اور سادہ عورت ہوں۔ لیکن میرے پاس
ایک ذرا سی چیز ہے جو میں چاہتی ہوں کہ آپ اپنی حفاظت کیلئے پہنیں۔
یہ کہکر او تیتسو نے آہستگی اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں سے نکال لیا اور
میں صحیح طور پر نہیں دیکھ سکتا تھا کہ وہ کیا کر رہی ہے لیکن میرا خیال اسکے
ہاتھوں کی حرکت کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے اپنے سینہ میں ہاتھ ڈالا۔ اور ایک
چھوٹی سی چیز جو اس کے گلے میں لٹک رہی تھی نکالی۔ یہ چیز ایک باریک
سی ڈورے میں بندھی ہوئی تھی۔ اس نے آہستہ سے وہ ڈورا کھولا اور وہ
چیز کھولکر محبت سے میرے سامنے پیش کی اور یوں کہا:-
او تیتسو:- یہ ایک تعویذ ہے جو آٹسی کے مندر سے لایا گیا تھا۔ اگر اے
میرے معزز شوہر آپ اس تعویذ کو پہننا پسند فرمائیں تو انشاءاللہ آپ ہر خطرہ
سے محفوظ رہیں گے۔ کوئی آفت اور کوئی بلا آپ کے پاس نہیں پھٹکے گی۔
میں جانتا تھا کہ اس قسم کے تعویذ اور گنڈے چین اور جاپان میں
ہر شخص دن رات پہنتا ہے۔ اور اگر کوئی طلسم گم ہو جاتا ہے یا ٹوٹ جاتا ہے
تو وہ لوگ یقین کرتے ہیں کہ موت کے دن قریب آ گئے۔ اس لئے میں نے
یہ جواب دیا:-
میں:- میری جان! میں جانتا ہوں کہ یہ ایک بڑی انمول چیز ہے۔
اور اس کی خاصیت نہایت زبردست ہے۔ اس لئے میں نہیں چاہتا
کہ اس کے پہننے سے دیوتا لوگ جو تمہاری حفاظت کر رہے ہیں۔ تم اس سے
محروم رہو۔

اوتیتسو:- مگر ہمارے یہاں ایسے بہت ہیں۔ میں ان میں سے پہن لونگی۔ آپکے پاس کوئی تعویذ نہیں ہے۔ اس لیے میرا دل ہرگز نہیں مانتا کہ میں آپ کو اس وقت تک بے پناہ چھوڑ دوں۔ تعویذ پہننے سے ہمارے دیوتا تمہاری حفاظت کریں گے۔

میں:- اوتیتسو اگر یہ بات ہے تو میں لازمی طور پر تمہارا تحفہ قبول کیے لیتا ہوں بشرطیکہ تم مجھے یقین دلادو کہ ایسے تعویذ تمہارے پاس اور بھی ہیں۔ اور تم ان میں سے ایک پہن لوگی۔

اوتیتسو:- میں آپ کو اطمینان دلاتی ہوں کہ ہمارے یہاں ایسے بہت تعویذ ہیں ان میں سے پہن لوں گی۔

میں:- اگر یہ بات ہے تو میں یہ تحفہ آپکے خوبصورت ہاتھوں سے نہایت خوشی کے ساتھ قبول کرتا ہوں۔ اور میں ہرگز نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے آپکے نازک دل کو کسی قسم کی پریشانی لاحق ہو۔ میں اس تعویذ کو اس وجہ سے اور بھی زیادہ قدر کی نگاہوں سے دیکھوں گا کہ یہ تمہارا عطیہ ہے خواہ اس میں کوئی اثر ہو یا نہ ہو۔

یہ کہکر میں نے وہ تعویذ اوتیتسو کے ہاتھ سے لیلیا۔ یہ تعویذ ایک خوبصورت ریشمی کپڑے کی تہوں میں ہستیا ہوا تھا پہلے تو میں نے اسے اپنے لبوں سے لگاکر خوب بوسے دئے۔ اور پھر خوب سونگھا۔ کیونکہ اس میں معشوق کے پسینہ کی خوشبو آتی تھی۔

بعد میں معلوم ہوا کہ وہ تعویذ درحقیقت اوتیتسو کی والدہ کا تھا جسنے اوتیتسو کی ولادت کے وقت اس کے گلے میں پہنا دیا تھا۔ اس تعویذ کی نسبت صدیوں سے اعتقاد چلا آتا تھا کہ اس میں نہایت زبردست طلسمی

ہوتیں ہیں۔ اور اگرچہ جاپان میں لاکھوں تعویذ موجود ہیں مگر اس کے مقابلہ کا کوئی دوسرا تعویذ مشکل سے نکلے گا۔ اگر مجھے اس تعویذ کی تاریخی کیفیت معلوم ہوتی تو میں باوجود اوتیتسو کے اصرار کے بھی اُسے اس کی حفاظت سے محروم نہ رکھتا۔

اعتقاد کے کرشمے عجیب ہوتے ہیں میں جانتا ہوں کہ جب سے وہ تعویذ اوتیتسو کے پاس سے جدا ہوا اسی وقت سے اسپر اور مجھ پر مصیبتیں نازل ہونا شروع ہوگئیں۔

ادہر تو میں نے وہ تعویذ اوتیتسو سے لیکر اپنی جیب میں رکھا اور اُدہر ایک عورت کی آواز سنائی دی جو اوتیتسو کا نام لیکر پکار رہی تھی۔

اب فقط اتنا وقت تھا کہ میں اوتیتسو کو اپنے سینہ سے لپٹا کر اسکے لبہائے شیریں کا ایک دلنواز بوسہ لوں۔ اور یہ تقاضا کروں کہ کل ضرور یہاں پھر آنا۔ اسکے بعد اوتیتسو گھر کی طرف دوڑی اور میں اس تاریک جنگل میں اکیلا رہ گیا۔

تھوڑی دیر بعد میں نے اوتیتسو اور اس عورت کی باتیں سنیں۔ اوتیتسو کے خفیف سے قہقہہ کی آواز بھی سنائی دی۔ اس کے بعد ایک سکوت طاری ہوگیا اور مجھے خیال ہوا کہ وہ دونوں گھر میں داخل ہوگئیں ہیں۔ اسوقت ملک عظیم الجثہ چمگادڑ نمودار ہوا اور آہستہ آہستہ میرے سر پر چکر لگانے لگا۔ مجھے یہ جانور دیکھکر کسی قدر دہشت سی معلوم ہوئی اور میں سہم کر وہیں بیٹھ گیا بلکہ میں نے اوپر منہ اُٹھا کر اس جانور سے یہ بھی کہا

"اے بدصورت جانور! اگر تو دائمی اسکے بھائی کی روح ہے جو اسطرح سروں پر منڈلا کر ہماری باتیں سن رہی تھی تو میں تیری کوئی پرواہ نہیں کرتا

درندہ جیسی کسی جنی چیز کو خاطر میں نہیں لاتا۔ جا اور ان لوگوں کو ڈرا جن کے دل میں محبت نہ ہو۔ ہمارے دل محبت سے معمور ہیں۔ اور ہم اسقدر بزدل نہیں کہ ایسی جنی طاقتیں ہم پر غالب آجائیں۔

معلوم نہیں کیا بات تھی۔ میرے خیالات کا جواب تھا یا کیا کہ عین اسی وقت اس مکروہ جانور نے ایک تیز چیخ ماری اور غائب ہو گیا۔

اس کے بعد میں نصف گھنٹہ تک وہاں اور بیٹھا رہا اور کسی قسم کی کوئی حرکت نہ کی۔ میرے نزدیک یہ بانسوں کا جھنڈ محبت کی دیوی کا مندر تھا جہاں میری محبوبہ نے اپنے پیارے ہاتھوں سے وہ طلسمی تعویذ دیا تھا جو اسوقت میرے گلے میں آویزاں تھا۔ اسکے بعد میں راستہ ٹٹولتا ہوا وہاں سے نکلا اور خاموشی کے ساتھ دوسری طرف نکلکر بہ سہولت تمام سڑک پر آگیا۔

بابِ گیارھواں

جوشِ جنوں

میں اس رات کو پاکوہامہ ضرور گیا مگر یہ یاد نہیں کہ وہاں کس طرح پہونچا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گلی کوچوں کے خطرات سے کوئی غیر معلوم قوت میری حفاظت کر رہی ہے۔ میرا دل بیحد مسرور تھا۔ جسوقت مجھے او تیتسو کی محبت بھری اور بھولی بھولی باتیں یاد آتی تھیں تو میری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہتی تھی۔ جو وعدے اس نے کئے انہیں یاد کرکے میں پھولا نہ سماتا تھا۔ واقعی ہر تکلیف کے بعد راحت ضرور ملتی ہے۔ اگر میں دل پر تکلیف نہ اٹھاتا تو مجھے شام کو یہ راحت نہ ملتی۔ اثنا سفر میں صرف ایک واقعہ پیش آیا جو قابل

کرہے ۔

جب میں ٹرین سے اتر کر اپنی کوٹھی کی طرف گیا تو تھوڑی دور ایک
ڑک پر جہاں آمدورفت کم ہوتی ہے مجھے ایک عجیب و غریب فقیر نظر آیا جیسا
ں نے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ یہ شخص عمر میں بہت بوڑھا تھا۔ اور چونکہ اسوقت
اندنی خوب کھیت کئے ہوئے تھی۔ اسلئے میں اسکے مضحکہ انگیز چہرہ کی ہر تفصیل
بی دیکھ سکتا تھا۔

اس شخص کا چہرہ لانبا اور دبلا تھا۔ بکرے کی طرح چھوٹی سی داڑھی ٹھڈی
گی ہوئی تھی مگر بال کسی قدر لمبے تھے۔ یہ شخص بہت ہی بوڑھا تھا اور جو گیروے رنگ
کے کپڑے وہ پہنے تھا اور جو اسکے جسم پر رسیوں کے ٹکڑوں سے بندھے ہوئے تھے
ہ بھی تقریباً اتنے ہی پرانے تھے جتنا کہ وہ بوڑھا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک لمبا
ا تھا جس کے سہارے سے وہ چلتا تھا۔ مگر اس عصا میں یہ عجیب بات تھی
وہ نیچے سے دو شاخہ تھا۔

وہ نکبت و ادبار مفلسی و ناداری اور آلام و مصائب کا مجسم نمونہ دکھائی
یتا تھا۔ اس نے مجھے دیکھکر بھیک مانگنے کے لئے ہاتھ پھیلایا تو میں نے اُس کے
تھ میں جو کچھ میری جیب میں اسوقت موجود تھا سب رکھدیا۔

اس کی حاجتمندی کے لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو اس کے نزدیک یہ ایک
ت بڑی دولت تھی۔ اور جس دریا دلی سے کام لیکر میں نے اسے یہ رقم دی
ی اس سے اس نے ضرور اندازہ کر لیا ہوگا کہ کوئی مسرت انگیز واقعہ ضرور ایسا
گذرا ہے۔ جو میری اسقدر فیاضی کا باعث ہوا۔ اس شخص نے فوراً کہا کہ میرے
تھ ایک ایسی عورت لگ گئی ہے جو ملک بھر میں سب سے زیادہ وفادار، اطاعت گو
ر کریم النفس ہے۔ اس نے یہ بھی پیشین گوئی کی کہ ہم دونوں شاد و آباد رہیں گے

لیکن یہ آیندہ سرتیں سخت مصائب اور قربانیوں کے بعد حاصل ہو سکیں گی۔

میں اس بڈھے فقیر کی باتوں پر ہنسا اور اپنا راستہ لیا۔ اسے کیا معلوم ہو سکتا تھا کہ بانس کے جنگل میں ہم پر کیا واقعہ گذرا تھا۔ اسے کیا معلوم تھا کہ میری محبوبہ نے کسقدر پیارے پیارے وعدے کئے تھے۔

رات کے چند گھنٹے تو باقی رہ ہی گئے تھے میں بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ بار بار یہ سمجھ میں آیا کہ جس عورت نے اوینتسو کو آواز دی تھی وہ غالباً اسکی خادمہ ہو گی جو اسے تلاش کرتی ہوئی گھر سے نکل آئی تھی۔ لیکن مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ وہ عورت قابل اعتماد تھی یا نہیں۔ اگر میں اس بارہ میں اوینتسو سے اسکے جانے سے پہلے دریافت کر لیتا تو مجھے اسوقت زیادہ اطمینان ہوتا۔ لیکن جب اس عورت نے اوینتسو کا نام لیکر پکارا تھا تو وہ اس قدر گھبرا گئی تھی کہ میں اس سے کچھ بھی دریافت نہ کر سکا۔ اور اب اس بارہ میں مزید معلومات حاصل کرنا قطعی ناممکن تھا۔

اب مجھے جو کچھ کرنا تھا وہ یہ تھا کہ اوینتسو کو بھگا لانے کا کوئی معقول انتظام کروں۔ میں علے الصباح اٹھا اور ٹرین پر سوار ہو کر ٹوکیو کی طرف روانہ ہو گیا۔ اور پہاڑی والے مندر میں پہونچکر بڈھے استاد کو تلاش کیا۔ میں نے اس سے بانسوں کے جنگل میں اوینتسو سے ملاقات کرنیکا پورا پورا حال بیان کر دیا۔ اور جو کچھ آپس میں قول وقرار ہوئے تھے وہ بھی بیان کر دیئے۔ میں نے اس سے یہ بھی بیان کر دیا کہ آج رات کو میں اُسے بھگا لے جاؤں گا۔ اور اس بارہ میں اُس سے مشورہ اور مدد طلب کی۔ کمزور سی نے پہلے تو کیف

شش و پنج کا اظہار کیا یا ممکن ہے بظاہر ایسا کیا ہو۔ لیکن تھوڑی سی
ترغیب دینے کے بعد وہ بہت جلد میری ہر خدمت کے لئے آمادہ ہو گیا
سب سے زیادہ تو ضروری یہ بات تھی کہ اُسنے مجھے شہر کے ایک آدمی کا
پتہ بتایا جو کچھ رقم لیکر اس بات پر آمادہ ہو جائیگا کہ میری خدمات
انجام دے۔ فقیر نے مجھے مشورہ دیا کہ میں اس شخص کے پاس جاؤں اور
اس سے دو نفر "کرونہ" ردسی گاڑی رکشا کی وضع کی کھینچنے والے آدمیوں کا انتظام
کراؤں۔ جمع کرونہ بالسونکے جھنڈ کے پاس کھڑے رہیں گے۔ اس نے مجھے
ایک عورت کا بھی پتہ بتایا جو یاکوہامہ ریلوے کے اسٹیشن کے قریب رہتی
ہی۔ اور مجھ پر زور دیکر کہا کہ میں او تیتسو کو لے کر اس عورت کے مکان میں
چلا جاؤں۔ اور اسوقت تک وہیں رکھوں جب تک ہماری شادی کا انتظام
نہ ہو جائے۔ اور اگر جاپان میں ایسا نہ ہو سکے تو موقع دیکھکر اسے ہندوستان
نکال لیجاؤں۔ یا چین کو چلا جاؤں۔ اس عورت کے نام بڈھے کیوری نے
ایک خط لکھا اور کہا کہ جب میں او تیتسو کو اس عورت کے حوالہ کردوں تو یہ
خط بھی اسکو دیدوں۔

اسکے بعد وہ نیک فقیر اور میں دونوں خاموشی کیساتھ ایک دوسرے
سے رخصت ہوئے لیکن دونوں کے دل بھر آئے۔ اب دوسری ملاقات ہونے
سے پہلے ہمیں ایک بہت ہی خطرناک کارروائی کرنا تھی۔ جس کے نتائج کی نسبت
کوئی پیشین گوئی نہیں کی جاسکتی تھی۔ فقیر نے میری کامیابی کے لیے دعائیں مانگیں
اور مجھے یقین تھا کہ وہ اس قدر نیک آدمی ہے کہ اس کی دعائیں اُس کے
دیوتاؤں کے دربار میں ضرور پوری ہوں گی۔

میں وہاں سے روانہ ہو کر اُس شخص کی تلاش میں نکلا۔ جس سے وہ نفر

کرونہ کش لینا تھے - اور بغیر کسی دقت کے میری اس شخص سے ملاقات ہوگئی - یہ شخص ایک ادنیٰ قسم کے ریسٹراں کا مالک تھا۔ یہ شخص چینی زبان جانتا تھا - اور چند منٹ کی گفتگو کے بعد اس نے دس گنا کرایہ پر دو کرونہ کش آدمی دینے کا وعدہ کرلیا - میں نے اسکا مطالبہ پورا کر دیا اور بغیر کسی دقت کے معاملہ طے ہو گیا -

اسکے بعد میں نے ایک دوکان پر اوتینتو کے لئے ایک بھاری کشمیری دوشالہ خریدا تاکہ وہ اس میں اپنا جسم بخوبی چھپا سکے - خریدنا تو ایک معمولی سی بات ہوگئی لیکن جاپان میں یہ کام آسان نہیں کیونکہ وہاں کے دوکاندار بڑے ٹھگ ہیں - اول اول وہ اسقدر قیمت طلب کرتے ہیں کہ خریدار گھبرا جاتا ہے - لیکن کچھ دیر کی رد و قدح اور ایک پیالی چاء پینے کے بعد جب قیمت طے ہو جاتی ہے تو وہ پہلے طلب کی ہوئی قیمت سے کہیں کم ہوتی ہے - الغرض جو کچھ مجھے کرنا تھا وہ سب انتظام خاطر خواہ ہو گیا - اور اب مجھے یہ بھی یاد آیا کہ اس روز میں یاکوہامہ سے چھ فیر کا ایک ریوالور بھی ہمراہ لے آیا تھا - کیونکہ میں نے ارادہ کرلیا تھا کہ اگر اوتینتو کی حفاظت کرنے میں ضرورت پڑی تو فیر کئے بغیر نہ رہوں گا - خدا خدا کر کے وہ طویل دن ختم ہو کر شام ہوئی -

میں وقت مقررہ سے ایک گھنٹہ قبل بانسوں کے جھنڈ میں جا پہونچا - یہ جھنڈ اور اس کی وہ گول صاف جگہ مجھے ہمیشہ یاد رہے گی کیونکہ یہیں ہم دونوں کے قول و قرار ہوئے تھے - مجھے یہ ہی خوف تھا کہ کہیں کوئی غیر متوقع بات ایسی نہ ہو جائے جو میں وقت پر نہ پہونچ سکوں -

اب لحہ بہ لحہ تاریکی ہوتی جاتی تھی - اور چونکہ اسوقت میرے دلی جذبات کی حالت تھی میں وہ اسوقت بخوف طوالت بیان نہیں کرنا چاہتا - پہلے روز جب میں نے اُسکا انتظار کیا تھا اُسوقت کی حالت قطعی مختلف تھی - اُسوقت میں

یہ ہرگز معلوم نہ تھا کہ اگر اونیتسو آئی بھی تو وہ مخالفانہ رنگ میں آئے گی یا مصالحانہ یا محض مجھے الوداع کہنے آئے گی۔

اب مجھے اس کے آنے کا پوری طرح یقین تھا بشرطیکہ اُسے کوئی شخص جبراً نہ روک لے۔ بس جانتا تھا کہ وہ مجھ سے ملنے بخوشی خاطر آئی تھی۔ اور اپنا ننھا سا دل ہاتھوں میں لیے ہوئے مجھے حوالہ کرنے آئی تھی۔

اسوقت مجھے دنیا میں کسی شخص کی خوش قسمتی پر رشک نہیں تھا کیونکہ میں جانتا تھا کہ قسمت کا چہیتا مجھسے زیادہ اور کوئی شخص نہیں حالانکہ میں خود کو اس قابل نہ سمجھتا تھا۔ میری تقدیر محض حسن اتفاق سے بیدار ہوئی تھی۔ بالکل اسیطرح جیسے کوئی راہرو راستہ میں چلا جاتا ہو اور اُسے گرد و غبار میں پڑا ہوا کوئی بیش قیمت ہیرا مل جائے۔

میں اسی قسم کے خیالات میں محو تھا۔ اور وقت منٹ منٹ ہو کر گذرتا چلا جاتا تھا۔ اور جب وہ وقت جو اونیتسو سے ملاقات کے لئے مقرر ہوا تھا گذر گیا تو میں سخت گھبرایا کیونکہ وہ ابھی تک نہیں آئی تھی۔

دفعتاً میرے دل میں مختلف قسم کے خدشات پیدا ہونے لگے۔ کبھی یہ خیال آتا تھا کہ اس نے چلنے کی تیاریاں تو ضرور کرلی ہوں گی گر اسے موقعہ نہیں ملا۔ کبھی یہ خیال آتا تھا کہ ممکن ہے وہ اس فکر میں ہو کہ اپنی تمام بیش قیمت چیزیں ساتھ لائے اور ابھی اسکا موقعہ نہ ملا ہو۔ یا وہ اسقدر بھاری ہوں کہ وہ تن تنہا نہ لا سکے۔ یہ بھی خیال تھا کہ ممکن ہے اسکی سہیلیاں ملنے آگئی ہوں اور وہ ان کی خاطر مدارات میں لگی ہوئی ہو۔ سب سے زیادہ قوی قیاس یہی تھا۔ لیکن اسکے بعد بھی گھنٹے گذر گئے۔

اب میں بانسوں کے جھنڈ میں کیقدر آگے بڑھا۔ اور جھک کر پتوں کے نیچے کو

اوتیتسو کے مکان کی طرف دیکھا۔ معلوم ہوا کہ اندر روشنی ہو رہی ہے۔ مگر وہ
روشنی اسقدر کم تھی کہ اسے دیکھکر قطعی یقین نہیں ہو سکتا تھا کہ اس گھر میں کسی
کی مہمانداری ہو رہی ہے۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ مہمانوں کی وجہ سے نہیں بلکہ
کسی اور وجہ سے اوتیتسو نہیں آسکی۔ لیکن وہ وجہ کیا ہو سکتی ہے؟

کیا یہ ممکن ہے کہ گھر جا کر اوتیتسو کو یہ خیال آیا ہو کہ اس طرح چوروں اور
اوباش عورتوں کی طرح بھاگ کر جانا خلاف شان ہے۔ اور اس نے اپنا ارادہ
بدل دیا ہو میرے لئے اس قسم کا خیال دل میں لانا کسی قدر شرم انگیز تھا۔ اسلئے
میں نے یہ خیال فوراً دل سے نکالدیا۔

اس کے بعد ایک گھنٹہ اور گذر گیا اب میرے دل سے تمام خیالات محو
ہو گئے۔ میرا دماغ معطل ہو گیا۔ میں اسوقت گویا ایک لاشۂ بیجان تھا۔ اندھیرے
میں رات تکتے تکتے میری آنکھیں پتھرا گئیں۔ مجھے اب وقت کا بھی کچھ خیال نہ رہا۔
مجھے کچھ معلوم نہ ہوتا تھا کہ منٹ زیادہ جلدی جلدی گذر رہے ہیں یا گھنٹے۔
لیکن میں اسقدر ضرور جانتا ہوں کہ اگر میں اس تاریک اور سنسان
جنگل میں کچھ دیر اور انتظار کرتا تو میرا دماغ ماؤف ہو جاتا۔ یقیناً میں
پاگل ہو جاتا۔

اب میرے دل نے مجھے اکسایا کہ اوتیتسو کے مکان میں گھس کر دیکھوں
کہ وہاں کیا ہو رہا ہے اور خود جا کر دریافت کروں کہ کیا اوتیتسو نے اپنا
قول و قرار توڑ دیا۔ یہ ارادہ بیحد خطرناک تھا۔ مگر میرے سر پر ان بڑ
جن سوار ہو رہا تھا۔

میں فوراً اوتیتسو کے مکان کی طرف چل دیا۔ لیکن بہت احتیاط کے ساتھ
پاؤں رکھتے ہوئے میں نے بانس کا جنگل طے کیا۔ اس کے بعد میں نے جلدی ج

چاروں طرف دیکھا اور یہ معلوم کر کے کہ اسوقت چاندنی رات میں وہاں
کوئی نظر نہیں آتا میں پگڈنڈیوں اور چھوٹے چھوٹے پلوں پر سے گذرتا ہوا
بزودی تمام آگے بڑھا - اور مکان کے عقب میں جو باغیچہ تھا اس میں جا پہونچا
چونکہ جاپان میں عام طور پر لکڑی کی عمارتیں بنائی جاتی ہیں - اور دیواروں
میں چوبی ڈھانچوں پر موٹا کاغذ منڈھا ہوتا ہے - اس لئے اگر کوئی شخص مکان
میں جبراً گھسنا چاہے تو چنداں دقت پیش نہیں آتی -

میں نے اپنی جیب سے چاقو نکالا اور اسکا پھل دو پردوں کے درمیان
ڈالکر آہستہ سے گھمایا تو دونوں تختے الگ ہو گئے - اس کے بعد سب کام آسان
تھا - یعنی میں نے اپنے ایک ہاتھ سے ایک تختہ ہٹا کر ایک طرف رکھدیا
اور مکان میں داخل ہو گیا -

یہ کمرہ اس وقت بالکل خالی تھا - اور بجز اس روشنی کے جو میرے پیچھے داخل
ہونے والی چاند کی شعاعوں سے پیدا ہو گئی تھی - اس کمرہ میں بالکل تاریکی تھی -
میں فرش پر سے چپ چاپ دبے پاؤں گذر گیا - اور ایک دوسرے
کمرہ میں داخل ہوا - جہاں ایک لالٹین روشن تھی - لیکن یہ کمرہ بھی
خالی تھا -

مجھے اسوقت یہ یاد آیا کہ جس روز سمندری میلہ تھا اس روز رات کو
میں نے بالائی منزل کی ایک کھڑکی میں ادتیسٹو کو دیکھا تھا - میں فوراً دبے
پاؤں اوپر چڑھ گیا اور سامنے والے کمرہ میں داخل ہوا - یہاں دھیمی روشنی
تھی - یہاں میں نے ایک لڑکی کو دیکھا جو ایک چھوٹے سے مندر کے سامنے دوزانو
بیٹھی ہوئی تھی - اس مندر کے اندر ایک چھوٹا سا لیمپ روشن تھا - اور سبھی

لوحیں بہی رکہی ہوئی ہیں - جاپان کا یہ قاعدہ ہے کہ خاندان میں جو شخص مرجا
ہے - اس کے نام کی ایک لوح رکہہ لیتے ہیں - اور ان الواح کا اسی طرح احت
کیا جاتا ہے جیسے بزرگوں کی ارواح کا -

میں نے تہوڑی دیر چوکہٹ پر توقف کیا - اور اس لڑکی کو پریشان کر
پسند نہ کیا - میں نے کان لگا کر سننا چاہا کہ وہ آہستہ آہستہ کیا کہہ رہی ہے - لیک
میری سمجہ میں کچہ نہ آیا - جب میری آنکھوں کو تاریکی میں کافی طور پر نظر آنے لگ
تو میں نے دیکہا کہ کمرہ میں جو لڑکی ... الو بیٹھی ہوئی ہے وہ اوٹیٹسو نہیں ہے
گرچہ اسکی پشت میری طرف تہی تاہم ...

اس کے بعد میں اندر گہسا ا... کے شانہ پر ہاتہہ سختی سے رکہ
... دیکہا ...
وہ عورت چیخ اٹہی اور دوسری طرف کو ہٹ گئی - میں نے اس سے جینی زبا
میں دریافت کیا کہ اوٹیٹسو کہاں ہے لیکن وہ بالکل جواب دے سکی - یا تو و
مجہسے اس قدر خوفزدہ ہوگئی تہی کہ بول نہ سکی اور یا وہ میری بات نہیں سمجہ سکی
اب میں نے اس سے مزید سوالات کو نا فضول سمجہا اور یہیں کمرہ سے نکل کر
زینہ پر سے اترنے لگا -

اتنی بات اچہی تہی کہ زینہ پر بہی فرش بچہا ہوا تہا ورنہ لکڑی کے زینہ پر
اترتے ہوئے ضرور شور پیدا ہوتا - بہر حال کچہہ تو اس وجہ سے کہ زینہ
فرش بچہا ہوا تہا اور کچہہ اس وجہ سے کہ میں خود سنبہل سنبہل کر بالکل بے
چاپ اور دبے پاؤں اتر رہا تہا کسی قسم کی آواز نہ پیدا ہوئی -

لیکن جونہی میں نے تہہ زمین منزل کے کمرہ میں قدم رکہا تو کیا دیکہتا ہوں
مجہہ سے تقریباً تین گز کے فاصلہ پر ایک لالٹین کے پیچہے ایک مرد کہڑا ہوا ہے
اور اس کے داہنے ہاتہہ میں ایک جاپانی ننگی شمشیر ہے -

وہ شخص میری طرف نہایت حیرت واستعجاب اور غضب آلودہ
ﻧﻈﺮوں سے دیکھہ رہا تھا۔لیکن بُت کی طرح قطعی بےحس وحرکت تھا۔

باب نا رضوان

نامنظور

میں جانتا تھا کہ بہت سے جاپانی اپنی تلوار کے استعمال کرنے میں نہایت
ﭼﺎﺑﮏ‌ﺩﺳﺘﯽ سے کام لیتے ہیں۔اس تلوار کا پھل اگرچہ چھوٹا ہوتا ہے مگر بہت بھاری
ہوتا ہے۔اور وہ اس کی دھار کو استرے کی دھار کی طرح تیز کر لیتے ہیں۔اور
اس طرح اس تلوار کی ایک ہی ضرب میں انسان کا سر تن سے جُدا ہوجاتا
ہے۔ یہ حالت دیکھکر میں نے اپنی جیب سے فوراً ریوالور نکال لیا۔اور اُس
شخص کے سامنے تول کر کھڑا ہو گیا۔

میں :- اگر تم نے میری طرف ایک قدم بھی بڑھایا تو خود کو مردہ سمجھہ لینا۔
مجھے یقین تھا کہ وہ شخص اد ینتو کے بھائیوں میں سے ایک ہے اس کی
عمر تقریباً پچیس برس کی تھی۔اور سلیقہ کے ساتھہ عمدہ یوروپین لباس
پہنے ہوئے تھا۔اس کے ہاتھہ پاؤں مضبوط اور جسم طاقتور تھا۔اسکا قد
لمبا تھا۔اور وہ میری طرف نہایت سخت اور غضبناک نظروں سے دیکھہ
رہا تھا۔اس سلئے میں اس کی نسبت کوئی اچھی رائے قائم نہیں کرسکتا تھا۔
بالآخر اس شخص کے بھی لب ہلے اور اس نے مجھہ سے چینی زبان میں
دریافت کیا :-

میں :- کیا تم کوئی چور ہو۔جو رات کے وقت میری دولت چُرانے

میرے گھر میں اس طرح نقب لگاکر گھسے ہو۔

میں:۔ قبل اس کے کہ میں آپ کو اس بات کا جواب دوں آپ اپنے ہاتھ سے یہ تلوار زمین پر پھینک دیجئے اور پیچھے ہٹ کر دیوار سے لگ جائیے۔

اس حکم کی تعمیل میں اُس نے پس و پیش کیا اور میں دیکھتا تھا کہ اس کی انگلیاں تلوار کے قبضہ کے گرد حرکت کر رہی ہیں۔ اور اس کے چہرہ پر جو ایک رنگ آتا اور ایک جاتا تھا اس سے میں اندازہ لگا رہا تھا کہ وہ اپنے دل میں یہ سوچ رہا ہے کہ تلوار ہاتھ سے پھینک دے یا نہ پھینکے۔ بلکہ غالباً وہ یہ سوچ رہا تھا کہ یکایک وہ تلوار میرے سر پر دے مارے۔

میں نے یہ حالت دیکھکر اُسے فوراً حکم دیا کہ باز وہ ہاتھ ہلائے بغیر اپنی تلوار زمین پر پھینک دے ورنہ میں اس کو گولی مار دوں گا اس نے خوب غور سے میری طرف دیکھا اور میرے بشرہ سے وہ سمجھ گیا کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ عمل میں لانیکا پختہ ارادہ رکھتا ہوں۔ اس کے بعد اس نے اپنی تلوار زمین پر پھینک دی اور جطرح میں نے کہا تھا اسی طرح وہ پیچھے ہٹ کر دیوار سے لگ کر کھڑا ہو گیا۔ میں نے آگے بڑھکر وہ تلوار اٹھالی اور کاغذی دیوار کے سوراخ میں سے باغ میں پھینک دی اور اپنا پستول بھی جیب میں ڈال

اس کے بعد میں جاپانی طریقہ سے اس کے سامنے آداب بجا لایا اور چینی زبان میں یوں کہا:۔

میں:۔ جناب من! آپ کا خیال قطعی غلط ہے کہ میں ایک چور ہوا

اور آپ کی دولت چرانے کی نیت سے آپ کے گھر میں گھس آیا
ہوں۔ میں یہ بات تسلیم کرتا ہوں کہ جن حالات میں آپ مجھے یہاں
دیکھ رہے ہیں اس سے خواہ مخواہ یہی شبہ پیدا ہوتا ہے کہ میں چور
ہوں۔ لیکن حقیقت یہ نہیں ہے۔ اب رہی یہ بات کہ میں آپ کے
گھر میں کیوں گھسا اور مسلح کیوں ہوں۔ اس کا جواب میں خود دیتا ہوں
میری صورت سے غالباً آپ کو یہ معلوم ہو گیا ہو گا کہ میں جاپانی نہیں
ہوں۔ میں ہندوستانی ہوں۔ اور مجھے اس بات پر فخر و ناز ہے کہ مجھے
آپ کی سوتیلی بہن او تتسو سے شرف نیاز حاصل ہے۔
شخص :۔ ممکن ہے کہ یہ بات آپ کے لئے باعث شرف و ناز ہو۔ مگر
او تتسو کے لئے ہرگز نہیں ہو سکتی۔
میں :۔ خیر اس بات پر زیادہ بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔
لیکن میں آپ سے اس قدر عرض کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ آج مجھے اُنکے
پاس سے ایک پیغام موصول ہونے کی توقع تھی۔ چونکہ وہ پیغام نہیں
پہنچا اور میں بہت دیر تک انتظار کرتا رہا اس لئے مجھ سے یہ بیوقوفی
اور گستاخی ہوئی۔ کہ میں اس غیر وقت ایک ناخواندہ اور نامطلوب
مہمان کی طرح اس کے گھر میں دندانہ گھستا چلا آیا۔ اور یہ ایک اتفاقیہ
امر ہے کہ اسوقت میرے پاس ریوالور تھا۔ مگر یہ اتفاق خوش قسمتی سے
بہت اچھا ثابت ہوا ورنہ میں غالباً آپ کی شمشیر براں کے گھاٹ
اتر گیا ہوتا۔
میری باتیں سنکر وہ شخص کیقدر ہنسا اور بولا :۔
شخص :۔ میرے خیال میں آپ اسی بات کے مستحق تھے کیونکہ آپ

اس قدر رات گئے اور اس طریقہ سے ایک غیر شخص کے مکان میں گھس آئے۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ آپ کے ملک میں اس قسم کا قاعدہ ہو گا۔

میں :۔ ہمارے ملک میں بھی اس قسم کا کوئی قاعدہ نہیں۔ اور میں نہایت عاجزانہ طور پر آپ سے اپنی اس حماقت آمیز اور خلاف قاعدہ عمل کی معافی مانگتا ہوں۔ مگر آپ جانتے ہیں کہ میں ایک جوان آدمی ہوں اور میں آپ کی خدمت میں ایک تجویز پیش کرنا چاہتا ہوں بشرطیکہ آپ اسے شرف قبولیت بخشیں۔ لیکن اس وقت کی عجیب و غریب اور مضحکہ انگیز ملاقات کا موقع متقاضی نہیں کہ میں کچھ عرض کروں۔ اگر آپ مجھے کل کسی وقت ملاقات کا موقع دیں تو میں نہایت خوشی سے حاضر ہوں گا۔

شخص :۔ اگر آپ کو کچھ کہنا ہے تو بس یہی موقع بہت کافی ہے۔ آپ فوراً کہہ ڈالیں۔ میں اس وقت آپ کے بس میں ہوں اور مجبور ہوں کہ جو کچھ آپ فرمائیں سنوں۔

میں اس وقت بات کرنے سے کچھ ہچکچاتا تھا۔ کچھ عرصہ تک سکوت رہا اور جب میری حالت کسی قدر درست ہو گئی تو مجھے بولنے کی جرأت ہوئی۔ اس وقت کا منظر بھی عجیب و غریب تھا۔ ایک خالی کمرہ میں جو کسی قسم کے فرنیچر سے بھی محروم تھا۔ ہم دو آدمی آمنے سامنے کھڑے تھے۔ ہم دونوں میں تقریباً چھ گز کا فاصلہ ہو گا۔ اور ایک رنگین اور بوسیدہ فانوس کا غذی کی روشنی ہمارے سروں پر پڑ رہی تھی۔ شکستہ کاغذی دیوار کے رخنہ سے جس میں سے میں نے باغ میں وہ تلوار

چھینکی تھی۔ میں باغ کے درختوں پر ٹھنڈی چاندنی چمکتے ہوئے دیکھتا تھا اور میں یہ بھی محسوس کرتا تھا کہ ادبشتو زینہ پر کسی جگہ کھڑی ہوئی ہماری باتیں سن رہی ہو گی۔ مگر میں اس قدر جرأت نہیں کر سکتا تھا کہ اس طرف منہ پھیر کر دیکھوں۔

چونکہ اس وقت میرے کوٹ کی جیب میں بھرا ہوا ریوالور موجود تھا۔ اس لئے مجھے اس بات کا کافی حوصلہ تھا کہ میں اس شخص سے اس کی بہن کے نکاح کی درخواست کروں۔ لیکن یہ اس وقت مشکل کام تھا۔

میں :۔ آپ دیکھتے ہیں کہ اسوقت میرا حوصلہ نہیں پڑتا کہ میں آپ کی خدمت میں کچھ عرض کرنے کی جرأت کروں۔ کیونکہ جو بات میں عرض کرنا چاہتا ہوں وہ ایسے دو شخصوں کے درمیان ہونا چاہئیے جن میں مصالحت ہو۔ اور اسوقت بظاہر ہم دونوں دشمن ہیں۔ لیکن جب ضرورت شدید لاحق ہو تو پھر اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں کہ جو کچھ دل میں ہو وہ بیان کر دیا جائے۔ میں لکھنؤ کا رہنے والا ہوں۔ میرا نام حسن علی ہے۔ میسرز حاجی حسن دادا اینڈ کمپنی کی کوٹھی کی شاخ کا منیجر ہوں۔ پہلے شنگھائی میں تھا مگر اب چند روز سے باکو ہا ... تبدیل ہو کر آگیا ہوں۔ قوم کا شریف مسلمان ہوں۔ نوجوان ہوں اور خاندانی عزت رکھتا ہوں۔

شخص :۔ میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے اسقدر معلومات بہم پہنچائی۔

اس کے بعد اس نے جھککر مجھے آداب عرض کیا (غالباً طنزاً)

اور میں نے بھی ایسطرح جواب دیا۔

میں :۔ اس تفصیل میں پڑنے کی چنداں ضرورت نہیں کہ کسطرح اور کب مجھے آپ کی سوتیلی بہن کی زیارت کرنے کا خوش قسمتی سے موقعہ ملگیا تھا۔ جس دن میری نظر اس لڑکی پر پڑی تھی وہ زندگی کا ایک بہترین یادگار دن ہوگا۔ میں نے اس کے بشرہ اور اوضاع و اطوار سے اندازہ کرلیا کہ وہ ایک شریف زادی اور مکمل عورت ہے جس کا قدرتی نتیجہ یہ ہوا کہ میں اس کے لئے اُسی وقت سے بیقرار ہوں۔ اور ہمیشہ میری محبت کی یہی حالت رہے گی۔ اسوقت میری خواہش سچے دل سے یہ ہے کہ کسی صورت سے میں اس لڑکی سے شادی کر دوں!

شخص :۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ واقعی چور ہیں۔ کیونکہ آپ بھرا ہوا ریوالور میرے سینہ پر تول کر مجھ سے میری بہن جبراً طلب کرنے تشریف لائے ہیں۔

میں :۔ (بگڑ کر) یہ خیال آپ کا قطعی غلط ہے۔ میں اس بات سے خوب واقف ہوں کہ آپ اور آپ کے دوسرے بھائی نے یہ ارادہ کرلیا ہے کہ اس غریب اور بے بس لڑکی کو اپنی جاہ طلبی کی قربانگاہ پر بھینٹ چڑھا دیا جائے۔ یعنی اپنی عزت و جاہ کے بالعوض آپ اس کو فروخت کرنا چاہتے ہیں۔ یعنی اس کو سترہ سال کی عمر میں آپ نے بازار میں لاکر کھڑا کردیا ہے کہ جو شخص آپ کا مطالبہ ادا کردے وہ اس کو خریدے۔ میں بھی اسکا ایک خریدار ہوں۔ اور میں اس کی قیمت اگر آپ منظور کریں تو پانسو اشرفیاں ادا

ینے کو تیار ہوں۔

یہ سُنکر وہ شخص کسی قدر چونکا۔ ممکن ہے حیرت کی وجہ سے
یسا ہوا ہو۔ کیونکہ جاپان میں پانسو پونڈ ایک بہت بڑی دولت
ہے۔ چنانچہ اس کے بعد جو جواب اس نے مجھ کو دیا تو اس کا
ث لہجہ قطعی بدل گیا تھا۔
شخص :۔ جناب! میں اپنی غلطی کو تسلیم کرتا ہوں کہ میں نے آپ کے
ہاں تشریف لانیکا مطلب کچھ اور سمجھا تھا۔ اگرچہ آپ کی باتیں
سی قدر سخت اور خلاف قاعدہ ہیں مگر آپ کی نیت نیک
ہے۔ آپ نے جو مجھے نہایت دریا دلی سے کام لیکر میری بہن
کے بالعوض پانسو اشرفی پیش کی ہیں میں اس کا شکریہ ادا کرتا ہوں
مگر میں یہ منظور نہیں کر سکتا۔ ہم نے او تیتسو کے لیئے اس سے بہتر
ر تجویز کر لیا ہے۔ اور اب چند ہی روز میں اس کی شادی
ہو جائے گی۔ بس اس بارہ میں کچھ اور کہنے کی ضرورت نہیں"
جو کچھ اس شخص نے کہا خیر وہ تو کہا ہی مگر جس طریقہ سے کہا
اس سے میں قطعی مایوس ہو گیا۔ میں اپنی طلاقت لسانی سے پورا پورا
کام لے چکا تھا اور اب مجھے بہت بڑی امید تھی کہ وہ میری بات
منظور کر لے گا۔ مگر اب اس کی باتیں سُن کر وہ قصر امید سراسر
منہدم ہو گیا۔ میں نے خیال کیا تھا کہ میں اسے دولت کا لالچ دے کر
اپنے قابو میں لے آؤں گا۔ اور واقعی میں نے ارادہ کر لیا تھا کہ
جو کچھ بھی دولت میرے پاس ہے وہ سب اس شخص کے قدموں میں
ڈالدوں۔ اگر میرے پاس موجودہ دولت سے یکصد گنا بلکہ ہزار گنا

دولت بھی ہوتی تو میں اوبتسو پر سے وہ بھی قربان کر دینے سے ہرگز
دریغ نہ کرتا۔ میں خدا کا شکر ہے جوان تھا۔ اور جب میرے قبضے
میں ایک ایسی نیک شریف، اور تمام اوصاف حمیدہ سے متصف
بیوی آجاتی تو میں بغیر دولت کے بھی ایک بہشتی زندگی بسر کرتا۔ بلکہ
خوشی خوشی محنت کر کے اور زیادہ کما لیتا لیکن میں اُسوقت
تک شکست کا منہ ہرگز دیکھنا نہیں چاہتا تھا جب تک میرے وسائل
ختم نہ ہو لیں۔ اور ایک دور اندیش سپاہی کی طرح میرے پاس
ابھی کچھ کارتوس محفوظ تھے۔ لہذا میں نے ہمت کر کے پھر کہا:۔
میں :۔ اچھا تو میں اپنی پیش کردہ رقم کی مقدار ساڑھے سات
سو پونڈ کئے دیتا ہوں اور یہ تمام رقم میں کل ہی ادا کر دوں گا۔"
شخص :۔ وعدہ کر کے بلا وجہ توڑ دینا انتہائی بے غیرتی کی بات ہے
اس لئے میں پھر آپ کی پیش کردہ رقم کو نامنظور کرتا ہوں۔
میں :۔ اس کا انحصار تو وعدہ کی نوعیت پر ہے۔ آپ میرے سامنے
یہ بات ہرگز نہیں کہہ سکتے کہ جو وقت آپ نے اوبتسو کی شادی
کر دینے کا وعدہ کیا تھا اُسوقت آپ کے دل میں سب سے بڑا
خیال اپنی بہن کی عیش و راحت کا تھا۔
شخص :۔ ہاں میں کہہ سکتا ہوں کہ بیشک ہمارے دل میں یہ
خیال نہیں تھا۔ جب جاپانیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ عورت کا فرض
اولین یہ ہے کہ وہ اپنی ذات کا نہیں بلکہ کنبہ کی بھلائی کا خیال
رکھے۔ اور اس ملکی رسم و رواج کا ذمہ دار آپ مجھ کو قرار نہیں
دے سکتے۔ ممکن ہے کہ آپ کو یہ بھی معلوم نہ ہوگا اس ملک میں یہ بھی

رواج ہے کہ ایک لڑکی اپنے والدین یا کنبہ کی مالی مشکلات رفع کرنے کے لیے رنڈی یا کسبی بنجائے۔

میں:- ہاں جب میں نے جاپانی دختروں کی اسقدر عظیم الشان قربانی کا حال سنا تو مجھے سخت صدمہ ہوا۔ میرے خیال میں کسی دوسری قوم کی لڑکی اس قدر قربانی نہیں کر سکتی۔ لیکن اوتینتو کا معاملہ دوسرا ہے۔ آپ مالی مشکلات میں ہرگز مبتلا نہیں۔ آپ ہرگز دیوالیہ نہیں ہیں۔ آپ اس غریب اور بے بس لڑکی کو محض اپنی جاہ طلبی پر قربان کر دینا چاہتے ہیں۔ آپ اگر اوتینتو سے دریافت کریں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ مجھ سے کس قدر محبت کرتی ہے۔

افسوس ہے کہ ساڑھے سات سو پونڈ اور اپنی بہن کی عیش و راحت کو پسند نہیں کرتے۔ جو کچھ میرے پاس ہے وہ میں بڑی خوشی سے آپ کو دیے دیتا ہوں۔ اب میں اپنی رقم سے ایک ہزار پونڈ کیے دیتا ہوں اور اس بات کا بھی وعدہ کرتا ہوں کہ پانچ سال کے عرصہ میں اتنی ہی رقم آپ کو اور ادا کر دوں گا۔ اس مرتبہ جواب دینے میں جلد بازی سے کام نہ لیجیے۔ خوب سوچ سمجھ کر جواب دیجیے۔ کم از کم صبح تک سوچ لیجیے۔

میں اسوقت اس کی صورت دیکھ کر قطعی اندازہ نہیں کر سکتا تھا کہ اس شخص کے دل میں کیا خیالات آ رہے ہیں۔ کیونکہ اُسکے چہرہ میں کسی قسم کا تغیر و تبدل نمایاں نہیں ہوتا تھا۔ لیکن وہ ایسا شخص نہیں تھا جو اپنے فیصلہ پر دوبارہ غور کرے چنانچہ میں ابھی

اپنی بات ختم ہی کر چکا تھا کہ اس نے کھٹ سے جواب دیدیا۔
شخص ہے۔ میں خوب دیکھتا ہوں کہ آپ کس قدر دریا دلی سے
کام لے رہے ہیں۔ لیکن اگر ہم اپنی بہن کے لئے پیشتر سے بر
تلاش نہ کر چکے ہوتے تو ناممکن تھا کہ ہم آپ کی بات منظور نہ کر
لیتے۔ مگر اب چونکہ معاملہ طے ہو چکا ہے اس لئے ہم سوائے اسکے
اور کچھ نہیں کر سکتے۔ کہ آپ کی تجویز کا شکریہ ادا کرنے کے بعد ہم اسے
نامنظور کر دیں۔ اب اگر مسٹر حسن علی آپ مجھے آگے چلنے کی اجازت
دیں تو میں آپ کو اپنے گھر کا صدر دروازہ دکھائے دیتا ہوں۔

ایک تو مایوسی دوسرے انتہائی درجہ کا غصہ۔ میں اس وقت
بالکل پاگل ہو رہا تھا۔ میرے دل میں آیا کہ اس شخص کی گردن
پکڑ کر دیوار کے سوراخ میں سے باغ میں پھینک دوں۔ جہاں
اس کی تلوار پڑی تھی۔ اور یہ ناممکن نہ تھا۔ کیونکہ ایک تو مجھ میں
اس وقت غیر معمولی طاقت محسوس ہو رہی تھی اور دوسرے وہ کچھ
زیادہ بھاری آدمی نہیں تھا۔ لیکن اگر میں ایسا کرتا تو تھوڑی دیر کیلئے
خوشی تو ضرور حاصل ہو جاتی لیکن میرے لیے اس کے نتائج و
عواقب پسندیدہ نہ ہوتے۔ بس میں نے فقط اس قدر کیا کہ اُسے
ہاتھ سے اشارہ کیا کہ آگے چلکر مجھے راستہ بتا دے۔

عین اسوقت جبکہ اس شخص نے منہ پھیر کر دروازہ کی طرف
راستہ دکھانے کے لئے جانا شروع کیا کسی نے نہایت آہستگی سے میرے
ہاتھ میں کاغذوں کا ایک بنڈل دیدیا۔ میں فوراً سمجھ گیا کہ یہ کام
اس عورت نے کیا ہے جسے میں نے بالائی منزل پر دیکھا تھا۔ مگر میں

س کی طرف دیکھ نہیں سکتا تھا - الغرض میں ایک مکان کے پیچھے
پیچھے اس کمرہ سے اس طرح باہر نکلا گویا کوئی نئی بات ہوئی ہی نہ تھی
ور جب وہ شخص دروازہ کے پاس ہو کر ایک طرف کو کھڑا ہو گیا تو
یں چاہتا تھا کہ رخصت ہوئے بغیر وہاں سے چلا جاؤں کیونکہ اس
قت وہ سخت برافروختہ ہو رہا تھا - اور تکلفات سے کام لینے کی
رف ہرگز مائل نہیں تھا - لیکن میں راستہ پہ بمشکل ایک قدم چلا ہونگا
اس شخص نے مجھے روک کر کہا :-

:- مہربان! ذرا ایک منٹ توقف فرمایئے - دیکھیئے آپ یہ
ہیں کہ یہ معاملہ یہیں بس ختم ہو گیا ہے - اور میں آپ کی دانشمندی
مجھوں گا اگر آپ یہاں سے جانے کے قبل مجھے یہ یقین دلادینگے
آپ ہی اس معاملہ کو بس یہیں ختم سمجھتے ہیں - میں نہیں چاہتا کہ آپ
کسی طرح کی دھمکی دوں - لیکن چونکہ میں ایک سرکاری ملازم ہوں
بحیثیت کافی اختیارات رکھتا ہوں - اس لئے اگر آپ نے اس معاملہ
یں پھر ٹانگ اڑائی تو میں اپنے اختیارات سے کام لینے میں ہرگز
یں و پیش نہ کروں گا -

جب اس شخص نے کہنا شروع کیا تو میں خاموش کھڑا ہو گیا تھا
اب میں اس کی بات کا جواب دیتے ہوئے کسیقدر ہچکچایا -
ونکہ جو بات وہ چاہتا تھا اس کا میں اسے ہرگز اطمینان نہیں
لا سکتا تھا - مگر یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ اسے اپنے ارادوں سے
گاہ کر دوں - اور جھوٹ بولنا بھی پسند نہ کرتا تھا - اسنے میں اس شخص
ے مجھے پھر ٹوکا اور دریافت کیا :-

شخص :۔ جواب دیجئے جناب! کیا ہم اور آپ دشمن ہی رہینگے

میں :۔ وہ بھی سکتے ہیں اور نہیں بھی۔ دونوں باتیں ہو سکتی ہیں لیکن مجھے اس معاملہ پر غور کرنے کے لیے وقت چاہیئے، کیونکہ میں اسوقت غور کرنے کے قابل نہیں ہوں اور یہ نہیں سوچ سکتا کہ میرے لیے کون سی بات بہتر ہو گی۔

شخص :۔ اچھا میں آپ کا مطلب سمجھ گیا۔ خدا حافظ!

اس کے بعد اس شخص نے دروازہ بند کر لیا۔ اور میں وہاں سے قدم بڑھا کر سڑک پر آ گیا۔ یہاں پہونچکر مجھے یاد آیا کہ وہ دو تو "کردنا کش" آدمی جنہیں میں اُجرت پر لایا تھا۔ مقررہ مقام پر میرا انتظار کر رہے ہوں گے۔ اس لیئے میں تیز قدم بڑھا کر اس طرف روانہ ہوا کہ انہیں رخصت کر دوں۔

الغرض آج کا دن جس پر میری تمام مسرتوں کا مدار تھا اِس بُری طرح سے ختم ہوا۔ لیکن مایوس میں اب بھی نہ ہوا۔ پہلی کوشش ضرور ناکام رہی لیکن میرا دل امیدوں سے معمور تھا۔ اور سمجھتا تھا کہ دوسرا اقدام اگر زیادہ احتیاط سے کیا گیا تو بہت ممکن ہے او تیلو میرے ہاتھ لگ جائے۔

باب تیرھواں

"افسانۂ غم"

اس روز میں یا کوہامہ کو واپس نہیں جا سکا تھا۔ اور او تیلو

کان سے تقریباً ایک میل کے فاصلہ پر سڑک کے کنارے. جو سبزہ زار ہے اسپر سو گیا تھا۔ کیونکہ اس رات کو ہاکو ہا مسہ نے والی ٹرین بھی چھوٹ چکی تھی۔ لیکن چونکہ آجکل گرمی کا زمانہ کھلے دن تھے۔ اس لیے کھلے میدان میں سونا خوشگوار معلوم ہوتا تھا اگر کوئی افسوس تھا تو صرف اس قدر کہ میں صبح تک اُن غذات کو نہیں پڑھ سکتا تھا جو مجھے اس خادمہ نے دیے تھے۔

جب دور کے پہاڑوں کی چوٹیوں سے آفتاب عالمتاب پہلی شعاعیں نمودار ہوئیں تو میں نے اُن کاغذات کو پھیلایا غذات باریک کاغذوں کے بہت سے پرزے تھے۔ میں پڑھنے کی کوشش کرنے لگا۔ چینی زبان میں بولل اور سمجھ تو تھا لیکن چونکہ اس میں صدہا پیچیدہ حروف ہیں اس لئے میں تحریروں کے پڑھنے پر پوری طرح قادر نہیں تھا۔ یہ تو مجھے تے ہی معلوم ہو گیا کہ وہ ادجستو کی تحریریں تھیں۔ کیونکہ میں نے کے پہلے خط سے جو میرے پاس موجود تھا ان کاغذوں کا مقابلہ تھا۔

میں نے غور کر کے دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ کوئی مسلسل خط نہیں ہو ت سے غیر مسلسل نوٹ ہیں جو وقتاً فوقتاً باوقات مختلف کئے گئے تھے۔ دوسری دقت یہ تھی کہ ان کاغذوں پر صفحات کے تھے۔ اس لئے میں نے ان کے مضمون کا نہایت مشکل سے سلسلہ کیا۔ پہلا نوٹ حسب ذیل ہے:

میں جسطرح روزمرہ سویا کرتی تھی آج رات کو نہیں سو سکتی میرا

دل مسرتوں سے اسقدر معمور ہے۔ اور میرا دماغ خوشی سے اسقدر
بھرا ہوا ہے کہ نہ تو میں اپنی آنکھیں بند کر سکتی ہوں اور نہ اپنی
چٹائی پر خاموش لیٹ سکتی ہوں۔ صبح ہو چلی ہے فضا میں اڑتے
ہوئے چند پرندوں اور راگن چہچہا رہے ہیں۔ اور اپنے نغموں سے میری
نیند اڑائے دیتے ہیں۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ان بھولے بھالے پرندوں
کو میرے دل کا راز معلوم ہو۔ بہت ممکن ہے کہ انہوں نے بانسوں
کے جنگل میں اپنے آشیانوں کے اندر بیٹھے ہوئے ہماری راز و نیاز
کی باتیں سن لی ہوں۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ اس وقت رات کو بھی
بعض چڑیاں بول رہی تھیں۔ اب اس وقت صبح کو جب یہ چڑیاں
چہچہا رہی ہیں تو وہ اپنے بازو پھٹ پھٹاتے ہوئے آسمان کی طرف
جاتی ہیں اور نیلگوں آسمان میں غائب ہو جاتی ہیں۔ میں بھی خوشی
سے خاموش نہیں لیٹ سکتی۔ ہاں مجھے بھی کھلی ہوا میں نکلنا چاہیے
میں بھی دوڑوں اور کودوں۔ اور ان چڑیوں کی طرح نغمہ سرائی
کرتی ہوئی ٹھنڈے پانی کے چشمے میں کود پڑوں"

میں اس تحریر کا ہر لفظ شوق سے پڑھتا تھا اور بیخ اس کا
کو بار بار پڑھا۔ پھر فرط شوق میں میں نے دوسرے کاغذ کو پڑھا جس کا
مضمون حسب ذیل ہے۔

"میں اس وقت دوبارہ تنہا ہوئی یہ الفاظ کاغذ پر لکھ
رہی ہوں کیونکہ یہاں ان الفاظ کا کوئی سننے والا موجود نہیں
میں جرأت نہیں کر سکتی کہ اپنے راز کا ایک لفظ بھی کسی سے بیان
کر دوں مگر یہ راز اسقدر عظیم الشان ہے کہ میرے سینے سے دل میں سما

کتا - شام ہونے سے پیشتر میں ان کاغذوں کے پرزے پرزے
ڑا دوں گی - اور چشمہ میں ڈالدوں گی - چشمہ ان کو بہا کر دریا میں اور
ریا لیجا کر سمندر میں ڈال دے گا - اور اسطرح بغیر کسی نقصان کے
دا کی وسیع دنیا میں میرا راز پھیل جائے گا -

گزشتہ دس یوم کے عرصہ میں جو واقعات رونما ہوئے ہیں وہ
س قدر عجیب و غریب اور اس قدر غیر قابل یقین ہیں کہ معلوم
تا ہے کہ کوئی طاقتور دیوتا ہم غریب فانی انسانوں کو اپنے ساتھ
ہ پتلیوں کی طرح نچا رہا ہے - تاکہ تھوڑی دیر تک اپنا دل بہلائے
حقیقی مسرتوں یا مصیبتوں کا ایک دلچسپ ڈرامہ ہے - جس کا
یہ ہوگا کہ ہماری زندگیاں بے نظیر مسرتوں اور بے پایاں عیش و
رام کے ساتھ گزرے گی یا ہماری موت کا زمانہ قریب ہوگا"

ہر واقعہ عجیب اور غیر معمولی رونما ہوا ہے ممکن ہے میں "اُن" کو
ب غریب مگر دلچسپ مخلوق معلوم ہوئی ہوں - اور "انہوں" نے مجھے
ں قابل سمجھا ہو کہ تھوڑی دیر میرے ساتھ ہنس بول کر دل بہلائیں
ر ہمیشہ کے لیے بھول جائیں - اور مجھے بھی وہ ایک غیر ملکی اجنبی
علوم ہوئے ہوں جن کی طرف سے میں اپنا فوراً منہ پھیر لوں گی
ں در حقیقت سمندری میلہ میں جو چہل پہل دریا پر تھی اس میں میں نے
یکھا کہ ایک مرد مجھے ٹکٹکی باندھے گھور رہا ہے - مجھے غصہ آگیا -
شخص پر نہیں. بلکہ اپنے آپ پر کیونکہ اس کی نظروں کا مجھ پر عجیب و غریب
ہو رہا تھا - مجھے محسوس ہوتا تھا کہ عرصہ بہت ہی بڑا عرصہ یعنی میری
زدہ دیجو ہی زندگی سے بھی بہت پہلے یہی "آنکھیں" مجھے سخت جھکانہ

نظروں سے دیکھ چکی ہیں اور میں اسوقت ان نظروں کے سامنے دریا کے پایاب پانی میں ضرور دوڑ جاتی مگر میں نے بمشکل تمام اپنے آپ کو سنبھالا۔"

"میں اسوقت خوفزدہ ہوگئی تھی اور اسی خوف و دہشت کی حالت میں میں نے اپنے ساتھیوں کو ترغیب دی کہ وہ وہاں سے اپنی کشتی کو ہٹا لیجائیں۔ اور دریا کی بیشمار کشتیوں میں غائب ہوجائیں تاکہ میں ان نظروں سے غائب ہو جاؤں۔"

"میں اگرچہ بظاہر ہنس بول رہی تھی اور میلہ کی رونق سے لطف اندوز ہو رہی تھی مگر سچ یہ ہے کہ میرا دل بیقرار تھا۔ اور پھر جب میں اپنے گھر واپس آئی تو تنہائی اور گھر کے سکوت میں میرے خیالات مجھے ستانے لگے۔ میرا دم گھٹنے لگا۔ اور میں کھلی ہوا میں آنے پر مجبور ہوگئی میں نے کھڑکی کا پردہ ہٹایا۔ مگر کیا دیکھتی ہوں کہ وہی اجنبی میرے سامنے کھڑا ہے۔ اور وہ سڑک پر کھڑا ہوا میری طرف دیکھ رہا تھا۔ اور ہماری آنکھیں ایک دوسرے سے چار ہوگئیں۔"

"صبح ہونے سے پیشتر میرے دل میں سیکڑوں مرتبہ یہ سوال پیدا ہوا کہ یہ اجنبی میرے پیچھے پیچھے کیوں آیا؟"

"دوسرا دن یونہی گذر گیا اور میرے دل کی مراد حاصل نہ ہوئی میں گھنٹوں تک کھڑکی میں کھڑی انتظار کرتی رہی۔ مگر پھر وہ اجنبی نظر نہ آیا"

"میں اسوقت خود کو سب سے زیادہ بیوقوف عورت سمجھ رہی تھی۔ اور میں نے ارادہ کر لیا کہ اپنے نفس کو سزا دینے کے لیے کچھ پابندی بھی عائد کردوں جو

"دوسرے روز صبح کو مجھے ایک بات یاد آئی جو میرے بہترین
ست مندر کے بڈھے فقیر کھوری کے متعلق تھی اور میں جلدی
دی اپنے گھر سے نکلی اور جھٹ کر لبے زینہ پر چڑھ کر پہاڑی ٹیلے
در تک پہونچی تاکہ بڈھے فقیر کو سلام کروں۔ لیکن جب میں باغ
میں داخل ہوئی تو کیا دیکھتی ہوں کہ وہاں وہی اجنبی موجود ہے۔ اور
ری کے تختہ میں کھڑا ہوا کھوری سے باتیں کر رہا ہے۔ اور اسقدر
تکلفانہ باتیں ہو رہی ہیں گویا ان کی بہت پرانی ملاقات ہے۔
اس وقت سخت گھبرائی لیکن میں نے ضبط سے کام لیا اور اپنی
لت ظاہر نہ ہونے دی۔ میں نے دو چار نجے بسہولت تمام بڈھے
سے باتیں کیں۔ اور پھر وہاں سے سر پر پاؤں رکھکر بھاگی۔"
"لیکن میں یہ دیکھ چکی تھی کہ وہ اجنبی مجھے بہت ہی محبت بھری
دں سے دیکھ رہا ہے۔ حالانکہ میں صورت باشبر دونوں میں
قابل نہیں ہوں۔ بہر حال میں نے اپنے دل میں اسکی میٹھی
روں کا شکریہ ادا کیا اور اسوقت سے میری بھی طبیعت اسکی
ف مائل ہو گئی۔"

"اس میرے دل میں پہلی مرتبہ عشق و محبت کا جذبہ پیدا
ا اور روز بروز بڑھتا گیا۔ اور اس جذبہ میں مزید اشتعال
طرح پیدا ہوتا رہا۔ کہ میں روزمرہ بڈھے کھوری سے اس اجنبی
تعریف سنتی رہی۔"

"اس کے بعد وہ دن آیا کہ ہم دونوں کی ملاقات مندر کے
ر ہوئی۔ اس وقت میں محسوس کر رہی تھی کہ میں قطعی قبضہ سے باہر

ہو رہی جاتی ہوں مجھے اس فرض کا بھی احساس نہ رہا جو مجھ پر میرے بھائیوں کی طرف سے عائد ہوتا ہے۔ اور نہ مجھے اپنی آیندہ ہونے والی شادی کا خیال رہا۔ میں ایک بے پایاں گہرائی میں گری جا رہی تھی جس کی تھاہ مجھے قطعی معلوم نہ تھی۔ اسکے میں نے ضرورت سے زیادہ ضبط سے کام لیا۔ اور میں۔ ایک الوداعی خط اس اجنبی کے پاس بھیج دیا۔"

"میں جانتی ہوں کہ جو کچھ میں نے کیا ہے وہ کام اپنی طاقت سے زیادہ کیا ہے۔ یعنی میں نے اپنی محبت اور اپنی زندگی خاندان کی اطاعت و فرمانبرداری پر قربان کر دی تھی"

"لیکن بایں ہمہ اجنبی نے میرا پیمانہ چھوڑا اور وہ یہاں سے گیا۔ میں اس کے نزدیک ایسی معمولی چیز نہ تھی جس سے وہ با آسانی دستبردار ہو جاتا۔ اور آج ہم دونوں ایک ایسی مسرت و شادمانی میں شامل ہوتے ہیں جو ہرگز حدود زمان و مکاں سے محدود نہیں۔"

"اس پانی میں پھرتی ہوئی جسے رات کی تاریکی نے سرد کر دیا تھا میں پھرتی ہوئی بانسوں کے اس جنگل میں پہونچی جو مجھے زندگی بھر یاد رہیگا۔ آج کی رات وہ رات ہوگی کہ ایک شخص وہاں بیٹھا ہوا میرا انتظار کرے گا تاکہ میں اس کے پاس پہونچوں اور وہ مجھے اپنے ساتھ بے پایاں مسرتوں میں شامل کرنے کے لئے لے جائے۔ اور پھر وہ جنگل مجھے دیکھنا کبھی نصیب نہ ہوگا۔ جلدی جلدی بانس کے نرم اور ہرے پودوں پر دیوانوں کے سے بینام تشکر و امتنان کہا۔ اب جوں جوں وہ پودے

حروف بھی بڑھ ہیں گے۔ اور جب تک وہ بانس کا جنگل قائم
ہیگا اُسوقت تک وہاں میری یادگار باقی رہے گی۔"
اس کے بعد میں بیحد مسرت و شادمانی سے بھری پھر اپنے
گھر کو واپس آئی۔ اور میں اپنے بچپن کے گیت گاتی جاتی تھی۔
خوبصورت اور دلفریب تتلیاں جو ایک پھول سے دوسرے پھول
پر پھر رہی تھیں اور روشن فضا میں ایک خاموش رنگینی پیدا کر رہی
تھیں وہ مجھ سے کہہ رہی تھیں کہ آئندہ وہ زمانہ آنیوالا ہے کہ میری
زندگی اس دنیا میں ایک جنتی زندگی ہو گی اور ہمارے دل عشق و
محبت کی رنگین شعاعوں سے منور ہوں گے۔"
"میں اسی خاموشی اور اسی ادا سے گھر میں داخل ہوئی جیسے
بہاری کے پھولوں کی پتیاں ہوا میں اڑ کر پروں کی طرح زمین پر
آتی ہیں۔ مجھے ہرگز معلوم نہ تھا کہ کس قسم کے آلام و مصائب میرے
انتظار میں ہیں۔ افسوس کہ مکان کی ڈیوڑھی میں قدم رکھتے ہی میرے
دل پر ایک زبردست چوٹ لگی۔ اور جن روشن خیالات میں میں
تھی وہ سب خاک میں مل گئے۔ جس طرح ایک برف کا تودہ
پہاڑ کی چوٹیوں سے ٹوٹ کر شگفتہ وادی میں گرتا ہے اور جو چیز اس
کی راہ میں آتی ہے اسے تباہ و برباد کرتا چلا جاتا ہے اسی طرح
مجھ پر بھی دفعتاً ایک کوہِ غم ٹوٹ پڑا جس نے میرے دل کی تمام خیالی
مسرتوں کو خاک میں ملا دیا۔"
"میرے دونوں بھائی بیٹھے ہوئے میرا انتظار کر رہے تھے۔
ایک خادمہ نے مجھے جلدی سے لے جا کر ان کے سامنے کھڑا کر دیا۔

مجھے اُنہوں نے نہایت سنجیدگی سے اطلاع دی کہ میری شادی
رقعے آج ہی جاری کر دیے جائیں گے۔ میں نہیں جانتی یہ سن کر
مجھے کیا ہو گیا لیکن میری حالت یکبارگی اس قدر متغیر ہوئی کہ میں ایک
مختلف لڑکی بن گئی۔ اب میں دلیرانہ اور بیباکانہ ان سے آنکھ
میں آنکھ ملا کر دیکھ رہی تھی۔ حالانکہ اس سے پیشتر میں نے کبھی
ایسا نہیں کیا تھا۔ میں نے اس وقت غضب کی جرأت کی اور
لفظوں میں ان سے صاف کہہ دیا کہ جس شادی کی وہ فکر میں ہیں
وہ ہرگز مجھے منظور نہیں۔ الغرض میں نے ان کا دلیرانہ مقابلہ کیا
میں خوب جانتی تھی کہ میرے دونوں بھائی حد درجہ کے بے
اور سفاک آدمی ہیں۔ انہیں مجھ سے قطعی محبت نہیں ہے
اس لیے مجھے اپنی جان کا خوف پیدا ہو گیا۔ اس وقت میں اپنے
خاص کمرہ میں قید ہوں اور ایک آدمی کمرہ کے دروازہ پر پہرہ
دینے کے لیے تعینات کر دیا گیا ہے۔ بہر حال غروب آفتاب کے
میں یہاں سے بھاگ نکلنے کی کوئی نہ کوئی صورت نکالوں گی۔
اس چھوٹے سے مندر میں جو بانسوں کے جھنڈ میں ہے۔ اپنے
محبوب سے جا ملوں گی۔ وہ بڑی خوشی سے میرا گھنٹوں انتظار
کرے گا۔ میں اس چھت پر سے ہو کر اتروں گی جو میری کھڑکی کے
نیچے ہے۔ اور دیوار کے کھمبوں پر سے پھسل کر نیچے پہنچ جاؤں گی
اگر دیوتاؤں نے چاہا تو میں ضرور مقام مقررہ پر آکر آپ سے
ملوں گی"

ہ اس وقت میری خادمہ میرے لئے کھانا لائی ہے۔ اس

ے کان میں کہا کہ میں ایک سنسان اور ویران کوہستانی
نہ میں بھیجی جا رہی ہوں جہاں ہماری کچھ جائداد ہے۔ اُس نے
چند کوشش کی کہ اُسے بھی میرے ساتھ بھیجا جائے لیکن میرے
بچوں نے اس کی درخواست مسترد کر دی۔ صرف میرا چچا
ی میرے ساتھ جائے گا۔ اور ہم اب سے ایک گھنٹے میں اس سفر
روانہ ہو جائیں گے۔ بس اس سے زیادہ وہ عورت مجھے کچھ
ں نہ کر سکی۔ "وہ چاہتے ہیں کہ مجھے تکلیف اور ایذا پہنچا کر میری
ت توڑ دیں۔ وہ مجھے قید تنہائی میں رکھیں گے۔ لیکن انہیں کیا معلوم
کہ عشق بھی ایک طاقت ہے جس سے نحیف اور کمزور آدمی بھی
ور بنجاتے ہیں۔ اور عاشقوں کے دل میں خداوند تعالیٰ حد درجہ
جرأت اور دلیری پیدا کر دیتا ہے۔ اور نہ انہیں یہ معلوم ہے
ں ایک شخص سے وعدہ کر کے اس کی بیوی بن چکی ہوں
یہ وہ وعدہ ہے جو ہرگز ٹوٹ نہیں سکتا۔"
جس اثنا میں میں وہاں کے کھیتوں میں سفر کرتی ہوئی جا رہی
گی میرا محبوب بانس کے جنگل میں بیٹھا ہوا میرا انتظار کر رہا ہوگا۔
س کے قلب نازک کو کس قدر صدمہ ہوگا جب میں وقت
پر اس سے نہیں ملوں گی۔ مگر مجھے یقین ہے کہ میری طرف سے
ی شک و شبہ کو اپنے دل میں راہ نہ دے گا۔ اسکا دین و
ی محبت کامل ہے۔ اگر مجھے اس بات کا یقین نہ ہوتا تو میں خود کو
وقت ہلاک کر دیتی اور میری روح تڑپ کر اسکے قدموں
جا پڑتی۔ اور میں دوسری دنیا میں پھر جاکر اپنے محبوب کو اپنی

وفاداری کا اطمینان دلا دیتی۔ کیا میرے محبوب کو ایک ہیرو
جیسی دلیری حاصل نہیں ہے ؟ کیا وہ دیوتاؤں جیسا عزم صمیم
نہیں رکھتا ؟ کیا وہ دُنیا کی کسی طاقت سے مرعوب ہو سکتا ہے
کیا وہ میری طرف سے مایوس ہو سکتا ہے ؟ نہیں نہیں ! ہرگز نہیں
پھر میں ہمت کیوں ہاروں۔ میں کیوں دل شکستہ ہوں۔ میرے
بھائی اگر مجھے کسی لامعلوم جگہ پر غار کھود کر بھی چھپا دیں گے تو
بھی وہ مجھے نہ چھوڑے گا وہ ضرور مجھے وہاں سے کھود نکالے گا
اور مجھے اس قید ظلم و ستم سے نجات دے گا۔ یہ ہو سکتا ہے کہ
ان دشمنوں کی طاقت ہم دونوں عاشق و معشوق کو ایک دوسرے
سے ہفتوں یا مہینوں جدا رکھ سکے۔ لیکن ہماری محبت لا انتہا ہے
اور اسی محبت سے طاقت حاصل کر کے ہم وقت مقررہ پر اپنے
دشمنوں کو مغلوب کر لیں گے !!

" رخصت !۔ اے میرے محبوب رخصت !! اب وقت
ہے۔ ایک گاڑی ہمیں لے جانے کے لئے سڑک پر کھڑی ہوئی
اور مجھے ان ظالموں نے حکم دیا ہے کہ میں چند منٹ کے اندر
اپنے چلنے کی تیاریاں کر لوں۔ مگر میں کیا تیاری کروں۔ میں
آخری وقت تک اپنے قلم سے کام لینے کا ارادہ رکھتی ہوں
اب میں نے ان کاغذوں کو پھاڑ کر دریا میں ڈال دینے کا ارادہ
بدل دیا ہے کیونکہ جو وقت وہ ارادہ کیا گیا تھا اُس وقت میرا دل
انتہائی مسرت سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ اب میں یہ کاغذات
اپنی معتمد خادمہ کے پاس چھوڑ جاؤں گی۔ اور ہدایت کر جاؤں

جسطرح ممکن ہو سکے وہ میرے محبوب تک ان کاغذات کو
پہنچا دے۔ تاکہ اس کو بھی میرے دلی جذبات اور خیالات
سے آگاہی ہو جائے۔ اے میرے پیارے ان کاغذات کو
پڑھکر آپ پر بخوبی روشن ہو جائے گا کہ میرے دلی جذبات کیا
ہیں اور مجھپر کیا مصیبت نازل ہوئی۔ آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ میں
صرف اس لئے زندہ ہوں کہ جس عنایت شفقت اور جس مہربانی
محبت کا آپ نے میرے لیے اظہار کیا ہے اس کا بدلہ آپ کو
دے سکوں؟

"میرا دل چاہتا ہے کہ میں آپ کو اور بہت سی باتیں لکھوں
مجبور ہوں۔ اس وقت نہیں لکھ سکتی کیونکہ میری آنکھوں میں
آنسوؤں کے دل بادل امڈے چلے آ رہے ہیں۔ اور میری آنکھوں نے
ہائے اشک ٹپک ٹپک کر حرفوں کی سیاہی پھیلا رہے ہیں۔
اب اگر میں اور زیادہ لکھنے کی کوشش کروں گی تو آپکو دھبوں
کے سوائے اور کچھ نظر نہ آئے گا۔"

"اب مجھے یہاں سے بہت جلد چلا جانا چاہیئے۔ کیونکہ وہ
لوگ باہر کھڑے ہوئے شور مچا رہے ہیں اور مجھے بلا رہے ہیں
میری جان! آپ اپنے دل کو کسی وقت بھی مغموم نہ ہونے دینا۔
میرا خیال کر کے کبھی غم میں مبتلا نہ ہونا۔ میں ایک حقیر و ناچیز
عورت ہوں، لیکن آپ کی ہر حالت میں کنیز ہوں۔ آپ نے
محبت بھرے دل کا جو تحفہ دیا ہے وہ اس قدر بیش بہا ہے
میں ہرگز اس کے قابل نہ تھی۔ مجھ میں ہرگز اسقدر طاقت نہیں

کہ میں آپ کی محبت اور عنایت کا زندگی بھر بھی عوض
سکوں ۔"

"اگر دیوتا ناخوش ہوئے" اور تقدیر سامنے نہ ہوئی ا
مجھے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقعہ نہ ملا تو سمجھ لیجئے
میں قبر میں ہو چکی آپ سے ملوں گی ۔"

دراں چند ڈوبے ہوئے لفظوں کا صحیح مطلب یہ ہے کہ
آپ کی جائز بیوی ہوں ۔ او میتنو میرا نام ہے ۔ میں اس د
میں بھی جہاں دن کو آفتاب کی گرم اور شب کو چندرماں دیو
کی ٹھنڈی شعاعیں دنیا کو منور کرتی ہیں آپ کی بیوی او
ہوں اور وہاں بھی آپ کی ہی بیوی ہوں گی جسے لوگ آ
یا مردوں کی دنیا کہتے ہیں ۔"

آخری صفحہ پر چند جگہ دھبے تھے جن سے ظاہر ہوتا ہے
یہ تحریر او میتنو نے با دیدۂ گریاں لکھی ہے اور جوش گریہ سے
قطرہائے اشک سطح قرطاس پر ٹپک پڑے ہیں ۔ اسی قسم کے
بعض دیگر صفحات پر بھی نمایاں تھے ۔

دلشکن آلام و مصائب کی عجیب و داستان میرے سا
نواسوئت میں نے خود کو بعد لعنت ملامت کی کہ میں نے ا
محبوبہ کو اس طلسمی تعویذ سے محروم کر دیا جس کے باعث وہ
کی پناہ میں رہتی تھی ۔ اللہ اللہ ادھر وہ تعویذ اس کے قبضہ سے
ادھر فوراً ہی وہ عذاب میں مبتلا ہو گئی ۔"

مگر اب پچھتانے سے کیا ہو سکتا تھا جو کچھ ہونا تھا وہ

چکا تھا۔ اب آئندہ کی فکر کرنا لازم تھی۔ اس لیے میں نے اپنے جملہ
خیالات آئندہ کے انتظامات پر مرکوز کر دیئے۔

اس وقت میں کھلی اور تازہ ہوا میں تھا جس سے مجھ
میں کافی طاقت اور میرے دل میں کافی جرأت پیدا ہو گئی۔
صبح کی تازہ ہوا میں یہ خاص اثر ہے کہ وہ طبیعت کی افسردگی
کو قطعی زائل کر دیتی ہے۔

اسوقت صبح کے آفتاب کی روشنی میں پتے، پھول،
گھاس، تتلیاں وغیرہ غرض تمام چیزیں خوشنما معلوم ہو رہی
تھیں۔ اور جہاں جمال ہے وہاں مسرت بھی ضرور ہونا چاہیئے
کیونکہ یہ دونوں چیزیں توام ہیں۔ اکثر لوگ کہا کرتے ہیں کہ
قدرت بالکل بے رحم اور ناپشیمان ہے مگر میں اسکا ہرگز
قائل نہیں۔ میرے نزدیک خوشی و شادمانی اور حسن و جمال
ہی کا نام نیچر ہے۔ اور جو آلام و مصائب انسان پر نازل
ہوتے ہیں وہ سب انسان ہی کے ذریعے سے ہوتے ہیں۔

اسوقت میرے دل میں یہ بات نہایت شدت سے طریقہ پر جاگزیں
ہو گئی کہ اوٹیشو کا پیچھا ہرگز نہ چھوڑنا چاہیئے۔ اور جس طرح ممکن
ہو سکے اُسے بیابانیوں کی قید سے نجات دلائی جائے۔

مگر دقت بہت بڑی یہ تھی کہ اوٹیشو کی [illegible] سے
یہ پتہ نہیں چلتا تھا کہ وہ کون سے علاقہ میں لے جائی جا رہی
ہے۔ اور وہاں کس موضع میں رکھی جائے گی۔ مجھے خیال آیا
کہ ممکن ہے اس قافلہ کا بقیہ حال معلوم ہو جسنے یہ کاغذات

بخشے دیے تھے۔ اور ممکن ہے وہ اس معاملہ میں میری کچھ مدد کرے۔ اسی اثناء میں مجھے یاد آیا کہ وہ عورت چینی زبان نہیں جانتی۔ اور میں جاپانی زبان نہیں جانتا۔ اس لئے کسی ترجمان کے ذریعہ سے بات چیت کرنا پڑے گا۔ اس کام کے لیے میرے دوست کیورجی کے سوائے اور کوئی نہیں ہوسکتا تھا۔ اور چونکہ میں جانتا تھا کہ وہ بھی یہ معلوم کرنے کے انتظار میں ہو گا کہ مجھپر کیا واقعہ گذرا۔ اس لئے میں فوراً پہاڑی والے مندر کی طرف روانہ ہو گیا۔

ابھی بہت سویرا تھا۔ یعنی اس قدر سویرے میں اس کے پاس پہلے کبھی نہیں گیا تھا۔ لیکن میں نے کوئی پروانہ کی اور چل کھڑا ہوا۔ اور دل میں سوچ لیا کہ اگر جاتے ہی بڈھے نیچر سے ملاقات نہ ہو سکی تو تھوڑی دیر کے انتظار کے بعد ہو جائے گی۔ علاوہ ازیں میں نے یہ بھی سوچا کہ اسوقت مندر کے باغ سے بہتر پڑھنے کیلئے کوئی پر فضا مقام نہ ہو گا۔ کیونکہ یہی وہ جگہ ہے جہاں سب سے پہلے میری او تینتو سے ملاقات ہوئی تھی۔ وہ مندر اور وہ باغ میرے دل میں ہمیشہ یادگار رہیں گے۔

باب چودہواں

رتھ جاترا

میں پہاڑی والے مندر میں بہت سویرے پہونچگیا۔ مجھے

س بات کا خیال پہلے ہی تھا مگر میں نے اسکی کچھ پرواہ کی
ں۔ اور چونکہ اس سے پہلے روز میں نے کچھ نہیں کھایا تھا اسلئے
س وقت مجھے بہت اشتہا معلوم ہو رہی تھی۔ میں مندر سے باغ
ہ پہنچکر حسب معمول اسی بنچ پر بیٹھ گیا جہاں ہمیشہ بیٹھا کرتا تھا۔
ور بڈھے فقیر کا انتظار کرنے لگا۔
سب سے پہلے میری نظر چیری کے تختہ پر پڑی کیونکہ انکی
بصورتی میں مجھے اپنی محبوبہ کا حسن و جمال نظر آتا تھا۔ لیکن آج
یا دیکھتا ہوں کہ جس طرح اوتیتسو غائب ہو گئی ہے اسی طرح ان
رختوں کے بھی تمام پھول جھڑ گئے ہیں۔ میں اس یکایک تغیر پر سخت
یران ہوا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا ان درختوں کو بھی معلوم تھا
ہ اوتیتسو پر کسی قدر سخت افتاد پڑی ہے۔ اور اسی کے رنج و غم
یں غالباً یہ بھی افسردہ ہو گئے ہیں۔
میں جانتا تھا کہ کل اپنی انتہائی مسرت کے وقت مجھے
س باغ کے پھولوں، پرندوں، اور دیگر بہت سی چیزوں میں
س قدر لطف آیا تھا لیکن آج وہ دن تھا کہ مجھے کوئی بھی چیز
چھی نہ معلوم ہوتی تھی۔ میں ان سب واقعات سے واقف
ھا۔ لیکن اب مجھے محسوس ہوتا تھا کہ ان بے جان اور بے زبان
خلوق کو بھی مشاہدہ اور احساس کی قوتیں حاصل ہیں۔ اگرچہ
ہ ان کے آنکھیں ہیں نہ دماغ۔
ابھی مجھے یقین نہیں تھا کہ کہو آری اسقدر جلد تجویز دار ہو جائیگا
ر وہ باغ میں آگیا اور مجھے اپنا منتظر دیکھکر جلدی جلدی قدم بڑھاکر

میرے پاس پہونچا۔ میرے خیال میں اس نے پہلی نظر میں یہ
معلوم کر لیا ہوگا کہ کیا واقعات مجھ پر گذر رہے ہیں۔ اور غالبًا
اب مجھے کچھ بیان کرنے کی ضرورت نہ پڑے گی۔ وہ سب سے
پہلے تو جاکر ناشتہ لایا اور میرے سامنے بنچ پر رکھ کر کھانے پر اصرار
کیا۔ الغرض ہم دونوں نے ملکر ناشتہ کیا لیکن اس بڈھے فقیر کی محبت
بھری آنکھوں نے ناشتہ سے زیادہ میری خدمت کی۔ اور جب وہ
میرا قصہ سننے کے لیے تیار ہوا تو اسوقت میری حالت بہت کچھ
درست ہوگئی تھی۔ اس وقت میں اپنے آپ کو بہت کچھ قابو میں
لاچکا تھا۔ اور مجھے اپنا مستقبل زیادہ تاریک نہیں معلوم ہوتا تھا۔

جو کچھ واقعات گذر رہے تھے وہ میں نے اس سے من وعن
بیان کئے۔ اور بالکل اس طرح سے جیسے کوئی اپنے مہربان اور مشفق
بزرگ سے بیان کرتا ہے۔ لیکن میں نے اُسے اوہ تعویذ کا خط نہیں
دکھایا۔ کیونکہ میرا دل گوارا نہیں کرتا تھا کہ اس پر کسی غیر کی نظر
پڑے۔ میں نے صرف چند واقعات بیان کر دیئے جو ان گذرے دنوں
میں گذرے تھے۔ وہ شخص میری باتیں چپ چاپ سنتا رہا۔ اور جب
میں اپنا تمام بیان ختم کر چکا تو اسوقت تک مجھے یہ معلوم ہوا کہ وہ میرا
ہاتھ پکڑے ہوئے ہے۔

بڈھے فقیر نے مجھے صبر و استقلال کی نصیحت کی اور سمجھایا
کہ امید رکھو کہ تم اپنی محبوبہ کے بھائیوں کو ضرور شکست دو گے
اور اُن کے تمام منصوبے خاک میں ملا دو گے۔ میں نے اس سے
درخواست بھی نہیں کی تھی کہ اس نے مجھسے خود بخود اس بات کا وعدہ

جا کہ وہ حتی الامکان بلا تاخیر ادیتسو کی خادمہ سے اس جگہ کا پتہ
لوم کر دے گا جہاں اس مظلوم کو بھیجکر قید کیا گیا ہے۔ اور یہی وہ
م ترین بات تھی جو میں معلوم کرنا چاہتا تھا۔ یہ کام بڈھے فقیر کے
ئے بہت آسان تھا کیونکہ وہ عورت اس کے مندر میں اکثر آیا کرتی
ں۔ اور چونکہ اس گھر میں گذشتہ رات کو عجیب غریب واقعات
نما ہوئے تھے اس لیئے ضرور ہے کہ وہ عورت آج مندر میں
ئے۔ بشرطیکہ کوئی امر مانع نہ ہو۔

اب یہ بات رہی کہ میں دن بھر کیونکر اور کہاں کاٹوں تو
س نے مجھے یہ مشورہ دیا کہ قریب کے ایک محلہ میں آج ایک
عامی میلہ ہوگا۔ اور چونکہ میں نے ابتک اس قسم کے میلے ٹھیلے نہ
کھے تھے اس لیئے اس نے مجھپر زور دیا کہ میں وہاں جاکر دل بہلاؤں
را دل نہیں چاہتا تھا کہ کہیں جاؤں کیونکہ کسی جنگل یا گوشہ تنہائی
ں بیٹھکر اپنی تجویز کے خیال سے لطف اٹھانا میں زیادہ اچھا سمجھتا تھا
ڈھے کا خیال دوسرا تھا۔ اور اس نے مجھے اس قدر ترغیب اس
لہ میں جانے کی دلائی کہ میں نے بادل ناخواستہ منظور کر لیا۔

بہرحال اسوقت میری طبیعت بہت زیادہ ہلکی ہوگئی تھی اور
ں سے رخصت ہوکر روانہ ہوا۔ میں ابھی مندر کے زینہ کی بیشمار
سیڑھیوں سے اترنے بھی نہ پایا تھا اور ابھی تقریباً چند سات سیڑھیاں
قی رہگئی تھیں تو میں نے اپنے پیچھے جھاڑیوں میں کسی چیز کے حرکت
رنے کی آواز سنی اور جب میں وہاں سے گذرا تو مجھے معلوم ہوا کہ
ن جھاڑیوں میں کوئی شخص چھپا بیٹھا تھا۔ اور اس کی نظریں مجھپر جمی ہوئی

تھیں۔ بہر حال میں وہاں رُکا نہیں اور اپنی معمولی رفتار سے بڑھ
چلا گیا۔ لیکن میں یہ ضرور کہوں گا کہ اس واقعہ سے مجھے کسی قدر گھبراہٹ
ضرور پیدا ہوئی۔ مجھے وہ الفاظ یاد تھے جو ادینتو کے بھائی نے چلتے وقت
کہے تھے۔ اور نہ میں ان نظروں کو بھولا تھا جن سے اس نے مجھے گھور کر
دیکھا تھا جب وہ میرے رخصت ہونے کے بعد اپنے مکان میں داخل
ہوا تھا۔ اب مجھے خیال گذرا کہ شاید وہ لوگ میرے خلاف کوئی سازش
گانٹھ رہے ہیں۔ کیونکہ میں نے اس کی بات ماننے سے انکار کر دیا تھا۔

جب میں وہاں سے سڑک پر پہونچ جانے لگا تو میں نے کئی
مرتبہ مڑ کر دیکھا کہ کہیں میرے پیچھے تو کوئی شخص نہیں لگا ہوا ہے
اور ایک مرتبہ میں نے کسی شخص کو نقل و حرکت کرتے ہوئے صاف
دیکھا۔ یہ معلوم نہیں کہ وہ کوئی آدمی تھا یا جانور۔ لیکن مجھے شبہ ضرور
پیدا ہوا۔ اور اب میں نے ارادہ کر لیا کہ جلد جلد قدم بڑھا کر شہر کے
زیادہ آباد اور گنجان حصہ میں پہونچ جاؤں۔ کیونکہ اگر کوئی شخص
پیچھے لگا ہوا ہے تو ان بازاروں اور گلی کوچوں میں۔ جہاں آدمیوں کی
کثرت ہوگی نظروں سے اوجھل ہو جانا چنداں مشکل نہ ہو گا۔

اور یہی صورت میرے بچ کر نکل جانے کی تھی۔ بس میں اپنے دل میں
نیکدل بڈھے فقیر کا شکریہ ادا کرتا ہوا اُس طرف روانہ ہو گیا
جس طرف اس نے مجھے میلہ کا پتہ بتایا تھا۔ اور میں نے پھر
مڑ کر نہ دیکھا۔

تقریباً پاؤ گھنٹہ تک تیز روی کے ساتھ چل کر میں ایک جگہ پہونچا
جہاں کچھ بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ اور تھوڑی دیر جد و جہد کے بعد اژدھام کو چیر کر

ر آدمیوں کی وجہ سے آگے بڑھنا مشکل تھا۔ میں گلی سڑک سے اِدھر اُدھر آ گیا۔ اور غائب ہو جانے کی میں نے ہر ممکن تدبیر اختیار کی۔ جب میں نے سمجھ لیا کہ اب میں تعاقب کرنیوالوں کی رسائی سے باہر ہوں تو میں کھانا کھانے ایک دُکان میں گھس گیا۔ کیونکہ اب دوپہر کا وقت ہو گیا تھا۔ اور وہاں بیٹھ کر میں نے خوب سیر ہو کر کھانا کھایا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ آیندہ کوئی ناگہانی واقعہ کس وقت پیش آجائے گا۔ اس لیے میں نے یہی مناسب سمجھا کہ کھانا کھا کر اپنی طاقت بحال کر لیجائے۔

میں اس دوکان میں بہت عرصہ تک بیٹھا رہا۔ اور اس مجمع کو جو میرے سامنے سے گذر رہا تھا خوب دلچسپی کے ساتھ دیکھتا رہا۔ اس مجمع کا ہر شخص خواہ وہ بچہ ہو یا بڈھا۔ مرد ہو یا عورت اپنے بہترین لباس میں نظر آرہا تھا۔ ہر شخص کا لباس رنگین اور بھڑکدار تھا۔ اور مختلف رنگوں کے ملانے میں خوب سلیقہ شعاری سے کام لیا گیا تھا۔ سب سے زیادہ خوشنما لباس نوجوان ناکتخدا لڑکیوں کا تھا۔ ایسے مواقع کے لیے لڑکیوں کے والدین اپنی آمدنی کا ایک بہت بڑا حصہ لباس پر خرچ کر دیتے ہیں۔ الغرض جمالیاتی لحاظ سے یہ میلہ فردوس نظر ہو رہا تھا۔

عرصہ دراز ہوا کہ جاپانیوں نے یہ نظریہ قائم کیا تھا کہ زندگی کے روشن پہلو دیوتاؤں کی نظروں میں بھی اسیقدر خوشگوار ہونا چاہئیں جسقدر کہ وہ خود انسانوں کی نظروں میں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے تمام میلے ٹھیلے اکل و شرب اور ہنسی خوشی میں گزرتے ہیں۔ اور

ہر میلہ کسی پوجا یا مذہبی تقریب کی بنا پر منعقد ہوتا ہے۔ اور ایسے موقعہ پر جیسا کہ اب تھا یعنی جبکہ دیوتاؤں کی مورتیاں جلوس کے ساتھ بازاروں میں نکالی جاتی ہیں تو میلہ کاروال کی صورت اختیار کر لیتا ہے اور تمام بازار لوگوں سے کھچا کھچ بھر جاتے ہیں۔

آج مکانات بھی اسی قدر صاف ستھرے اور آراستہ پیراستہ تھے جس طرح تماشائی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مکانوں کے مالک کچھ عرصہ سے مکانات کی تزئین و آرائش میں مصروف تھے بہت سے مکانوں کی چھتوں پر چبوترے بنائے گئے تھے جن پر بیٹھکر لوگ تماشہ دیکھتے تھے۔ اور ہر مکان کے گوشوں میں سفید اور سرخ رنگ کی کاغذی قندیلیں آویزاں تھیں۔ جس راستہ سے جلوس گزرتا تھا اُس راستے کے دو طرف مکانات منظر عام کے لئے کھول دیئے گئے تھے۔ اور اکثر مکانوں کی پشت پر قیمتی سنہرے پردے نصب کئے گئے تھے۔ جن کے سامنے حسین و جمیل لیڈیاں ہزار وضع کے سنگھار کئے بیٹھی تھیں۔ بہت سے پردوں پر اسقدر عمدہ کام بنا یا گیا تھا کہ انسان دیکھ کر حیران ہو جاتا تھا۔ در و دیوار پر رنگین چلمنیں اور پردے آویزاں کر کے ہر مکان کو دولہن بنا دیا گیا تھا۔ تمام مکانات آدمیوں سے کھچا کھچ بھرے ہوئے تھے کیونکہ ایسے مواقع پر مکان والوں کا فرض ہوتا ہے کہ وہ ان تمام اعزہ و اقارب کو مدعو کریں جو شہر کے دوسرے حصّوں میں رہتے ہیں۔

تھوڑی دیر بعد مجھے خیال آیا کہ جس جگہ میں بیٹھا ہوا ہوں وہاں ایک دوسرا شخص راہرد بیٹھنا چاہتا ہے۔ اس لئے میں مجبور ہو

ان سے اٹھا اور سڑک پر چلا آیا۔ جاپانیوں کا مجمع ایسا بد تمیز نہیں
ہوتا جیسا کہ ہندوستانیوں کا مجمع ہوتا ہے۔ یہاں ہر شخص بدرجہ
نہایت خلق و مروت سے پیش آتا ہے۔ دھکم دھکا نام کو بھی نہیں
پایا جاتا۔ اسلیئے جی چاہتا ہے کہ مجمع کے ساتھ ہو کر گذرے۔ اور
اس روز اتفاق سے لوگوں کی مسرت و شادمانی اسقدر عام تھی کہ
کسی شخص کا چہرہ بھی اترا ہوا نظر نہیں آتا تھا۔ اور ان کے شگفتہ
متبسم چہروں کو دیکھکر ہر شخص کو متبسم ہونا پڑتا تھا۔

تھوڑی دیر بعد شور و غل کی آوازیں سنائی دینے لگیں جس سے
معلوم ہوا کہ وہ شاندار جلوس آرہا ہے۔ میں بھی دیگر لوگوں کی
طرح سڑک کے ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ اس وقت ہر شخص چشم
انتظار بنا ہوا تھا۔

سب سے پہلے کچھ دور فاصلہ پر بیس تیس فٹ لمبے بانسوں
کے جھنڈے دکھائی دیئے۔ جن پر سفید سوتی کپڑے کے پرچم لہرا رہے
تھے اور ہر جھنڈے پر اس دیوتا کا نام لکھا ہوا تھا جس کا وہ جھنڈا
تھا۔ یہ گویا جلوس کا مقدمۃ الجیش تھا۔ اس کے بعد دو بہت ہی بڑے
بڑے ڈھول نمودار ہوئے۔ ہر ڈھول کو گیارہ گیارہ آدمی اٹھائے
ہوئے تھے۔ ان کے پیچھے اور آدمی تھے جو نے نوازی کرتے آرہے
تھے۔ ان کے پیچھے پیچھے کچھ لوگ ایسے تھے جو چق چقی بجاتے
چلتے تھے۔

ایک شخص نے جو میرے قریب کھڑا تھا مجھ سے جاپانی زبان
میں اس جلوس کے متعلق کچھ کہا۔ لیکن میں کچھ نہ سمجھ سکا۔ لیکن جب

میں نے چینی زبان میں بات کی تب مجھے معلوم ہوا کہ وہ شخص چی
زبان بھی جانتا ہے۔ اور اس نے از راہ عنایت گزرتے ہوئے
جلوس کی تمام تفصیلات مجھ سے بیان کیں۔
اس کے بعد ایک عظیم الجثہ کتے کی ہیبت انگیز مورتی نمودار
ہوئی یہ "فو" دیوتا کا کتا تھا۔ جسے ایک درجن آدمی اٹھائے ہوئے
لا رہے تھے۔ میرے دوست نے مجھے یہ تمام باتیں بتائیں۔
اس کتے کے بعد تین لمبے لمبے برچھے دکھائی دیے۔ یہ برچھے کیا تھے
اسقدر لمبے بانس تھے کہ ایک ایک برچھے کو بیس تیس سے زیادہ
آدمیوں کی جماعت اٹھائے ہوئے تھی۔ ان کے ساتھ ساتھ شنتو
مذہب کے چند فقیر بھی سواریوں میں بیٹھے ہوئے نمودار ہوئے۔
اس کے بعد سب سے پہلی مقدس و متبرک رتھ نمودار
ہوئی جس میں چار کھڑکیاں تھیں۔ یہ گویا ایک عظیم الشان چوبی
تھا جس کے نیچے پہیے لگے ہوئے تھے۔ اور اسے پچاس وردی دار
نفر کھینچ رہے تھے۔ یہ رتھ سیاہ رنگ کی جعفریوں کا بنا ہوا تھا۔
جس پر بہت لمبا سنہرا کام بھی بنا ہوا تھا۔ اس رتھ کے کلس
پر ایک طلائی ققنس نصب تھا جسکے دونوں بازو پھیلے ہوئے تھے۔
رتھ کے اندر کسی قدر تاریکی تھی اور اسی تاریکی میں ایک دیوتا
کی مورتی رکھی ہوئی تھی۔ اس رتھ کے پیچھے دیوتا کے کھانے کی
میز اور طلائی ظروف بھی تھے۔ جنہیں حمال سروں پر اٹھائے ہوئے
لا رہے تھے۔
لیکن جلوس کا وہ حصہ جسکا تمام مجمع بڑے شوق سے انتظار

کر رہا تھا اور جس کے لیے ہر شخص کی آنکھ چشم انتظار بنی ہوئی تھی
وہ یہ رتھ نہیں تھا۔ نہ مقدس گھوڑے تھے، نہ مقدس مہنت تھا۔
جو بڑی شان کے ساتھ اپنے رتھ میں سوار آرہا تھا۔ اور نہ وہ
ہی باشندے پجاری تھے جن کی تعداد کثیر آرہی تھی۔ نہ وہ برچھا
بردار تھے، نہ اعلیٰ درجہ کے لباس پہنے ہوئے لڑکیاں تھیں جو اونچی
پالکیوں میں سوار آرہی تھیں۔ یہ سب جلوس کے حشم و خدم تھے۔
لیکن جس کا انتظار ہر شخص کر رہا تھا وہ غالباً چوبی مکانات تھے جنکے
نیچے پہیے نصب تھے۔ ان میں دیوتاؤں کی مورتیاں رکھی ہوئی تھیں۔
اور ان دیوتاؤں کو اس قدر مقدس اور جلیل القدر خیال کیا جاتا
تھا کہ جن اوزاروں سے اس علاقہ میں کام لیا جاتا تھا وہ بھی ان
رتھوں میں احترام کے ساتھ رکھے ہوئے تھے۔ ایک رتھ بشن کے
لیے مخصوص تھا جو شادی بیاہ کی دیوی ہے۔ دوسرا رتھ دولت کی
دیوی کا تھا جس کے جلو میں سات دیوتا رہتے تھے۔ ایک رتھ
میں جنگجو سوار تھی جو فتح و ظفر کی ملکہ ہے۔ اور پیشہ وروں کے
اوزاروں میں ایک ہتوڑا۔ ایک آری اور ایک کلہاڑی رکھے
ہوئے تھے۔

ان عالیشان رتھوں کے نیچے خوبصورت پہیے نصب تھے جن پر
نہایت عمدہ کھدائی کا کام بنایا گیا تھا۔ رتھوں کو ہر طرف خوبصورت
پردوں سے جن پر اعلیٰ درجہ کا زردوز کام تھا سجایا گیا تھا۔ ہر طرف
چاندی اور سونے کے پھولوں کے ہار لٹک رہے تھے۔ ہر رتھ پر
ایک زردوز شامیانہ تنا ہوا تھا۔ یہ شامیانہ زمین سے پندرہ فٹ

اونچا ہوتا تھا۔ اور ہر رتھ کے گرد ایک وسیع چوبی چبوترہ ہوتا
جیسپر پچاس یا اس سے بھی زیادہ آدمی مختلف قسم کے تماشے کر
چلے آتے تھے۔ ان میں زیادہ تر گانے بجانے والے لوگ تا
اور ایکٹر تھے۔ رتھ کے وسط سے ایک بہت لمبی بلّی چوٹی پر
اسطرح بکلی ہوئی تھی جیسے کسی جہاز کا مستول ہوتا ہے۔ اور
مستول کی چوٹی پر اس دیوتا کا بت یا اسکا نشان نصب ہوتا
جسکے نام کا وہ رتھ سمجھا جاتا ہے۔

ان عجیب غریب رتھوں کو سیاہ رنگ کے بیل کھینچتے ہیں
سفید اور سرخ رنگ کی جھولیں پڑی ہوتی ہیں۔ علاوہ بیلوں
ان کے کھینچنے میں عجیب غریب قسم کے لباس پہنے ہوئے بہت
آدمی بھی لگے ہوئے ہوتے ہیں۔ جو رتھ کو کھینچتے ہوئے جاپانی ز
میں دیوتاؤں کے بھجن گاتے چلتے ہیں۔ اور ایک خاص قسم
مذہبی نعرے لگاتے ہیں۔ چونکہ یہ رتھ بہت بھاری ہوتے ہی
اسلئے ان کی رفتار بہت سست ہوتی ہے۔ اور وہ جگہ جگہ
کھڑے ہوتے چلتے ہیں۔ جہاں رتھ کھڑے ہو جاتے ہیں وہیں
سازندے، ایکٹر، رقاص اور گویّے جو بھڑکدار قیمتی لباس
ملبوس ہوتے ہیں اپنا اپنا کام تماشائیوں کو دکھانے لگتے ہیں

بعض رتھوں کے چبوترے پر بہت سی "جینتا" (جاپانی طوائفیں)
عورتیں بھی جمع تھیں۔ جن کے لباس بھی عجیب و غریب اور جاذب
نظر تھے۔ جب یہ عورتیں اپنا ناچ گانا دکھاتی تھیں تو ہر طرف سے
واہ واہ کے نعرے بلند ہوتے تھے۔ ان عورتوں کی شہرت دور دور تک

نچ گئی ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کو نہایت ہی
لے پایہ کی مکمل تعلیم دی جاتی ہے۔ جب وہ بالکل بچہ ہوتی ہیں
ان کو تعلیم کے لیے ایک خاص مکان میں رکھا جاتا ہے۔ اور انکے
ن وجمال، آوازوں، اور ذاتی ناز و ادا کو ترقی دینے میں کوئی
قیقہ فروگذاشت نہیں کیا جاتا۔ اس کے بعد جب وہ اپنے پیشہ
بخوبی ماہر ہو جاتی ہیں تو وہ نہ صرف دلہنوں کی طرح ناچ سکتی
ں بلکہ وہ اسقدر دلکش آواز سے گاتی ہیں اور اس قدر خوبی سے
ستار و رباب بجاتی ہیں کہ فرشتے بھی وجد میں آجاتے ہیں۔
وہ ازیں وہ اعلٰے درجہ کی حاضر جواب، اور خوش مزاج ہوتی
ں۔ وہ اعلیٰ پایہ کی شاعرہ ہوتی ہیں۔ اور جاپان کا قومی کھیل
یس" تو وہ اس عمدگی اور ہنر مندی سے کھیلتی ہیں کہ دل لبھا لیتی
۔ بایں ہمہ ان حسن فروشوں کی دلی خواہش یہ ہوتی ہے کہ انہیں کوئی
چاہنے والا مل جائے جو ان کے مالکوں کو ان کے بالعوض معقول
مت دیکر انہیں اپنی بیوی بنائے۔ وہ درحقیقت اس حسن فروشانہ
رگی سے تنگ آجاتی ہیں اور چاہتی ہیں کہ گھر باری ہو کر عزت
ساتھ زندگی بسر کریں۔
جب تمام کھیل تماشے ختم ہو چکے اور آخری پیالے بردار جو جلوس
پیچھے جا چکے تو میں اپنے ساتھی کی طرف متوجہ ہوا جس نے مجھ سے
لوس کی تمام تفصیلات بیان کی تھیں۔ اور اس سے درخواست کی کہ
میرے ساتھ کسی ریسٹوران میں چلکر کھانا کھائیے۔ میری دعوت اسنے
منظور کرلی۔ ایک دوکان میں جاکر ہم دونوں نے کھانا کھایا اور قریب

دو گھنٹہ تک باتیں کرتے رہے۔ میری عین خواہش یہ تھی کہ کوئی شخص ایسا ملے جس کی صحبت میں کچھ دیر تک دل بہلے۔ اور اسکو اس بات کی خوشی تھی کہ وہ ایک ہندوستانی سے اپنا تبادلۂ خیالات کر رہا تھا۔ الغرض ہم دونوں عرصہ دراز تک باتیں کر کے ایک دوسرے سے رخصت ہوئے مگر مجھے یہ نہ معلوم ہوا کہ وہ کون ہے۔ یا اسکا کیا نام ہے۔

اب چونکہ وقت زیادہ گذر گیا تھا تو میں نے چاہا کہ بڑھے فقیر کیموزی سے جا کر ملوں اور اس سے معلوم کروں کہ دن میں اوٹسے اوتیتسو کی نسبت کچھ معلوم ہوا ہے یا نہیں۔ یہ معلوم کرنے کے بعد میرا ارادہ یاکوہامہ جانے کا نہیں تھا کیونکہ میں اپنی بیماری کا بہانہ کر کے ٹوکیو آیا تھا۔ میں نے آج ہی کھلے آسمان کے نیچے شب بسر کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ کیونکہ فی الحال میں اپنی خیریت اسی میں سمجھتا تھا۔ کہ کسی شخص کو میرا پتہ نشان معلوم نہ ہو۔ پچھلی شب کو صرف مچھروں کی وجہ سے کسی قدر تکلیف ہوئی تھی۔

اب میں یہاں سے روانہ ہوا تو راستہ بھول کر اور کسی طرف چلا گیا۔ اور جب میں سڑک پر پہونچا تو دن چھپ کر کافی اندھیرا ہو گیا تھا لیکن میں دلیرانہ آگے بڑھا۔ صبح کے وقت جو کھٹکا مجھے پیدا ہوا تھا اب وہ نہیں تھا۔

جب میں سڑک کے درمیان میں اس جگہ پہونچا جہاں دو طرفہ دیودار کے درختوں کا جنگل شروع ہوتا تھا اور میرے چاروں طرف پتوں کی وجہ سے تاریکی چھا گئی تو میں نے اپنی رفتار

قدر تیز کر دی کہ دوڑنے کے قریب ہو گیا۔ میں چاہتا تھا کہ
جلد ان درختوں کے نیچے سے گذر جاؤں۔

لیکن باوجود تاریکی کے بھی میں نے دیکھا کہ چند آدمی سڑک کے
ں طرف سے میری طرف دوڑے۔ اگرچہ میں کود کر آگے بڑھ
جیسے کہ شکاری کتوں میں پھنس کر ہرن چوکڑی بھرتا ہے۔ لیکن
بے سود ثابت ہوا کیونکہ مجھے فوراً نصف درجن کے قریب
آکر لپٹ گئے۔ جن کی گرفت انتہا درجہ کی آہنی واقع ہوئی
میں نے اپنی پوری طاقت سے جد و جہد کی اور چھوٹنے کے لئے
بہت ہاتھ پاؤں مارے۔ مگر ایک بھی پیش نہ گئی۔ اس وقت
جو بہت زیادہ جذبہ آیا تو میں نے ایک طرف کے آدمیوں کو
دیا۔ مگر عین اسی وقت ایک شخص نے "جیو جتسو" کے ہنر سے
مشکیں کس لیں۔

میری جیب میں جو پستول تھا اس میں سے میں نے کارتوس
لیے تھے۔ اس لیے وہ اس وقت بیکار تھا۔ باہمہ مجھے یقین تھا کہ
اپنی خداداد طاقت سے کام لیکر ان سب کو مار بھگاؤں گا۔
اسی اثنا میں ایک شخص نے جو مقابلہ اوروں کے کسی قدر زیادہ
ہوشیار تھا پیچھے سے آکر میری گردن میں پھانسی ڈالدی اور جھٹکا دیا
ری آنکھیں باہر نکل آئیں۔ اور میں پیچھے کی طرف گرا۔ اور بے بس
جب زمین پر گرا تو مجھے اسقدر تو معلوم ہے کہ چند آدمی میرا
سینہ گھٹنوں سے دبائے مجھ پر بیٹھے تھے۔ مگر اسکے بعد میں قطعی بیہوش
تھا اور مجھے معلوم نہیں کہ کیا ہوا اور وہ کون لوگ تھے۔

باب پندرہواں

"قیدی"

اس واقعہ کے بعد جب مجھے ہوش آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میں ایک تاریک مکان میں جو غالبًا تہخانہ تھا ایک چٹائی پر تنہا پڑا ہوں۔ یہ مکان کسی قید خانہ کا تہخانہ معلوم ہوتا تھا۔ لیکن تاریکی کی وجہ سے میں پوری طرح کچھ نہ معلوم کرسکا میں آنکھیں کھولے تھوڑی دیر تک یونہی پڑا رہا اور مجھے کچھ خیال نہیں تھا کہ مجھپر کیا واقعہ گذرا۔

جب میرا دماغ کسیقدر صحیح ہوگیا تو اس وقت مجھے کچھ خیال آیا کہ مجھپر کس طرح نصف درجن آدمیوں نے سڑک کے بیچ میں حملہ کیا تھا۔ اور مجھے کس طرح پھانسی ڈالکر گرفتار کیا گیا۔ مگر اب بھی ایسا معلوم ہوتا تھا گویا یہ واقعہ بہت مدت کا ہے۔ میں یہ تو جانتا تھا کہ مجھ سے کچھ لوگوں نے جھگڑا کیا مگر یہ نہیں معلوم تھا کہ اس جھگڑے کا سبب کیا تھا۔

سب سے پہلے مجھے بے اختیاری طور پر اوتیتسو کے دیئے ہوئے تعویذ کا خیال آیا۔ مگر وہ میں نے بدستور اپنے پاس سینہ پر لٹکا پایا۔ اسے کسی نے نہیں چھوا تھا۔ میں سخت حیران ہو رہا تھا کہ میں کہاں ہوں۔ پہلے میں نے احتیاط کے ساتھ اپنا داہنا ہاتھ ہلایا۔ اور ٹٹول کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ میں ایک موٹی چٹائی پر پڑا ہوا

ہوں۔ اور وہ چٹائی پتھر کے فرش پر بچھی ہوئی ہے۔ اسکے بعد
میں نے اپنا بایاں ہاتھ پھیلا کر ٹٹولا تو میرا ہاتھ ایک سنگین دیوار
سے لگا۔ چونکہ سنگین دیواریں اور فرش جاپان میں ایک غیر معمولی
چیزیں ہیں اس لئے میں سمجھ گیا کہ اسوقت میں کسی قیدخانہ
میں ہوں۔ اور چونکہ کوٹھری میں سے ایک خاص قسم کی بدبو آرہی
تھی۔ اس لیے میں نے یہ نتیجہ نکالا کہ جس کوٹھری میں مجھے قید کیا
ہے وہ زمین کے نیچے ایک تہخانہ ہے۔

جب میں نے جیب میں ہاتھ ڈالکر اپنا پستول تلاش کیا تو وہ
غائب تھا۔ لیکن جو رقم اور جو کاغذات میری جیب میں تھے وہ
بدستور تھے۔ علاوہ ازیں میری گھڑی اور میرا چاقو بھی موجود تھے
کچھ دیر تک اس کمرہ میں تاریکی چھائی رہی اور اس اثناء میں میں
اپنی حالت اور اپنی پوزیشن پر غور کرتا رہا۔ اپنی حالت کا اندازہ
مجھے بہت آسانی سے ہوگیا۔ میرے سر میں درد تھا اور گُدّی میں
ورم بھی تھا۔ لیکن کسیجگہ کوئی ضرر شدید نہیں پہونچا تھا۔ اب
پوزیشن کا حال تو اب وہ کوئی راز کی بات نہیں رہی تھی۔
مجھے صاف معلوم ہوگیا کہ اوتیتسو کے بھائیوں کو اسقدر اختیارات
حاصل ہیں کہ انھوں نے مجھے گرفتار کرلیا ہے مگر یہ نہیں معلوم کہ
کس الزام میں یہ کاروائی کی گئی ہے۔ بہرحال خواہ کوئی عذر
ہو لیکن اس گرفتاری سے ان کا مقصد یہ تھا کہ جب تک وہ جبر
سے یا ترغیب و تحریص سے اپنی بہن کی شادی نہ کرلیں اسوقت
تک وہ مجھے قید میں رکھیں۔ اور اگر ان دونوں بھائیوں کو اس قسم کے

اختیارات حاصل نہیں ہیں تو ضرور ان کی مدد اس کام میں اس رقیب روسیاہ نے کی ہو گی جس سے انہوں نے اوتیقیو کی شادی کرنا تجویز کیا ہے۔ الغرض خود انہوں نے یا ان کے بہنوئی نے گرفتار کرا کے مجھے اس قید خانہ میں ڈالا ہے۔

اب رفتہ رفتہ کمرہ کی تاریکی کسیقدر ہلکی ہوئی۔ اور میں رفتہ رفتہ اپنے قید خانہ کے حدود معلوم کرنے کے قابل ہوا۔ یہ کمرہ چنداں بڑا نہیں تھا۔ جہانتک میں اندازہ کر سکا اس کا طول دس فٹ اور عرض زیادہ سے زیادہ چھ فٹ ہو گا۔ کمرہ کی چھت محرابدار تھی۔ اور اس قدر نیچی کہ میں صرف کمرہ کے وسط میں سیدھا کھڑا ہو سکتا تھا۔ لیکن کمرہ کے دوسرے سرے پر جگہ کسی قدر کشادہ تھی اور وہاں کی بیرونی دیوار بھی تقریباً سولہ فٹ بلند تھی۔ اس دیوار میں ایک کھڑکی تھی جس میں لوہے کی سلاخیں نصب تھیں۔ یہی وہ جگہ تھی جہاں سے روشنی اور ہوا اس کمرہ میں آ سکتی تھی۔

صبح کی روشنی میں جونہی مجھے یہ بات معلوم ہوئی تو میرے غمگین دل نے خدا کا شکر ادا کیا کیونکہ میرے نزدیک یہاں سے فرار ہونے کا ذریعہ یہی ایک کھڑکی تھی۔ سب سے پہلا کام جو میں نے کیا وہ یہ تھا کہ اپنی چٹائی کو ادھیڑا۔ اور اس رخنہ میں میں نے اپنا چاقو اور نقدی اور وہ دونوں خط جو دنیا میں مجھے سب سے زیادہ عزیز تھے ہٹو نس دیئے۔ اسکے بعد جب اسطرف سے مجھے اطمینان کلی ہو گیا تو میں نے کروٹ بدلی اور سو گیا کیونکہ مجھے اسوقت نیند کی سخت ضرورت تھی۔

چند گھنٹے بعد آہنی دروازہ کے کھلنے سے جو کیقدر شور پیدا ہوا
میری آنکھ کھل گئی۔ اسوقت مجھے معلوم ہوا کہ اس دروازہ کے
زیرین حصہ میں ایک سٹکنی بھی لگی ہوئی ہے اور اس سٹکنی کے
کھلنے سے دروازہ میں ایک چھوٹی سی کھڑکی کھل جاتی ہے۔ اسی
چھوٹی سی کھڑکی میں سے کسی شخص نے کھانے کی ایک تھالی اندر
داخل کی۔ اس میں دو نوکدار لکڑیاں بھی رکھی ہوئی تھیں جن سے
جو جاپانی کھانا کھاتے ہیں۔ کھانے میں صرف چاول تھے۔ اور
کسقدر لذیذ بھی تھے۔ اور چونکہ اسوقت مجھے اشتہا بھی خوب معلوم
ہو رہی تھی۔ اس لیئے میں نے خوب سیر ہو کر کھایا اور بہت
جلدی وہ برتن خالی کر دیا۔ جاپان کے لوگ عموماً کم خور ہوتے ہیں
اس لیے میرا کھانا بھی ناکافی تھا گر قید خانہ میں رہ کر میں اُس سے
زیادہ توقع بھی نہ رکھ سکتا تھا۔
گیارہ بجے دن کے قید خانہ کا دروازہ کھلا اور دو وارڈر اندر
داخل ہوئے ان میں ایک شخص نے جاپانی زبان میں مجھ سے
بات کی جسے میں سمجھ نہ سکا۔ اس لیے اس نے مجھے اشارہ سے
ساتھ چلنے کو کہا۔ میں نے تعمیل کی۔ ایک طویل چھتہ میں سے گذر کر
جس میں ایک طرف اسی قسم کی کوٹھریاں بنی ہوئی تھیں۔
جن میں مجھے قید کیا گیا تھا۔ ہم ایک سنگین زینہ سے نیچے اُترے۔
یہاں بھی ایک آہنی دروازہ لگا ہوا تھا۔ یہ بھی کھولا گیا۔ اور ہم باہر
اسکے بعد چند دیگر تنگ راستوں سے گذر کر مجھے ایک جگہ لایا گیا
جو معلوم ہوتا تھا۔ یہاں ایک بلند چبوترہ پر تین اہلکار بیٹھے ہوئے تھے۔

جو شخص بیچ میں بیٹھا تھا وہ غالباً ان کا افسر تھا۔ وہ ہم پر توجہ کیے بغیر بیٹھا لکھتا رہا۔ اسکے بعد اُس نے دفعتاً اپنا سر اٹھایا اور میری طرف دیکھ کر چینی زبان میں دریافت کیا کہ:۔

افسر:۔ آپ ہی کا نام حسن علی ہے؟۔

میں:۔ جی ہاں! میں چاہتا ہوں کہ مجھے یہ بتایا جائے کہ اسقدر بدتمیزی کے ساتھ مجھے کس جرم میں گرفتار کیا گیا ہے۔ اور مقدمہ چلائے بغیر مجھے قید خانہ میں کیوں ڈالدیا گیا۔

افسر نے میرے اِن سوالات کا جواب دینے سے پہلے اپنے کاغذات دیکھے اور تھوڑی دیر تک ورق گردانی کرتا رہا۔ جس وقت وہ افسر کام میں مصروف تھا اسوقت میں نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ میرے پیچھے ہی کچھ آدمی کھڑے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک شخص میری طرف گہری نگاہ سے دیکھ رہا تھا۔ میں نے اُسے دیکھتے ہی فوراً پہچان لیا کہ وہ اوتینتسو کا وہی بھائی ہے جس سے رات کو میرا مقابلہ ہوا تھا۔ جب میں نے اس شخص کی طرف دیکھا تو اس نے منہ چھپانے کی کوشش کی۔ اس کی نگاہ میں شرارت آمیز کامیابی کی جو جھلک نظر آتی تھی اس سے میں فوراً سمجھ گیا کہ جو کچھ میں نے خیال کیا تھا وہ صحیح ہے۔ یعنی اسی شخص کی وجہ سے میں گرفتار کر کے قید خانہ میں ڈالا گیا تھا۔

اسوقت نہ میرے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں تھیں نہ پاؤں میں بیڑیاں۔ اور نہ کوئی سپاہی مجھے پکڑے ہوئے تھا۔ اگر میں چاہتا تو جھپٹ کر اس مردود کا منہ نوچ لیتا لیکن اس دور بینی اور مصلحت اندیشی

نے سمجھایا کہ اس کا نتیجہ اچھا نہ ہوگا اور تمہیں ضرورت ہے فوراً
ا ہونے کی۔ اس لئے میں نے اسطرف سے منہ پھیر لیا اور اس افسر
کی طرف دیکھنے لگا جس نے میرا نام دریافت کیا تھا۔ اس افسر نے
ی کاغذات دیکھکر میری طرف نظر اٹھائی اور کہا:۔

فسر:۔ ابھی تک ہمنے آپ پر کوئی الزام عائد نہیں کیا۔ ہم کو صرف
س قدر معلوم ہوا ہے کہ کچھ دنوں سے آپ کی نقل و حرکت کسی قدر
شتبہ ہے۔ اور آپ کا معاملہ ہنوز زیر تفتیش ہے۔ تاوقتیکہ تفتیش ختم
ہو جائے اُس وقت تک ہم آپ کو زیر حراست رکھنے پر مجبور ہیں
ر آپ چند باتوں کا سچ سچ جواب دیکر ہم پر احسان کریں تو آپ کو
بت جلد رہائی ملجائے گی۔

ں:۔ جناب چونکہ مجھکو اپنی آزادی بیحد عزیز ہے اس لیے میں
خواست کرتا ہوں کہ جو کچھ دریافت کرنا ہو وہ مجھ سے آپ بہت
د دریافت کریں میں سچ سچ بتاؤں گا؟

فسر:۔ آپ یاکوہامہ سے ٹوکیو روزمرہ کیوں آتے ہیں؟

ں:۔ آپ کے خوبصورت پایہ تخت کے عجائبات دیکھنے۔ اور یہ
یا خوبصورت اور عجیب و غریب شہر ہے کہ اگر میں یہاں دس برس
ـ بھی روزمرہ آتا رہوں تب بھی نصف عجائبات کی سیر
ں کر سکتا ہوں۔

افسر نے لفظ بلفظ میرا جواب قلمبند کرلیا۔

فسر:۔ جب آپ کو گرفتار کیا گیا تو آپ کے پاس سے ایک خودکار
تول اور کارتوس برآمد ہوئے تھے۔ آپ کو ایسے ہتھیار کی کیا

ضرورت ہے؟

میں :۔ ضرورت یہ تھی کہ اگر کوئی شخص مجھپر ناجائز طور سے حملہ
تو میں حفاظت خود اختیاری میں اس پستول سے کام لوں۔ ابھی
ہی دن گذرے کہ ایک شخص نے مجھے تلوار سے ڈرایا تھا۔ اسوقت
پستول نے میری جان بچائی۔

افسر :۔ آپ کا دشمن کون تھا؟

میں :۔ میں اس شخص کا نام تو جانتا نہیں۔ لیکن وہ شخص رکسی
ایشے خاں ہے۔ اس کا رنگ زرد اور ایک آنکھ میں پھولا ہے

جسوقت میں یہ کہہ رہا تھا تو میری آنکھیں اوتینو کے بھائی
ہوئی تھیں۔ جو بات میں نے کہا وہ اس قدر سخت تھا کہ اوتینو کا بھ
اسے سن نہ سکتا تھا۔ چنانچہ وہ غضبناک ہو کر بولا۔

شخص :۔ تم جھوٹ بولتے ہو۔

اس کے یہ کہتے ہی سب کی آنکھیں اس کی طرف اٹھ گئیں
ہر شخص حیرت کے ساتھ اس کی طرف دیکھنے لگا۔

میں :۔ اس شخص کو میرے حالات کا کسی قدر علم ہے۔ اسلئے
وہ آپ کو میری نسبت مطلوبہ معلومات بہم پہونچا دے گا۔ اور
امید کرتا ہوں کہ آپ جلد میری رہائی کا حکم دیدیں گے۔

ہم خاموشی کے ساتھ افسر کے حکم کا انتظار کرنے لگے۔ اور اس
فرط غضب سے اوتینو کا بھائی جو مختلف رنگ بدل رہا تھا اس سے
خوب لطف حاصل ہو رہا تھا۔

شخص :۔ مجھے اس شخص کے حالات کا کوئی علم نہیں۔ اسوقت فو

خیال میرے دل میں آیا تھا وہ زبان سے نکل گیا۔ حضور اس
شخص کا بیان قلمبند کرلیں۔

یہ کہہ کر وہ شخص سر پر پاؤں رکھکر کمرہ سے نکل گیا
اس کے بعد افسر نے مجھسے بعض غیر متعلق سوالات کیئے جن کا
نے نہایت اخلاق اور شگفتہ پیشانی سے جواب دیا۔ میں جانتا
کہ یہ سب کارروائی اور ضابطہ پری محض دکھانے کے لیئے ہے
میں یہ نہیں چاہتا تھا کہ مجھسے کوئی اور شخص بھی ناراض ہو۔
جب میرے بیانات قلمبند ہوچکے تو مجھے پھر قیدخانہ کی اسی
ٹھڑی میں پہونچا دیا گیا۔ اور دروازہ احتیاط کے ساتھ بند کر کے
ہر چلے گئے۔
اس کے بعد میں دن بھر اپنی چٹائی پر لیٹا رہا اور جسقدر مجھے
آگیا اُسقدر سویا۔ کیونکہ میرا ارادہ رات کے وقت کچھ سخت کام
نے کا تھا۔
دروازہ کی کھڑکی دو مرتبہ اور کھلی اور اُسی قسم کا کھانا کھڑکی سے
پہونچا دیا گیا۔ مگر اس کے بعد کوئی شخص اندر داخل نہیں ہوا۔ اور
شام ہوئی تو خیال ہوا کہ پہاڑ سا دن کٹا۔ رات کے ہوتے ہی
ے جوش اور قوت عمل میں خوب اضافہ ہوگیا۔ کیونکہ میں نے
تم ارادہ کرلیا تھا کہ رات کا ہوتے ہی میں میدان آزادی کیطرف
قدم اُٹھاؤں گا۔
سپیدۂ صبح کا میں نے کس قدر بیصبری کے ساتھ انتظار کیا
بیان میری قوت اظہار سے باہر ہے۔ بعض اوقات میں مایوس

ہو کر خیال کرتا تھا کہ اب صبح کبھی نہ ہو گی اور دنیا میں ہمیشہ ظلمت شب کا دور دورہ رہیگا۔ لیکن وقت وہ چیز ہے کہ کسی نہ کسی طرح قید خانہ میں بھی کٹ ہی جاتا ہے۔ چنانچہ وہ پہاڑ سی رات بھی کٹ گئی۔ صبح صادق ہوئی اور کوٹھری کی تاریکی کسی قدر کم ہوئی۔ واقعی۔ ع

صبح کرنا شام کا لانا تھا جوئے شیر کا

لیکن دن نکلنے سے پہلے ہی میں نے اس پوشیدہ جگہ سے اپنا چاقو نکالا اور اس چٹائی کو طول کی طرف سے سختی کے ساتھ لپیٹا۔ اس کے دونوں سرے میں نے اپنے جوتہ کے فیتوں سے مضبوط باندھ دیئے۔ اس کے بعد میں نے اس لپٹی ہوئی چٹائی کو جنگلہ دار کھڑکی کے نیچے دیوار سے لگا کر کھڑا کیا۔ بعد ازاں میں دو چار مرتبہ اچھلا اور ایک دفعہ اس چٹائی کے اوپر والے سرے پر کھڑا ہو گیا۔ اسکے بعد میں نے بڑھا کر دیکھا کہ میرا ہاتھ کھڑکی کے جنگلہ تک پہونچتا ہے۔ چنانچہ میں نے دو سلاخیں ہاتھ سے مضبوط پکڑ لیں۔ اور ان کے سہارے سے ابھر کر کھڑکی میں سے باہر کی طرف خوب دیکھ بھال کی۔

اول اول تو مجھے کچھ اطمینان نہ تھا اور میری امید مایوسی سے بدل گئی کیونکہ میرے نیچے تقریباً بیس فٹ کے فاصلہ پر پانی سے لبریز ایک گہری کھائی تھی۔ جو اندازاً چالیس فٹ کے قریب چوڑی ہو گی۔ اسکے مقابل کو کھائی کا دوسرا بلند کنارہ تھا یا کوئی دیوار۔ جو سطح آب سے تیس فٹ بلند تھی۔ اور اس میں چڑھنے کا کوئی موقعہ نہ تھا۔ اور میرے خیال میں آیا کہ میرے اوپر یقیناً پشتہ پر سنتریوں کا پہرہ بھی ہو گا۔ جو کھائی کے

ب اچھی طرح دیکھ سکتے ہوں گے۔ اسلئے اگر کوئی شخص خندق کے
ری طرف چڑھنے کی کوشش کرے گا خصوصاً دن کے وقت
ضرور بالضرور ان سنتریوں کو دکھائی دے جائے گا۔
وہ بہت آسانی سے اسے بندوق کا نشانہ بنا سکیں گے۔

الغرض اس قدر معائنہ کرنے کے بعد خیال گذرا کہ قید خانہ سے فرار
نے کی کوئی صورت ممکن نہیں۔ اس خیال کے آتے ہی میرا تمام
ش سرد پڑ گیا۔ کیونکہ اگر یہ ممکن بھی ہو سکتا کہ میں کھڑکی کی
ں سلاخیں دور کر کے نیچے خندق میں کود پڑوں تو سامنے
یوار پر چڑھنا قطعی ناممکن تھا۔ بغیر مدد کے یہ کام انسان کیلئے
ل محال تھا۔ لیکن اب اس کے سوائے اور کوئی صورت
آزادی حاصل کرنے کی نہیں ہو سکتی تھی۔

دوسرا خیال میرے دل میں یہ آیا کہ اگر وہ دونوں وارڈر یہ
خانہ میں آئے، تو ان کو اپنی طاقت سے مغلوب کر کے نکل
جانیئے۔ لیکن یہ خیال اسوجہ سے ناممکن العمل تھا کہ اگر وارڈروں
وب کر لینا ممکن بھی ہوتا تو قلعہ والوں سے بچ کیونکر نکلا جا سکتا ہے۔
ن جاپانی ہوتا اور بھیس بدل کر نکلتا تو اسکا کسی قدر بعید امکان ہو بھی
تھا۔ لیکن ایک چھ فٹ قد کا ہندوستانی نظر بچا کر ہرگز نہیں
سکتا۔

الغرض اب فرار کی کوئی دوسری صورت نہیں تھی۔ اگر تھی تو یہی
یوار کی کھڑکی کا جنگلہ توڑ کر خندق میں کودا جائے اور باقی تمام
خدا کی مرضی پر چھوڑ دیا جائے۔

کھڑکی میں کل چھ سلاخیں تھیں جو پتھر میں سوراخ کر کے پھنسائی
ہوئیں۔ اور چونکہ یہ سلاخیں ایک انچ کے قریب موٹی تھیں اس لئے
موڑ کر توڑنا طاقت بشری سے باہر تھا۔ بس اب فقط یہی تدبیر تھی
ہر سلاخ کے نیچے سے بذریعہ چاقو پتھر کاٹ دیا جائے۔ اور یہ کام
کھڑکی سے لٹک کر کرنا پڑے گا۔

الغرض میں نے بسم اللہ کر کے چاقو نکالا اور پتھر توڑنے کا کام
شروع کر دیا۔ خوش قسمتی سے پتھر کسی قدر بوسیدہ ہو گیا تھا کیونکہ
یہ عمارت کتنی مدت کی بنی ہوئی تھی۔ اور دھوپ اور بارش سے
پانی نے اسپر کب سے کیمیاوی عمل کرنا شروع کیا تھا۔ اسلئے مجھے
مقصد حاصل کرنے میں بہت کچھ آسانی ہوئی۔

پھر بھی یہ کام بہت مشکل تھا کیونکہ ایک ہاتھ سے سلاخ پکڑ کر
لٹکتے ہوئے کام کرنا آسان کام نہیں ہو سکتا۔ جسم کے وزن کی وجہ سے
بہت جلد ہاتھ شل ہو جاتا تھا۔ اسی لئے دونوں ہاتھ متواتر بدلنا پڑتے
تھے۔ کبھی داہنے ہاتھ سے لٹکتا تھا اور کبھی بائیں ہاتھ سے مگر میں پوری
استقلال کے ساتھ اپنا کام کرتا رہا۔

تقریباً ایک گھنٹہ تک مسلسل کام کرنے کے بعد میں بالکل تھک گیا
اور اپنی چٹائی کے سرے پر جو اسوقت ستون کی طرح کھڑی ہوئی تھی
کچھ دیر تک بیٹھنے پر مجبور ہوا۔ اسی طرح میں بار بار اُٹھتا اور کام کرتا
اسقدر استقلال کے ساتھ کام کیا کہ میرا چاقو بھی گھس گیا۔ مگر چونکہ میں
ہر سلاخ کی جڑ میں باری باری کام کیا تھا اس لئے پانچ بجے صبح تک
بیچ کی چاروں سلاخیں اکھاڑ دینے میں کامیاب ہو گیا۔

اگر میں چاہتا تو اسوقت ایک زبردست جھٹکا دیکر ان چاروں
سیخوں کو اکھاڑ سکتا تھا۔ مگر میں نے یہ کام دوسری شب پر ملتوی
کر دیا۔ اسوقت میں کام کرتے کرتے اسقدر تھک گیا تھا کہ فوراً لیٹ
رہنے اور سو رہنے کو دل چاہتا تھا مگر ابھی دو کام باقی تھے جنکا ختم
کرنا سخت ضروری تھا۔ یعنی فرش پر سے پتھروں کے ٹکڑے صاف کرنا اور
دری کھول کر بچھانا۔ اسلئے میں نے جلد جلد یہ کام بھی ختم کیا اور پڑ کر سو گیا

بابِ سولھواں

"فرار"

مجھے معلوم نہیں کہ لوگ میرا کھانا کوٹھڑی میں سے کب بھو بچا گئے۔
لیکن جب میری آنکھ کھلی تو بارہ بجنے میں کچھ منٹ باقی تھے۔ یعنی
دوپہر کا کھانا آنے سے کچھ دیر قبل ہی بیدار ہوا۔ اسلئے میں نے
جلد جلد وہ کھانا کھاکر برتن خالی کر دیے۔ اور جب دوپہر کا کھانا آیا تو
لانیوالے کو خالی برتن دیدیے جس سے کسی قسم کا شبہہ پیدا نہ ہوا۔
مجھے خیال تھا کہ آج کا دن کوٹھڑی ہی میں گذر جائے گا۔ اور کوئی شخص
مجھے بلانے نہیں آئے گا۔ اور یہی بات میری خواہش کے مطابق تھی کیونکہ
میں دن کا زیادہ حصہ سونے میں صرف کرنا چاہتا تھا۔ تاکہ جو کام میں رات کے
وقت کرنیوالا ہوں اسکے لئے کافی تیار ہو جاؤں۔
مگر میرا خیال غلط ثابت ہوا اور تیسرے پہر کو میری کوٹھڑی کا دروازہ
پھر کھلا اور وہی دونوں وارڈر پھر کمرہ میں داخل ہوئے۔

انکے ساتھ دو آدمی اور بھی تھے۔ ایک شخص کو بس جانتا تھا یعنی وہ اش
کا بھائی تھا اور دوسرا بھی چونکہ اسی کا ہم شبیہ تھا اس لئے میں
سمجھا کہ وہ دوسرا بھائی ہوگا۔

ان لوگوں کو دیکھکر میں اپنی چٹائی پر بیٹھ گیا اور اشارہ سے اُ
آنے کا مقصد دریافت کیا۔

مجھے خیال تھا کہ جس شخص کو میں جانتا ہوں وہ بڑا بھائی ہے
میری گرفتاری اور قید کا باعث زیادہ تر وہی ہوا ہے۔ اسوق
بھی چھوٹا بھائی اپنے بڑے بھائی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ جسکا مطل
یہ تھا کہ ابتدائے سخن وہی کرے۔ کچھ دیر تک سکوت طاری ر
اور وہ دونوں بھائی کھڑے سوچتے رہے۔ بعد ازاں بڑے بھائی
یوں گفتگو شروع کی:۔

شخص:۔ کہئے جناب! اب آپ سمجھ گئے کہ ہم کو کسقدر عظمت
اور طاقت حاصل ہے۔ اسوقت آپ قطعی بے یار و مددگار ہیں
اس تہخانہ میں قید ہیں۔ اور اگر ہم چاہیں تو آپ کو اسی طرح بیس
برس اور مقدمہ چلائے بغیر قید رکھ سکتے ہیں۔

دوسرا بھائی:۔ بیس برس نہیں تو کم از کم بہت عرصہ تک ضرور
رکھ سکتے ہیں۔

پہلا شخص:۔ (چھوٹے بھائی کی طرف سخت نگاہ سے دیکھتے ہوئے) جنا
معاف فرمائیے۔ ہم میں یہ بات طے ہو چکی تھی کہ اس موقعہ پر دونو
کی طرف سے میں ہی بولوں گا۔

چھوٹے بھائی نے نہایت عاجزی کے ساتھ ہاتھ جوڑ کر معافی ما

ور سر جھکایا اور عرض کیا:-

ٹا بھائی:- بجا اور درست! آپ ہی فرمائیں۔

بھائی:- دیری طرف مخاطب ہو کر ہاں جناب ہم آپکو اس
انہ میں بیس برس تک قید رکھ سکتے ہیں۔ اور اگر آپ نے ہمارا
ر مانا اور یہی ہنرمندانہ ڈھنگ رکھا تو ہم ضرور ایسا ہی کریں گے۔
ہمارا قصد اس معاملہ کو اسقدر انتہائی حد تک پہونچانے کا نہیں
کل شام کو ایک جہاز ہندستان کو جانے والا ہے۔ اگر آپ
فری آرڈر دیں تو میں آپ کا سامان یاکوہامہ کی دوکان سے
منگواؤں۔ اور آپ کے پہونچنے سے پیشتر ہی جہاز پر بار کرادوں۔
بعد جب وہ جہاز بندرگاہ سے چھوٹ جائیگا تو آپ کو ایک لانچ
لے جاکر اس جہاز میں سوار کرادیا جائے گا۔

اپنے خیال میں اس شخص نے مجھ سے بہت نیک سلوک کرنا تجویز
لیکن ابھی میں جواب بھی نہ دینے پایا تھا کہ چھوٹے بھائی نے جلدی
ہا:-

ٹا بھائی:- یہ اپنے آپ کو مصیبت سے نجات دلانے کا نہایت
طریقہ ہے۔ اگر آپ جاپان سے چلے جائیں۔ تو تمام کام درست
جائیں گے۔

:- آپ قطعی غلطی پر ہیں۔ اگر میں یہاں نہ آیا ہوتا تو مجھے آپ کا
آپ کی بہن کا حال کچھ بھی معلوم نہ ہوتا۔ لیکن اب چونکہ مجھے آپ
ں سے تعلق خاطر ہو گیا ہے تو پھر ممکن نہیں کہ جاپان چھوڑنے کے
و گفتگو کو میں اپنے دل سے فراموش کردوں گا۔ جن باتوں کو انسان

چاہتا ہے وہ یاد کر لیتا ہے اور جن باتوں کو دیوتا چاہتے ہیں
انہیں بھول جاتا ہے۔ یہ بات آپ کے بھائی نے ضرور صحیح کہی
کہ میں اسوقت بے یار و مددگار ہوں۔ مگر مجھے خدا نے ہمت دی
اور اب معاملہ انتہا کو پہنچ گیا ہے۔ اس لیے اب ممکن نہیں کہ میں
اپنے عزائم سے دستبردار ہو جاؤں۔ اب یہ لڑائی تا فیصلہ جاری رہے گی
مجھے آپ کے اختیارات کا حال معلوم ہو گیا اور بس یہی تسلیم کرنا ہو
کہ بہلاوا آپ نے خوب کیا ہے۔ بس موجودہ صورت حال یہ
ہے جو میں نے عرض کیا۔ اس کے سوائے میں اور کچھ نہیں کہہ سکتا
بڑا بھائی :- (میری طرف خونخوار نگاہوں سے دیکھتے ہوئے) آپ
پاگل ہیں۔ نکمی پاگل۔ آپ بالکل میرے اختیار میں ہیں اور پھر
آپ دہی سرکشی دکھلائے جاتے ہیں۔
میں :- ممکن ہے ایسا ہی ہو۔

میرے اس جملہ پر اس کے غیظ و غضب کی انتہا نہ رہی وہ
اپنے قابو سے باہر ہو گیا۔ اسکا غصہ کرنا اگرچہ مضحکہ انگیز تھا مگر اسقدر
تیز تھا کہ انسان دیکھنے کی تاب نہیں لا سکتا تھا۔ اور معلوم نہیں کہ
وہ میرے لیے کیا کرتا اگر اس کے چھوٹے بھائی نے اس کا بازو پکڑ کر
اسے روکا نہ ہوتا۔

دفعتاً اس شخص کا رنگ گرگٹ کی طرح بدل گیا۔ اور ایک لمحہ میں
وہ بحالت طبعی آگیا۔ میں یہ عجیب و غریب تغیر دیکھکر حیران رہ گیا۔ اس نے
اپنے بھائی سے اپنا ہاتھ چھڑایا۔ پھر میری طرف دیکھکر وہ مسکرایا۔ اور
کرہ سے باہر نکل گیا۔ اس کے بعد قید خانہ کا دروازہ بند ہو گیا۔

ان دونوں بھائیوں کے آنے جانے میں بہت ہی تھوڑا عرصہ لگا
لیکن اس سے مجھے ایک فائدہ ضرور پہونچا یعنی مجھے اپنے آئندہ ارادوں
تعلق سوچنے کا موقع ملگیا۔ ایک حد تک میرا پروگرام بالکل سیدھا
تھا اور بعد ازاں میں نے یہ سوچ لیا تھا کہ ؎

کشتی خدا پہ چھوڑ کے لنگر کو توڑ دوں

میں نوجوان اور طاقتور تھا۔ مجھے اپنے نفس پر اعتماد کلی حاصل تھا۔
لئے میرا دل امیدوں سے معمور تھا۔
وقت کا میں منتظر تھا وہ سخت انتظار کے بعد آیا۔ سپیدہ صبح نمودار
نے کو تھا۔ دیوار کی جنگلہ دار کھڑکی کسی قدر نظر آنے لگی تھی۔ کریں
ہوگیا۔ ایک یا دو منٹ کی بات تھی کہ میں کھڑکی کے سامنے کھڑا
ظر آیا۔ اور پہلی آہنی سلاخ کو میں اپنی پوری طاقت سے کھینچ
ا۔ تھوڑی دیر کی جدوجہد کے بعد وہ سلاخ نکل آئی اور میں نے
ڑی حالت میں خندق کے اندر ڈالدیا۔ اس کے بعد میں نے
ی سی کوشش کے بعد دو سلاخیں اور اکھاڑیں اور خندق میں
رح پھینکدیا۔ اسطرح میں نے چوتھی سلاخ اکھاڑی مگر اس کو
نے اپنے قبضہ میں رکھا کیونکہ یہ میرے آئندہ کام آنیوالی تھی۔
ب کھڑکی میں کافی رخنہ ہوگیا تھا۔ اسکے بعد میں نے اپنے بیروں
لپٹی ہوئی چٹائی اوپر کھینچی اور پھر ہاتھ سے پکڑ کر اٹھالی۔ در اصل
ئی نہیں بلکہ ایک قسم کا گدیلا تھا جس کے اندر لکڑی کا چھیلن بھرا
ا۔ اور وہ پانی میں تیر سکتی تھی۔ اس کے بعد میں نے وہ گدیلا بھی
نہ سے پانی میں پھینک دیا۔ بعد ازاں بقیہ دو سلاخیں پکڑ کر میں

اوپر کو ابھرا اور رفتہ رفتہ کھڑکی میں پاؤں ڈالدیئے۔ اور کھڑکی ک
اندر گھس گیا۔ جب میرا آدھا جسم کھڑکی کے اندر تھا تو میں نے بل ک
پہلو بدل لیا تاکہ اپنے ہاتھوں سے زیادہ اچھا کام لے سکوں۔ ا
میں اس سوراخ سے پورا باہر نکل آیا اور خندق کی طرف لٹک گیا
اور خدا سے مدد کے لئے دعا مانگی۔ ہاتھ چھوڑ دیئے۔ اور سیدھا پا
کے بل خندق میں جاگرا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس خندق میں پانی بہت گہرا ہوگا۔ کیو
کودنے کے بعد میرے پاؤں زمین کو نہیں لگے۔ بلکہ میں ویسے ہی
پر ابھر آیا۔ سطح پر آتے ہی میں نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ تیر کر
گدیلے کے پاس پہونچا اور اُسے کھینچکر اپنے پیٹ کے نیچے لے لیا۔ اس
مجھے معلوم ہوا کہ خندق کا پانی بہ رہا ہے۔ بس میں نے فوراً ارادہ
کر لیا کہ جسطرف سے پانی آتا ہے اسی طرف تیر کر چلنا چاہئے تا
معلوم ہو کہ یہ پانی خندق میں کہاں سے آتا ہے۔

جسقدر آہستگی سے ممکن ہوسکا میں اس نیم تاریکی میں تیرتا چلا
لیکن قید خانہ کی دیوار سے ملا ہوا گیا۔ تاکہ جو لوگ اوپر ہوں ان کی
سے پوشیدہ رہوں۔ مجھے معلوم نہیں کہ میں نے کسقدر فاصلہ طے کیا لیک
تھوڑی دیر بعد مجھے وہی چیز دکھائی دی جس کا میں منتظر تھا۔ یعنی
دیکھتا ہوں کہ سامنے ایک محرابدار ڈاٹ ہے۔ اور وہ پانی سے تق
ایک گز بلند ہوگی۔ اسی راستہ سے ایک چشمہ خندق کے اندر داخ
ہوتا تھا۔

میں فوراً اسی محراب کی طرف تیرتا ہوا گیا۔ لیکن پانی کی تیزی

مجھے سید ہا اس محراب کی طرف آنے نہیں دیتی تھی۔ اسلئے خندق کا کچھ حصہ طے کر کے دیوار کے برابر برابر مجھے اس راستہ تک پہونچنا پڑا اور میں نے ایک آہنی سلاخ جو اس میں لگ رہی تھی پکڑ لی۔ اس کشش میں وہ گدیلہ بھی میرے نیچے سے نکل گیا اور پانی میں بہتا ہوا چلا گیا۔ غنیمت ہے کہ وہ آہنی سلاخ جو میں نے دریچہ زندان سے اکھاڑ کر اپنے پاس رکھی تھی وہ میں نے اس گدیلہ پر نہیں رکھدی تھی ورنہ وہ بھی اس کے ساتھ چلی جاتی۔ اور اسکے بغیر میرا بچنا محال ہو جاتا۔ وہ سلاخ آہنی واسکٹ کے نیچے میرے سینہ سے لگی ہوئی تھی۔

اب میں نے وہ سلاخ نکالی اور محراب کی سلاخ میں پھنسا کر اس سے زور لگایا۔ چونکہ پانی کی وجہ سے وہ سلاخ زنگ خوردہ ہوگئی تھی اس لئے وہ تھوڑی سی جد و جہد کے بعد الگ ہوگئی۔

اب میں اس سوراخ میں گھسا اور پیٹ اور گھٹنوں کے بل اس پل میں چلتا رہا۔ یہ سخت مشکل کام تھا کیونکہ ایک تو پانی کی دھار بہت تیز تھی دوسرے پل کے اندر سخت تاریکی تھی۔ علاوہ ازیں سردی بھی سخت تھی کہ ہاتھ پاؤں شل ہوئے جاتے تھے۔ الغرض میں رفتہ رفتہ بہت دور تک چلا گیا لیکن وہ پل ختم ہونے ہی میں نہیں آتا تھا۔

تھوڑی دور چلکر مجھے دوسری طرف سے کچھ روشنی محسوس ہونے لگی اور پل کے اندر کی تاریکی دور ہوئی۔ مگر اتنے ہی سفر میں میرے گھٹنے گھسکر لہولہان ہو گئے تھے۔ رفتہ رفتہ روشنی زیادہ ہوتی گئی اور مجھے اپنے سامنے کچھ فاصلہ پر ایک راستہ دکھائی دیا۔

یہ دیکھکر میری ہمت اور زیادہ بڑھ گئی اور میں بدستور اس سوراخ

کی طرف رینگتا رہا۔ لیکن جب میں اس رخنہ کے قریب پہونچا تو یہ بات دیکھکر میری مایوسی کی انتہا نہ رہی کہ وہ رخنہ صرف چند انچ کھلا ہوا ہے۔ لیکن پانی بھی ایک فٹ کے قریب گہرا تھا۔ اس لئے اب مجھے گھٹنوں کے بجائے ہاتھوں اور سینہ کے بل چلنا پڑا۔

بالآخر میں منزل مقصود تک پہونچ گیا اور کوشش کر کے اسکے اندر سے باہر گذر گیا باہر نکلکر کیا دیکھتا ہوں کہ ایک پایاب چشمہ ہے جو اس پل کے ذریعہ سے خندق میں داخل ہو رہا ہے۔ دونوں کنارے سبز و شاداب ہیں اور دھوپ چمک رہی ہے۔ سر پر نیلا آسمان اور چاروں طرف تازہ اور کھلی ہوا ہے۔ چند چنڈول اور اگن فضا میں معلق پرواز کرتے ہوئے چہچہا رہے ہیں۔

میں باہستگی تمام پانی سے باہر نکلا اور جلد ہی جلدی چاروں طرف نگاہ ڈالی۔ وہ قید خانہ جہاں سے میں فرار ہوا تھا۔ اب بھی بہت قریب تھا۔ اور میرے چاروں طرف کی زمین بھی صاف بغیر جھاڑیوں یا درختوں کے تھی۔

اس وقت بدقسمتی سے مجھ سے تقریباً سو گز کے فاصلہ پر دو سنتری ہاتھوں میں رائفلیں لیے ہوئے آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ اور جب میں دریا کے کنارے پر سیدھا کھڑا ہوا تو انہوں نے مجھے دیکھ لیا۔

اللہ اللہ! یہ کس قدر نازک موقعہ تھا۔ عین اسوقت جبکہ میں خود کو آزاد سمجھتا تھا اور جب میں عالم تصور میں اپنی محبوبہ کو چھڑانے جا رہا تھا مجھے پھر گرفتار بلا ہونے کا خطرہ نظر آنے لگا۔ اگر اسوقت

نخواستہ میں گرفتار ہو گیا تو پھر کبھی نجات کا موقعہ نہ
۔ اور میں یہ بھی جانتا تھا کہ اگر اس مرتبہ گرفتار ہوا تو پھر
معشوق کا وصل بھی ناممکن ہے۔
ان سنتریوں نے چلا کر مجھے آواز دی اور مجھے اپنی طرف
۔ لیکن یہ کیونکر ممکن تھا کہ میں خود موت کے منہ میں چلا جاتا۔
میں نے چاروں طرف نگاہ ڈال کر دیکھا کہ داہنی طرف تقریباً
یک میل کے فاصلہ پر کچھ درخت اور جھاڑیاں نظر آتی ہیں۔
سر پر پاؤں رکھ کر اس طرف بھاگا اور جس قدر تیز مجھ سے بھاگا
سکتا تھا بھاگتا رہا۔
ابھی میں چند سو گز کا فاصلہ طے بھی کرنے نہیں پایا تھا کہ ان
سنتریوں نے مجھ پر فیر کرنا شروع کر دیا۔ میں جانتا تھا کہ اس وقت
نشانہ خوب بنایا جا سکتا ہے۔ اس لئے میں کسی قدر آگے کو جھک گیا
خوب بھاگا۔ صبح کی ساکت فضا میں میرے چاروں طرف گولیاں
سن کرتی ہوئی چل رہی تھیں۔ جن سے لفضلہ مجھے تو کوئی صدمہ نہ
پہنچا مگر دریا کے کنارہ جو سفید بگلوں کی ٹکڑی بیٹھی ہوئی تھی وہ اڑ گر
گئی۔
خدا کا شکر ہے کہ زمین سخت اور صاف تھی اس سلئے میں کبھی
ادر کبھی اُدھر مڑ کر بھاگتا ہوا نکل گیا۔ جان کے خوف سے ایسا
م ہوتا تھا گویا میرے پر لگ گئے ہیں۔ اور جب میں اُن جھاڑیوں
درختوں میں پہونچ گیا تو تھک کر زمین پر گر پڑا۔
جب میں وہاں سے دوبارہ اُٹھا اور ادھر اُدھر دیکھا تو مجھے

معلوم ہوا کہ میں ایک شاہراہ کے کنارے ہوں۔ اور ایک حسین
و جمیل جاپانی عورت سڑک پر کھڑی ہوئی مجھے غور سے دیکھ رہی
ہے۔ اس کی نظروں سے حیرت اور خوف ٹپکتا تھا۔ اور واقعی اس
وقت میری حالت ایسی ہی تھی کہ اگر بھوت بھی دیکھے تو ڈر جائے
اور وہ تو پھر بھی آدمی کا بچہ تھی۔ میرے کپڑوں سے پانی اور میرے
گھٹنوں سے خون ٹپک رہا تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ الٰہی اب کیا
کروں۔ اب تو مجھ میں بھاگنے کی تاب و تواں بھی باقی نہیں رہی
دوسرے مجھے یہ خوف طاری ہو گیا کہ اگر سپاہی میرے تعاقب میں
آتے ہوں گے تو یہ عورت میرا پتہ بتا دے گی۔ اگرچہ میں اس وقت
موت کے منہ ہی میں تھا مگر اس عورت کو کچھ نہیں کہہ سکتا
تھا۔ کوئی دوسرا میری جگہ ہوتا تو ضرور مار ڈالتا مجھے صرف ایک
جاپانی عورت سے واسطہ پڑا تھا۔ اور میں یہ سمجھتا تھا کہ شاید جاپان
کی تمام عورتیں ایسی ہی ہوتی ہوں گی۔ میں اٹھا اور اس عورت کے
سامنے جا کر ادب سے سلام کیا اور چینی زبان میں یوں دست بستہ
عرض کیا۔

میں:۔ اے خاتون محترم! اس وقت قید خانہ سے بھاگا ہوا ایک
قیدی خود کو آپ کے بے پایاں رحم و کرم پر چھوڑتا ہے۔

تھوڑی دیر تک اس خوبصورت عورت نے (میرے خیال
میں بلحاظ حسن و جمال وہ بے نظیر عورت تھی) آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر
مجھے غور سے دیکھا پھر آہستہ سے کہا۔

حسینہ:۔ اچھا میرے پیچھے پیچھے آ جاؤ۔

یہ کہکر وہ عورت تیز قدم بڑھا کر ایک راستہ پر ہولی جو سڑک کے ایک دوسرے کنارہ سے علیحدہ ہوا تھا۔ چند منٹ چلنے کے بعد ہم ایک افتادہ اور قطعی علیحدہ مکان میں پہونچے۔ اور اس کے عقب کیطرف کھڑے ہوگئے۔ یہاں اس جمیلہ نے آہستہ آہستہ ایک پردہ ہٹایا اور داخل ہو کر مجھے مکان میں داخل ہونے کا اشارہ کیا۔ اور اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھکر یہ بھی اشارہ کیا کہ میں چپ چاپ آؤں اور خاموش رہوں۔

میں اول اول تو اس صاف ستھرے مکان میں داخل ہوتے ہوئے کسیقدر ہچکچایا کیونکہ میرے کپڑے کیچڑ میں لتھڑے ہوئے تھے اور میرے گھٹنوں سے خون ٹپک رہا تھا۔ اسوقت میرے پاؤں میں بوٹ تک نہ تھا۔ اور نہ سر پہ ٹوپی تھی۔ میرے بالوں پر کیچڑ کے اندر کی مٹی جمی ہوئی تھی۔

لیکن اس شریف عورت نے مجھے تحکمانہ نظر سے دیکھکر اندر آنے کا اشارہ کیا۔ اور پاؤں زمین پر مارا۔ اس لئے میں گھبرا کر مکان میں داخل ہو گیا۔ کیونکہ اگر میں اسوقت اس کے حکم کی تعمیل نہ کرتا تو بہت ممکن تھا کہ وہ میرا پتہ بتا دیتی۔

میرے مکان میں داخل ہونے کے بعد اس نے پردہ بدستور لگا دیا اور مجھے لیکر ایک بڑے کمرہ میں گئی جہاں فرنیچر کچھ نہیں تھا۔ اور اگر تھا بھی تو بہت ہی کم۔ ایک لمحہ کے بعد اس نے زمین پر سے چٹائی ہٹائی۔ میں نے دیکھا کہ فرش میں ایک زمین دوز کھڑکی ہے۔ اس عورت نے مجھے اشارہ کیا کہ میں کھڑکی کا دروازہ کھولوں۔ میں نے اس کے حکم کی تعمیل کی اور دروازہ بآسانی کھولدیا۔ دروازہ سے ایک زینہ لگا ہوا تھا۔ جو نیچے اترتا تھا

اس عورت نے میری طرف اشارہ کرکے آہستہ سے کہا۔

حسینہ:۔ آپ اس تہخانہ میں اتر جائیں اور جسقدر مجھسے ہو سکیگا
میں آپ کی امداد و اعانت سے ہرگز دریغ نہ کروں گی۔

میں نے اس عورت کی طرف شکریہ کی نگاہ سے دیکھا اور نیچے
اس نے فوراً دروازہ بند کرکے چٹائی بچھادی۔

باب سترہواں

محسنہ

جس تہخانہ میں میں داخل ہوا تھا وہ تقریباً دس فٹ مربع
لیکن اسقدر کم اونچا تھا کہ میں اسمیں بمشکل سیدھا کھڑا ہو سکتا تھا۔
طرف ایک چھوٹا سا روشندان تھا۔ جو غالباً کسی جگہ باغ میں نکلتا
لیکن اس کے ذریعہ بہت کافی ہوا اور روشنی تہخانہ میں داخل ہو
اس تہخانہ میں دو تین خالی صندوق رکھے تھے۔ ایک صندوق پر
بیٹھ گیا اور آئندہ واقعات کا منتظر رہا۔ کمرہ میں کھانے پینے کی کوئی
موجود نہ تھی۔ اور نہ معلوم میرے دل میں یہ خیال کیوں پیدا ہو
میں پہلا شخص نہیں ہوں جو اس کے اندر چھپایا گیا۔ مجھسے پیشتر او
بھی اس تہخانہ میں رہ چکے ہیں۔

اس عورت کا شاندار قیمتی لباس نیز اس بات سے کہ وہ
صبح سویرے تنہا اپنے مکان کو واپس آرہی تھی۔ مجھے یقین ہو گیا
عورت "جیشا" یعنی تعلیم یافتہ طوائف ہے۔ اور غالباً اس قسم کی کئی

اس الگ تھلگ مکان میں رہتی ہیں۔
یہ بھی بعید از غالب نہ تھا کہ رات کو بہت عرصہ تک احباب سے
صحبت اٹھانے کے بعد اس نے یہ سوچا ہو کہ فصل بہار کی نسیم سحر
ٹہلتے ٹہلتے اپنے گھر پہونچ جائے بہر حال یہ میری خوش قسمتی تھی کہ اُسنے
کیا۔ کیونکہ وہ اسوقت مدد نہ دیتی تو میرا بچنا دشوار تھا۔
مجھے اس تہخانہ میں داخل ہوئے زیادہ سے زیادہ بیس منٹ گذرے
گے کہ میں نے اپنے سر پر لوگوں کو باتیں کرنے اور ادہر اُدہر
نے کی آوازیں سنیں۔ کچھ آدمی باغ میں بھی دوڑتے پھرتے تھے
با نصف گھنٹہ تک یہی کیفیت رہی۔
بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ جیسا کچھ میں نے خیال کیا تھا وہ صحیح تھا۔
اس مکان میں نصف درجن کے قریب "حبشی" عورتیں رہتی
تھیں۔ نیز یہ کہ میرے لئے قید خانہ کے سپاہیوں نے اُس مکان اور
کی سخت تلاشی لی تھی۔ اگر میں کسی طرح یہ دلچسپ منظر دیکھ سکتا
خوب ہی لطف آتا۔ جسقدر عورتیں اس مکان میں تھیں وہ
گھبرا کر اٹھ بیٹھی تھیں سپاہیوں نے ان کے کمروں بلکہ بستروں
کی تلاشی لی تھی۔ اسپر وہ عورتیں سخت برافروختہ ہوئیں اور
نے ان بیوقوف سپاہیوں کا خوب مذاق اڑایا جنہیں انکی
ہجولی نے اس طرح اُلو بنایا تھا۔ اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ جس عورت
حال معلوم تھا وہی سب سے زیادہ برافروختہ ہوئی تھی۔
خانہ میں داخل ہونیکے بعد سب سے پہلا کام جو میں نے کیا وہ یہ تھا
نے اپنی پاکٹ بک کے اندر کی تمام چیزیں دیکھیں۔ اور میں یہ

دیکھکر بہت خوش ہوا کہ میرے وہ بیش بہا خطوط دریا اور خندق کے
پانی سے قطعی محفوظ تھے۔ اور میرے نوٹوں کو بھی کوئی ضرر نہیں پہونچا تھا
لیکن میری گھڑی ٹوٹ گئی تھی۔

مجھے معلوم نہیں کہ کتنے گھنٹے گذر چکے تھے کہ میں نے تہخانہ کی کھڑکی
کے دروازہ پر تھپ تھپانے کی آواز سُنی۔ میں نے احتیاط کے ساتھ اُس
کھڑکی کا دروازہ چند انچ اٹھایا تو دیکھا کہ جس حسین و جمیل عورت نے میری
جان بچائی تھی وہ دروازہ پر کھڑی ہوئی ہے۔

حسینہ :۔ (آہستہ) لو یہ کھانا کھالو۔ آج رات کو میں کسی بہانہ سے گھر
پہنچاؤں گی۔ تم اُسوقت تک صبر سے کام لو۔

قبل اس کے کہ میں شکریہ کا کوئی لفظ زبان سے نکالوں اُسنے کھانے
کا برتن میرے ہاتھ میں دیکر فوراً دروازہ بند کر دیا۔ اس کے بعد میں
خالی صندوق پر بیٹھ گیا اور کھانا کھانے میں مصروف ہوگیا۔ ہر لقمہ
اس محسنہ کا شکریہ ادا کرتا جاتا تھا۔

کھانا کھانے کے بعد میں سخت زمین پر لیٹ گیا اور بہت جلد سو
کیونکہ گذشتہ واقعات کی وجہ سے میں بے انتہا خستہ و ماندہ ہو
تھا۔ نہ میرا جسم کام دیتا تھا نہ دماغ۔

چند گھنٹے کے بعد دروازہ پر پھر تھپ تھپ کی آواز سُنی تو میں
آنکھیں ملتا ہوا اُٹھا اور کھڑکی کے پاس پہونچا تھوڑا سا دروازہ کھولا۔ لیکن اُسی
سعدر قہقہہ کی آواز نے میرا خیر مقدم کیا کہ مجھے اطمینان ہو گیا کہ اب
کوئی خطرہ نہیں ہے۔ مجھے اس محسنہ نے تحکمانہ لہجہ میں باہر نکلنے کا حکم د
اور کہا کہ اوپر آکر ذرا اپنی حالت دکھاؤ۔ مگر میں نے نہایت عاجزی

کر دیا اور عرض کیا کہ پہلے مجھے منہ ہاتھ دھونے کے لیے پانی دلایا جائے تو
اضر ہوں۔ الغرض اس عورت نے پانی کا ایک جگ صابن اور تولیہ
یا۔ میں نے ہاتھ منہ دھو کر صاف کیا۔ اور تقریباً دس منٹ میں اپنی
ت درست کر لی۔ اور اگرچہ میرے کپڑوں کے چیتھڑے لگے ہوئے تھے
ب مجھے کوئی شرم دامنگیر نہیں تھی۔ میں زینہ پر چڑھا اور اپنی محسنہ کے
آ کر کھڑا ہو گیا۔

اس کمرہ کے ایک گوشہ میں بید کی بنی ہوئی سیاہ رنگ کی چھوٹی سی
ار تھی۔ میری حسین وجمیل محسنہ مجھے اس میز پر لے گئی۔ اور مجھ سے کہا کہ
ے سامنے جو گدیلا بچھا ہوا ہے اس پر بیٹھ جاؤ۔ یہ میز زمین سے صرف چند
اونچی تھی۔ جب میں وہاں بیٹھ گیا تو اس نے مجھے نہایت لذیذ کھانے
قسم کے لا کر دیے۔ جو قاب وہ میرے سامنے پیش کرتی تھی تو دونوں
ں پر رکھ کر دو زانو بیٹھ کر تبسم بہ لب نہایت ادا و ناز اور سلیقہ سے پیش کرتی
چونکہ مجھے عورتوں میں رہنے کا بہت کم اتفاق ہوا تھا اس لیے میں ایکے
ے کسی قدر محجوب ہو جاتا تھا۔ چنانچہ آج بھی میں سخت گھبرا گیا تھا اگرچہ
نے ضبط سے کام لے کر اپنی حالت کا اظہار نہ ہونے دیا۔

س وقت اس عورت نے اس سلیقہ سے نہایت بیش قیمت لباس
ا۔ کہ بیان سے باہر ہے۔ اسکا لباس ہلکے سبز رنگ کے ریشم کا تھا جس پر
ریشم سے ہر طرف چیری کے پھول بنائے گئے تھے۔ یہ کام اسقدر
ی کا تھا کہ اس لباس کو اگر کسی نمائش میں رکھا جاتا تو ضرور درجہ
ل کا انعام ملتا۔ علاوہ ازیں اس کا چہرہ، اس کا رنگ، اس کے ہاتھ پاؤں
اس کے تمام اعضاء کا تناسب ظاہر کرتا تھا کہ صانع قدرت نے

اُسے فرصت کے وقت بنایا ہے۔ اور اگر دوبارہ بنانا چاہے تو ہ
نہیں بنا سکتی۔

جب بس کھانا کھا چکا تو وہ اپنا رباب اٹھا کر لائی اور میرے پ
بیٹھ کر بجانا شروع کیا۔ بعد ازاں اُس نے ساز سے سُر ملا کر اسقدر د
آواز میں دو چار چیزیں گائیں کہ اگر زہرۂ فلک بھی سنتی تو مست ہو ج
بعد ازاں اپنا رباب ایک طرف پھینک کر وہ ہنس کر بولی۔

حسینہ :۔ اب چونکہ میرے محترم آقا خاصہ تناول فرما چکے ہیں اس
میں امید کرتی ہوں کہ وہ تھوڑی دیر اپنی کنیز سے بات چیت کرنے
زحمت ضرور گوارا فرمائیں گے۔

میں اس عورت کے احسان عظیم کے بار گراں سے اسقدر دبا
تھا کہ بول نہیں سکتا تھا مگر میں نے انتہائی جرأت سے کام لیکر عرض کیا۔

میں :۔ میں خود کو بیحد خوش قسمت سمجھوں گا اگر آپ مجھے اپنے اسم گرام
سے آگاہ فرمانے کی زحمت گوارا فرمائیں گی۔

حسینہ :۔ اس کنیز کا اصلی نام "اودی" ہے لیکن جسقدر بھی عورتیں
اس مکان میں رہتی ہیں اُن میں کوئی بھی اپنے اصلی نام سے مشہور نہیں
ہے۔ جب ہم لوگ بچپن میں اپنے گھر سے رخصت ہوتے ہیں تاکہ
"جبشا" بنیں تو ہمارے اصلی نام ترک کر دیئے جاتے ہیں۔ اس کے بع
ہم کو کسی خاص مناسبت کے لحاظ سے کوئی زیادہ خوبصورت اور دلفریب
نام دیا جاتا ہے۔ (اسوقت اس نے اپنے پیراہن کی چوڑی چوڑی آستینیں
اوپر اٹھائیں اور ہنس کر بولی) مثلاً میرا نام "تتلی" مشہور ہے بہر حال اسوقت
ناچیز کنیز اس قابل نہیں کہ اپنا حال بیان کروں۔ جبکہ میں اس اشتیاق میں

جانتی ہوں کہ یہ معلوم کروں کہ آپ سامنے والے قید خانہ سے کیونکر ہوئے ۔ حالانکہ وہ اس قدر مضبوط ہے کہ آجتک اس میں سے میں نے ہوئے کسی قیدی کو نہیں سنا۔

ا۔ میں آپ کو ہمیشہ آپ کے اصلی نام " اودی " سے یاد کروں گا میں کا نام " تتلی " نہیں لونگا ۔ خواہ آپ کا لباس کتنا ہی خوبصورت اور کیوں نہ ہو ۔ میں بھی جانتا ہوں کہ آج صبح جب میں نے خود کو آپکے رم پر چھوڑا تھا تو اسوقت بھی آپ تتلی نہیں تھیں ۔ تتلیوں کے یں ہوتا اگر آپ صاحبِ دل ہیں ۔ اور اپنے پہلو میں ایک دل بند رکھتی ہیں ۔ اگر آپ تتلی ہوتیں تو آپ مجھسے ڈر کر اُڑ جاتیں ۔ اس کے بعد میں نے قید خانہ سے فرار ہونے کی تمام کیفیت مفصل طور س کی ۔ اور وہ دم بخود ہو کر سنتی رہی ۔ اور جب میں اس موقعہ پر پہونچا یں بل سے نکل کر پایاب چشمہ میں پہونچ گیا تھا ۔ جہاں مجھے دو سنتریوں نے مجھ پر گولیاں برسائی تھیں ۔ تو اس عورت نے منہ پر ہاتھ مارا اور چہرہ زرد ہو گیا۔

ی :- ہاں ہاں میں نے بھی گولیاں چلنے کی آواز سنی تھی ۔ دو فیر ہوئے تھے ۔ صبح کے سکوت میں بندوق کی آوازیں کسقدر خوفناک ہوتی تھیں ۔ میں بھی حیران ہو کر سڑک پر کھڑی رہ گئی تھی اور مجھے ی جان کی فکر ہو گئی تھی ۔ اس کے بعد آپ ان جھاڑیوں میں دوڑتے اور میرے قریب پہونچکر زمین پر گر پڑے ۔ اگر میں بھاگنا چاہتی تو سکتی تھی مگر میرے پاؤں زمین نے پکڑ لیے تھے ۔ اسکے بعد آپ اُٹھے ں نے آپ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالکر دیکھا ۔ تو مجھے اپنی جان کا کوئی

خوف نہ رہا مجھے آپ کی جان کی فکر پڑگئی ۔

اس کے بعد وہ بھی تھوڑا خاموش ہو گئی اور پھر نہایت سنجیدگی

دریافت کیا ۔

اودی ۔ یہ تو فرمائیے کہ آپ قید خانہ میں کیوں ڈالے گئے تھے کیا

قاتل ہیں ۔؟

میں ۔ قاتل ! میں ہرگز قاتل نہیں ہوں ۔ کیا میں اپنی صورت

خونی نظر آتا ہوں ۔

اودی ۔ (مجھے غور سے دیکھکر) میں نہیں کہہ سکتی ۔ میں نے بہت

ہندوستانی دیکھے ہیں ۔ ایک بات ضرور ہے کہ آپ کی خوراک

ڈبل ہے ۔ اور آپ چاول بہت کم کھاتے ہیں ۔ اس سے معلوم ہوتا

کہ آپ چور ہوں گے ۔ یعنی وہ شخص جو رات کے وقت لوگوں کے گھر

میں گھس کر چوری کر لیتے ہیں تاکہ اپنا پیٹ بھریں ۔

اس وقت میں نے دیکھا کہ وہ نہایت سنجیدگی سے گفتگو کر رہی

لیکن میں اپنی ہنسی نہ روک سکا ۔

میں ۔ میری حسین محسنہ ! آپ کے مہمان کو یہ عزت بھی حاصل نہیں

ہے ۔ یعنی مجھے چور ہونے کا بھی شرف حاصل نہیں ۔ میں کسی قسم کا بھی

نہیں ہوں ۔

اودی ۔ (کچھ سوچکر) آپ یہ نہ سمجھیں کہ میں جرائم پیشگی کو پسند کرتی

گر میں بہادری اور شجاعت کی پرستش کرتی ہوں خواہ وہ مرد

ہو یا عورت میں ۔ ہم جیسی عورتوں کو گھر کی بیبیوں کی خوبیوں سے

واقفیت نہیں ہوتی ۔ ہم لوگوں کی قسمت میں نہ شوہر ہیں نہ بچے

وں میں پہلی بی بی بننے کی جو خصوصیت ہوتی ہے وہ ہم سے قطعی
ی ہو جاتی ہے۔ اور ہمارے پہلو میں دل نہیں ہوتا بلکہ مردہ لوتھڑا؟
ت کا ہوتا ہے۔ ہماری تمام عمر مردوں کی تفریح کرنے اور ان کے
گا بجا کر ان کی طبیعت خوش کرنے میں گزر جاتی ہے۔ اور چونکہ ہمیشہ
تا رہتا ہے اس لئے ہم ایسی یکساں زندگی سے تنگ آجاتے ہیں۔
یج جب میں نے آپ کو بچایا تو میرے دل میں بہت بڑی امیدیں
۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ دیوتاؤں نے میرے حالِ زار پر رحم کیا ہے۔
بہت ممکن تھا کہ اس حسین وجمیل جیشا عورت کی تمام حسرتیں پوری
یں اگر میرے دل کے بتخانہ میں اوتیتسو کی مورتی نہ رکھی ہوئی ہوتی
ممکن تھا کہ میں اسکا دل بہلانے کے لئے مہینوں اور برسوں اس کے
رہتا حتیٰ کہ مجھسے اس کی طبیعت سیر ہو جاتی۔ اور پھر بس جا کر خودکشی
جیسا کہ ان عورتوں کے چاہنے والے اکثر کرتے ہیں۔ لیکن اس وقت
کا گرم حسن وجمال میرے سرد دل پر اس سے زیادہ اثر نہیں کر سکتا تھا
ر کہ فوجی ماسہ کی سربفلک برفپوش چوٹی پر آفتاب کی گرم شعاعیں کرتی
۔

اس میں شک نہیں کہ میں اسکا بیحد مداح تھا۔ لیکن محض اسی طرح
کہ کسی رنگیں اور خوبصورت تصویر کو بنظر استحسان دیکھا جا سکتا ہے۔ یا
مجسمہ کو تناسب اعضاء کے لحاظ سے۔

یہ بھی ظاہر تھا کہ اودئی استقدر ہوشیار ہے کہ وہ میری صورت سے
ے دل کا حال معلوم کر لیتی ہے۔ میں ایسی حالت میں جبکہ میرا دل ایک
ت کے دام زلف میں گرفتار تھا ہرگز کسی دوسری عورت سے محبت

نہیں کر سکتا تھا۔ ع

پہلو میں کسی شخص کے دو دل نہیں ہوتے

اسوقت میرے لیے نہایت نازک موقعہ تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ
زاہد فریب ناز و ادا کو میں کسقدر سرد نظروں سے دیکھ رہا ہوں تو اُ
آنکھوں میں ایک خطرناک چمک پیدا ہو گئی۔ اسوقت اسکا دل جذبات
غضب سے معمور تھا۔ وہ بار بار اپنی انگلیوں کو زور سے دباتی تھی۔ مجھے ڈ
کہ کہیں وہ اسوقت غضبناک ہو کر گھر سے باہر نہ دوڑ جائے اور مجھے ظا
کے حوالہ نہ کر دے۔ الغرض میں اس کی طرف نیم بجز د دیکھ رہا تھا۔

میں اپنی آزادی کے لیے مسلح آدمیوں سے لڑ چکا تھا۔ اور میں نے
زندگی دوبارہ خطرہ میں ڈال لی تھی۔ اور اب وہی زندگی ایک رنڈی کے
ہاتھوں پھر خطرہ میں مبتلا ہوتی جاتی تھی۔ حالانکہ اگر میں چاہتا تو میں اُ
کرباس کہنہ کی طرح چیر پھاڑ کر رکھ دیتا۔

عین اسوقت جبکہ وہ میرے پاس سے اٹھکر چلنا چاہتی تھی ایک د
کی دیوار کا پردہ کسی قدر ہٹا اور ایک چھوٹی سی لڑکی جس کی عمر تقریباً
سال ہو گی پابرہنہ شب خوابی کا لباس پہنے ہمارے سامنے آکھڑی ہوئی۔
دیکھکر وہ لڑکی ڈری اور ایک ہلکی سی چیخ اس کے منہ سے نکل گئی اور وہ ا
بت غضبناک کی گود میں جا بیٹھی۔ اور اپنے ہاتھ اس کی گردن میں حمائل ک

اس وقت میری خشمگین محسنہ کو مجبوراً مسکرا دینا پڑا اور اس نے ا
خوفزدہ لڑکی کا سر پیار سے سہلایا اور میٹھی میٹھی باتیں کرنے لگی۔ لیکن
لڑکی نہ بہلی اس لئے مجبوراً اس کو ایک دوسرے کمرہ میں لے جا ک
بستر پر لٹا دیا گیا۔

چند منٹ بعد "ندی" پھر میرے پاس آئی لیکن اسوقت اسکا مزاج
قدرے درست تھا۔ میرا خیال ہے کہ اُس نے اپنے دل پر سخت جبر
ہو گا۔
اس کی آنکھوں سے یہ بھی ظاہر ہوتا تھا کہ وہ کچھ دیر قبل اشک
ہیں۔ اور اسوقت جو وہ مسکرائی تھی تو نہایت افسردہ دلی سے۔
نے بیان کیا کہ اس لڑکی کے والدین نے اُسے جیشا بنانے کے لیے حوالہ
ہے۔ اور میں بھی اتنی ہی عمر میں جیشا بنائی گئی تھی۔
ی:۔ ہم لوگوں کی تعلیم ایسے اسکول میں ہوتی ہے کہ ہم انتہا درجہ کے
دل اور زر پرست بنجاتے ہیں۔ ہمارے دل میں نہ رحم ہوتا ہے نہ کسی
ت ہوتی ہے۔ پھر آپ ہی خیال فرمایئے کہ اس میں ہمارا کیا قصور ہے؟
"میں اس وقت جوش احسانمندی میں آگے بڑھا اور اسکا ایک ہاتھ
ہاتھ میں لیکر اس سے کہا۔
:۔ میری حسین محسنہ! میں جبتک بھی دنیا میں زندہ رہوں گا
قت تک تمہارا احسان عظیم میرے سر پر اور تمہاری محبت میرے
میں قائم رہے گی۔ اور وہ دن بھی قابل یادگار ہوگا جبکہ میں اپنی
ی کو ساتھ لیکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گا اور اسی طرح آپکی
ت بوسی کروں گا جیسے کہ میں اسوقت کرتا ہوں۔ آیندہ زندگی میں جو
مسرتیں ہمیں نصیب ہوں گی وہ سب آپ کے رحم و کرم کی رہین منت
گی۔ اور اگر اسوقت آپنے اپنی امداد و اعانت کا ہاتھ ہمارے سر سے
لیا تو سمجھ لیجئے کہ دو عاشق و معشوق کی نہایت بری طرح سے جانیں
ں گی۔

اوڈئی نے اپنا ہاتھ خاموشی سے میرے ہاتھ سے نکال لیا اور مجھ
کہا کہ میں اپنا حال زیادہ تفصیل سے بیان کردوں۔ اور یہ بھی پوچھا کہ
وہ کس طرح میری مدد کرسکتی ہے۔

میں نے فوراً اسکے ارشاد کی تعمیل کی اور جسطرح مجھے ہوسکا میں
نہایت موثر پیرایہ میں اسے تمام داستان اپنے عشق و محبت کی سُنا
صرف دو باتیں میں نے چھپائیں۔ ایک تو میں نے اپنی معشوقہ کا نام نہیں
بتایا دوسرے یہ نہیں بتایا کہ اسکا مکان کہاں ہے۔ اور غالباً اس
اس بات کا کچھ خیال ہی نہ گیا ہوگا۔

اوڈئی نے میری تمام داستان غم نہایت توجہ کے ساتھ
سُنی اور تمام وقت اس کی آنکھیں میرے چہرے پر جمی رہیں۔ اُسے
تمام قصہ نہایت دلچسپ اور حیرت انگیز معلوم ہوا۔ اسکے دل میں
طرف سے اگرچہ رنج بھی پیدا ہوگیا تھا۔ اب میری پامردی و استقلال
حال سُنکر سب رفع ہوگیا۔ اسکا دل اب قطعی صاف تھا۔ آتش رشک و
حسد کا کوئی شعلہ اس کے دل میں نہ بھڑکا بلکہ یہ معلوم کرکے اسکو ایک گو
تسلی ہوئی کہ اسی کی ایک ہموطن عورت نے میرے کشور دل پر تاخت
کی ہے۔

اوبنتو کی موجودہ مصیبت کا حال سُنکر اس کا دل رحم و ہمدردی سے
مملو ہوگیا۔ اور وہ نہایت شوق کے ساتھ ہماری ہر مدد کرنے کے لیے تیار
ہوگئی۔ اسکو بہت افسوس ہوا کہ اوبنتو جیسی حسین و جمیل اور نیک لڑکی
اسوقت ایک ایسے بدمعاش کے بس میں ہے جیسا اسکا بڑا بھائی ہے۔
اوڈئی نے میری محبوبہ کی صورت و شکل، حسن و جمال اور عادات و خصائل

تی بے شمار سوالات کیے - کہ دُبلی ہے یا فربہ - پستہ قد ہے یا کشیدہ
ت، اس کی آنکھیں کس رنگ کی ہیں - اس کے بال کیسے ہیں - کیا وہ
ی وسرود جانتی ہے - وغیرہ وغیرہ - ان میں سے بعض سوالات کا جواب
نے دیدیا مگر بعض کا نہ دے سکا -

جب اودی کا اشتیاق پورا ہو چکا تو میں نے اس سے کہا کہ اسوقت
دوسرے لباس کی سخت ضرورت ہے کیونکہ موجودہ حالت میں جبکہ
ے کپڑوں کے چیتھڑے لگے ہوئے ہیں میں بلاخطرہ باہر نہیں جا سکتا -
اس بات کا فیصلہ کرنا مشکل ہو گیا کہ دوسرا لباس کسطرح مہیا کیا جائے -
یں ایک دوکان ایسی ضرور موجود تھی جہاں یوروپین کپڑے تیار فروخت
تے ہے - لیکن اودی کو اندیشہ تھا کہ ممکن ہے وہ کپڑے میرے جسم پر ٹھیک
یں - [illegible] وہاں جہاں میں کی گئی [illegible] پولیس والے میری تلاش
لگ جائیں - الغرض [illegible] دقیق مسئلہ تھا کہ دوسرا
کہاں سے لایا جائے -

اسوقت خوش قسمتی سے مجھے اس شخص کا پتہ یاد آگیا جس نے مجھے دو کروٹا
ں آدمی بہم پہونچائے تھے - میں نے فوراً اپنی نوٹ بک نکالکر اس شخص کا
لکھا اور اودی کے حوالہ کر دیا -

اودی میرے پاس سے اُٹھکر دوسرے کمرہ میں چلی گئی اور تھوڑی دیر
ں ایک جاپانی فیتہ پیمائش کرنے کا لیکر آئی - میں نے اس کی مدد سے اپنے جسم
پیمائش کی - اور اودی کو نوٹ کرا دیا - جب یہ کام ختم ہو گیا تو اس مہربان
ورت نے کہا کہ وہ ابھی اس آدمی کے پاس جاتی ہے - اسکے معنی یہ تھے
میں اس تہخانہ میں واپس چلا جاؤں - میں نے کپڑوں کے لئے اسکو روپیہ دیا

ایک جوتہ اور چند ضروری چیزیں اور بھی لکھ دیں اور با دل ناخواستہ تہ
میں چلا گیا۔

باب اٹھارہواں

"تلاش یار"

چند گھنٹہ بعد اودی واپس آئی۔ اور چند منٹ تک مجھ سے پھر ملاقات
کی۔ معلوم ہوا کہ کپڑوں کا آرڈر دینے میں کوئی دقت محسوس نہیں ہوئی۔ اور
دوسرے دن کپڑے اور تمام چیزیں مل جائیں گی۔ اس کے بعد اس نے کاغذ
ایک پوڑیہ میرے ہاتھ میں دی جس میں مٹھائی تھی۔ اور شب بخیر کہکر رخصت
ہوئی اور کہہ گئی کہ کل میں قسمت آزمائی کے لیئے سفر کر سکوں گا۔

اس کے بعد مجھے وقت کاٹنا مشکل ہو گیا۔ ہر سکنڈ پہاڑ معلوم ہوتا تھا۔
اور اسوقت میرے دل پر بہت تشویش طاری تھی۔ علاوہ ازیں اگر مجھے نئے
کپڑے دن کو کسی وقت مل جاتے تب بھی بیکار رہتا کیونکہ میں غروب آفتاب تک
وہاں سے باہر نہیں نکل سکتا تھا۔

میں سر شام ہی سے تہخانہ کے زینہ پر جا کر بیٹھ گیا اور تقریباً ایک گھنٹہ
بیٹھا رہا ہوں گا کہ اودی آئی اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ آج بھی وہ کسی بہانہ سے
اپنے مکان میں رہ گئی تھی۔ میں نے تھوڑا سا دروازہ کھولا اور اس نے مجھے ایک
بڑا بھاری بنڈل دیا۔ اور دروازہ بند کر دیا۔

اس بنڈل میں میرے کپڑے، جوتہ اور دیگر ضروری اشیاء تھیں۔ میں نے
تاریکی ہی میں نیا لباس پہننا شروع کر دیا۔ زیادہ سے زیادہ پانچ منٹ اس

م میں لگے ہوں گے مگر میرے نزدیک پانچ گھنٹے سے کم نہ تھے۔
تھوڑی دیر بعد اودئی نے تہخانہ کا دروازہ پھر کھٹکھٹایا۔ اور میں تہخانے سے
ر نکل آیا۔ مجھے دیکھتے ہی وہ خوشی کے مارے تالیاں بجانے لگی اور بولی کہ آپ
ے جدید لباس میں نہایت خوبصورت معلوم ہوتے ہیں مجھے اپنی صورت
یکھنے کے لئے اس نے چھوٹا سا آئینہ دیا۔ مگر میرے نزدیک میری صورت میں
ئی غیر معمولی بات نہ تھی۔ مگر میں نے اسکی دلشکنی کی وجہ سے اس کی ہاں
ں ہاں ملادی۔
نئے کپڑے میرے جسم پر ٹھیک تو کیا ہوتے۔ لیکن اتنا ہی کیا کم غنیمت تھا
میں اسوقت ایک مفرور قیدی معلوم نہ ہوتا تھا۔ اور یہی بات تھی جو
ں چاہتا تھا۔
آج بھی میرے لئے حسب معمول کھانا تیار تھا جو میز پہ نہایت سلیقہ سے
ا گیا تھا۔ جو میں نے خوب سیر ہو کر کھایا۔ واقعی تمام کھانے خوب لذیذ تھے۔
در اثنار طعام میں ہم دونوں خوب باتیں کرتے رہے۔
میں نے اس سے دریافت کیا کہ کون کون عورتیں اس کے ساتھ رہتی ہیں۔
ور عام طور سے کسطرح ایام گذاری ہوتی ہے۔ اودئی نے مجھے اپنی ہجولیوں
ے نام اور عمریں بتائیں اور دو چار کے متعلق کچھ قصے بھی سنائے۔
جبتک اودئی بات چیت کرتی رہی اس کی آنکھیں میرے چہرہ پر جمی رہیں
س کی نظروں سے اس وقت کچھ اُداسی برستی تھی جو مجھ سے دیکھی نہ گئی تھوڑی
یر بعد کھانا ختم ہوا اور میں چلنے کے لئے تیار ہو گیا۔ اب اودئی بھی جو میرے
امنے دوزانو بیٹھی ہوئی تھی اُٹھکر کھڑی ہو گئی اور مسکرا کر مجھ سے کہا۔
ودئی بد معزز نہمان اب وہ وقت آگیا ہے جبکہ آپ اسقدر تشویش کیساتھ

انتظار کر رہے تھے۔ اگرچہ آپ میرے تھانہ میں محفوظ دامون تھے مگر دا
آپ کو آرام نہیں ملسکتا تھا۔ یہاں سے باہر نکلکر آپ کو بہت سے خطرات
پیش آئینگے مگر آپ جانے کے لیئے بیقرار ہیں۔ میرے نزدیک تو یہی بہتر تھا
آپ اسی تھانہ میں رہتے۔ مگر میں ایک "ہیمین" (چھوٹی اور بزدل قوم) ہو
اور آپ کی محبوبہ بلکہ لاؤ جیہ مخزمہ "سامورئی" (جنگجو بڑی کا قوم) ہیں۔ میں آپ
دونوں کی تعریف کرتی ہوں اور مجھے دونوں پر رحم آتا ہے۔

میں :۔ آپ جو چاہے فرمائیں مگر مجھے یقین نہیں آتا۔ میں آپ کی صورت
دیکھکر پورے یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ آپ میں بہت بڑی قربانی
ایثار کا مادہ موجود ہے۔ اور اس سے زیادہ بڑی کوئی بات نہیں ہو سکتی
بہرحال اب وقت زیادہ آچلا ہے اور مجھے یہاں سے روانہ ہو جانا چاہیئے

اودری :۔ ہاں ہاں! آپ بیشک تشریف لے جائیں۔ آئیے میرے پیچھے
پیچھے تشریف لائیے۔ میں آپ کو نہایت محفوظ راہ بتائے دیتی ہوں۔

میں اٹھکر خاموشی کے ساتھ اس کے پیچھے ہو لیا۔ اس نے آگے بڑھکر ایک
پردہ ہٹایا جس کے باہر صنوبر کے درختوں کا ایک تختہ نظر آتا تھا۔ میں نے
یہ بھی دیکھا کہ اب وقت زیادہ آگیا ہے۔

اودری نے دبی زبان میں مجھے بہت سی ہدایتیں کیں تاکہ میں پہاڑی وادی
مندرنگ باسانی پہونچ سکوں۔ یہاں سے وہ جگہ تقریباً چار میل کے فاصلہ پر
پر تھی۔ اور اثنائے راہ میں مجھے چار پُل طے کرنا پڑے۔

جب اودری تمام باتیں بتا چکی اور میں رخصت ہونے لگا تو مجھے لازم
تھا کہ میں جاپانی طریقہ سے اسے جھک کر سلام کرتا اور شکریہ ادا کر کے روانہ
ہوتا۔ لیکن میں کچھ نہیں جانتا تھا کہ کیا کہوں اور کیونکر کہوں۔ میرے سر پر

کا اسقدر عظیم احسان تھا کہ میں تاقیامت اس سے سبکدوش نہیں ہو سکتا
علاوہ ازیں میں یہ بھی جانتا تھا کہ وہ مجھے چاہتی ہے۔

الغرض میرے لئے یہ سخت نازک وقت تھا جسے میں ہمیشہ یاد رکھوں گا۔
تصور میں مجھے وہ حسین و جمیل جیشا عورت اب بھی یاد آتی ہے اور اس کی
تصویر آنکھوں میں پھر جاتی ہے جبکہ وہ صنوبر کے درختوں میں چوڑی
چکلی آستینوں والا خوبصورت پیراہن پہنے ہوئے میرے سامنے کھڑی تھی
اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ جن میں افسردگی اور غم کی جھلک پائی جاتی تھی۔
اور اس کی نظریں میرے چہرہ پر جمی ہوئی تھیں۔ مجھ سے اسوقت ضبط نہ ہو سکا۔
میں اس کے آگے ہاتھ جوڑ کر دو زانو بیٹھ گیا اور بار بار اس کی دست بوسی
کی۔ میری آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے بلکہ دو چار قطرہائے اشک اُس کے
نازک ہاتھوں پر گر بھی پڑے۔ اس کے بعد میں اسکے ہاتھ چھوڑ کر وہاں سے بھاگا
اور جنگل کی تاریکی میں غائب ہو گیا۔

میں کئی گھنٹہ تک چلتا رہا۔ اور اس خیال میں کہ قریب ترین راستہ
سے پہونچ جاؤں میں اوگوئی کی تمام ہدایتیں بھول گیا۔ اور بیسیوں جگہ
بلندیوں پر چڑھنا اور نشیبوں میں اترنا پڑا۔ میں ایک جنگل کی دوسرے
جنگل سے تمیز نہ کر سکتا تھا۔ میں ایک دریا کے پل پر پہونچا مگر وہ پل اسقدر
بلند اور شب کی تاریکی اسقدر چھائی ہوئی تھی کہ میں یہ بھی معلوم نہ کر سکا کہ وہ
دریا کسقدر چوڑا ہے۔ اسی طرح مختلف نشیب و فراز طے کرتا ہوا میں ایک
سڑک پر پہونچا اور یہاں میں نے بزدلانہ راستوں سے چلنا چھوڑ دیا۔ اور
بے خوف و خطر اسی راستہ پر چل کھڑا ہوا۔

رات تاریک تھی اور چاند کو کہیں پتہ نہ تھا۔ ابھی بہت سویرا تھا۔ میں کسی کے

آنے کی آواز سنتا تو میں آہستہ سے سڑک کے کنارہ ہو کر پوشیدہ ہو جاتا تھا
صبح ہونے تک میں پہاڑی والے مندر میں پہونچا۔ لیکن چونکہ ابھی آفتاب
طلوع نہیں ہوا تھا اسلئے میں نے بڈھے پجاری کو جگانا مناسب نہ سمجھا۔ اسلئے
میں باغ میں جا گھسا اور ایک مقام پر جھاڑیاں اور پھول ہٹا کر صاف سا مقام
ایسا تجویز کیا جہاں میں پوشیدہ ہو کر تھوڑی دیر آرام کر سکوں۔ میں رات بھر
سرگرداں پھر کر اسقدر خستہ و ماندہ ہو گیا تھا کہ میں لیٹتے ہی سو گیا۔

چند گھنٹہ بعد جب میں اٹھا تو سخت گھبرایا کیونکہ آفتاب کئی نیزہ بلند
ہو چکا تھا لیکن چونکہ میرے چاروں طرف سکوت طاری تھا اس لئے میری
تشویش رفع ہو گئی۔ اور میں سمجھ گیا کہ جسقدر میں خیال کرتا تھا ابھی اسقدر دن
نہیں چڑھا ہے۔

اب میں فوراً اٹھا اور چاروں طرف دیکھتا ہوا احتیاط کے ساتھ مندر
کے اس طرف روانہ ہوا جہاں فقیر کے رہنے کا حجرہ تھا۔ میں جانتا تھا کہ وہ بہت
سویرے اٹھتا ہے۔ اس حجرہ کے قریب پہونچکر میں نے دیوار سے کان لگا کر سننا
چاہا کہ کوئی شخص اسوقت اس کے پاس موجود تو نہیں ہے۔ اندر سے اس قسم
کی آواز سنائی دی گویا کوئی شخص پڑھ رہا یا مقدس کتب کی تلاوت کر رہا ہے۔
میں نے فوراً دروازہ کھٹکھٹایا۔

آہستہ سے ایک دروازہ کھلا اور لمحہ بھر کے بعد بڈھے فقیر کی محبت بھری
صورت میرے سامنے موجود ہو گئی۔ اس نے میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے حجرہ میں
داخل کر لیا اور فوراً دروازہ بند کر دیا۔

مجھے دیکھکر اسوقت جو خوشی اس شخص کو حاصل ہوئی وہ بیان سے باہر ہے
اسکی محبت بھری نظریں میرے چہرہ پر جمی ہوئی تھیں اور خوشی کی وجہ سے

نہ سکتا تھا۔ میں بھی اسے دیکھکر اتنا ہی خوش ہوا۔ میں نے اُس کا ہاتھ
ور مصافحہ کیا۔ اس نے مجھے اُسوقت تک ایک لفظ بھی زبان سے نکالنے
جب تک کہ اس نے چائے تیار کر کے مجھے پلا نہ لی۔
س کے بعد میں نے اپنی گذشتہ مصیبتوں کا مفصل حال بیان کیا اور اس سے
است کی کہ جسقدر جلد ممکن ہو سکے اونتیتو کا کچھ پتہ بتائے اگر اس نے
کر لیا ہو۔
ڈھے فقیر نے بیان کیا کہ اونتیتو کی خادمہ دو مرتبہ مندر میں آچکی ہے
اپنی مالکہ کی نسبت کوئی صاف بات نہیں بتا سکی۔ مگر اب چونکہ وہ
بھی جو اونتیتو کو پہونچانے گیا تھا۔ ڈیکیو واپس آگیا ہے۔ اور یہ واپسی
دن کے بعد ہوئی ہے اس لیے وہ خادمہ یہ کہتی تھی کہ اونتیتو کو کسی اینسے
پر پہونچایا گیا ہے جہاں تک ڈیڑھ دن کا سفر ہوتا ہے اس سے اندازہ
کہ دونوں بھائیوں نے اس کی مالکہ کو اپنے ایک دیہاتی مکان میں قید
ہے جو ان کی ایک کوہستانی جائداد میں واقع ہے۔ اور وہ علاقہ بھی
ن اور سنسان ہے۔ اس نے کبھی نہیں دیکھا کہ خاندان کا کوئی بھی آدمی
اس جائداد میں جا کر رہا ہو۔ لیکن ہنسی مذاق میں اس نے یہ ذکر سنا ہے
فرہ کے وقت چھپنے کے لیئے وہ علاقہ بہت اچھا ہے۔
ڈھے فقیر نے کہا کہ خادمہ کی باتوں سے میں نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ وہ
م اوچی کے علاقہ میں کسی جگہ ہے۔ بڈھے فقیر کے پاس ایک چھوٹا سا
ہ بھی موجود تھا جس پر راستہ دکھایا گیا تھا۔ یہ اس نے اس لئے تیار
تا کہ میں وہاں دوسرے راستہ سے اس طرح پہونچ جاؤں کہ زیادہ وقت
ف نہ ہو۔ کیونکہ ہمارے لئے وقت ہی اہم ترین چیز تھی۔

فقیر نے بیان کیا کہ یقین کامل ہے کہ اوتیتسو اپنے قول پر ثابت رہے گی کیونکہ وہ ایسی لڑکی نہیں ہے جس پر کسی کا جبر و اکراہ یا جور و ظلم کر سکے - علاوہ ازیں اگر وہ دیکھے گی کہ رہائی اور آپ سے ملنے کی کوئی صورت نہیں تو وہ اپنی جان دیدے گی۔

چونکہ کیموتری کو اوتیتسو کی نسبت مجھ سے زیادہ علم تھا اسلئے مجھے رائے کی تائید کرنا پڑی اور در حقیقت یہی خیال میرا بھی تھا - میں اسکے کرنے کے لیے فوراً روانہ ہونے کو تھا مگر اس نے دن کے وقت سفر کرنے کی ہرگز اجازت نہ دی - کیونکہ اسوقت بہت ممکن تھا کہ اوتیتسو کے گھر کا کوئی آدمی مجھے دیکھ لیتا اور میرا تعاقب پھر کیا جاتا - اور اس طرح مجھے منزل مقصود تک ہرگز نہ جانے دیا جاتا - راستہ ہی میں قتل کر دیا جاتا - میں نے ہر چند جانے کے لئے اصرار کیا مگر فقیر نے ایک نہ سُنی اس لئے مجھے مجبوراً ایک دن ضایع کرنا پڑا

اس نے مجھے ہدایت کی کہ میں اسی حجرہ میں خاموش بیٹھا رہوں بلکہ سو جاؤں تاکہ آئندہ سفر کے لیے تیار ہو جاؤں - مجھے مجبوراً اس کے حکم کی تعمیل کرنا پڑی اور میں دن بھر اس حجرہ میں قید رہا - واقعی وہ شخص ہمارا اچھا خیر خواہ تھا - اگر اُس نے میری مدد نہ کی ہوتی تو مجھے اپنی محبوبہ کا وصل کبھی حاصل نہ ہوتا -

میں نے چند بنک نوٹ بڈھے فقیر کے ہاتھ پر چپکے سے رکھ دیے کیونکہ میرے خیال میں یہ ہماری آخری ملاقات تھی - اور وہ بیچارہ اسقدر مفلس و نادار تھا کہ مجھ سے دیکھا نہ جاتا تھا - بہر حال یہ رقم اسقدر کافی تھی کہ اسکے اخراجات بہت مدت تک پورے ہو سکتے تھے کیونکہ جاپان میں

ریات زندگی بہت ہی ارزاں ہیں۔

مجھے کامل یقین تھا کہ اب ہماری مصیبتوں کے دن کٹ گئے۔ اب صرف چند
ن یا چند دنوں کی بات ہے کہ اوتیتسو میرے پہلو میں ہو گی۔ میرے
لے اس وقت بڑھے ہوئے تھے۔ میں اپنے اندر ایک تازہ روح پاتا تھا۔
صدمات اب تک پڑے تھے وہ سب بھول گیا تھا۔ اور جو مصیبتیں اوتیتسو پر
ہو رہی ہیں وہ بھی جلد ختم ہونے والی تھیں بس صرف روانہ ہونے کی دیر تھی۔
وہ ازیں اس مشفق فقیر کا دیا ہوا نقشہ بھی میرے پاس تھا۔

میں نے وہ نقشہ نکالا اور اپنی انگلی اس خط پر پھیری جو ایک مقام سے
ے مقام تک دریاؤں اور پہاڑوں کو طے کرتی ہوئی جاتی تھی اور تمام
بخوبی ذہن نشین کر لیا۔ الغرض میں نے یہی کارروائی کم از کم سو مرتبہ
ور ان تمام شہروں اور قصبوں کے نام اسقدر بار بار رٹے کہ وہ مجھے ازبر
ے۔ یہ کارروائی میرے نزدیک اور بھی اچھی ہوئی کیونکہ بہت ممکن تھا کہ وہ
کسی صورت سے ضائع ہو جاتا اور میں راہ میں بغیر کسی رہنما کے رہ جاتا۔

میری تقویت کا باعث ایک اور چیز بھی تھی یعنی اوتیتسو کا دیا ہوا طلسمی
ز جو میرے گلے میں پڑا ہوا تھا۔ اب مجھے یقین ہو گیا کہ وہ تعویذ پر اسرار
پر اپنے طلسمی اثر سے میری ہر جگہ مدد کر رہا ہے۔ قید خانہ سے فرار ہونے
ب میں پل بانسرنگ کے اندر تھا تو موت میرا منہ دیکھ رہی تھی دوسری
ر جب ان سنتریوں نے مجھ پر گولیاں برسائیں تو میرے مرنے میں
ی شک نہ رہا تھا لیکن کسی غیبی طاقت نے مجھے ان گولیوں سے محفوظ رکھا
تمام گولیاں خطا ہوئیں۔ علاوہ ازیں جب میں تھک کر گر پڑا تو اسقدر
یسے کونسی طاقت نے اس آدمی کو میری مدد اور حفاظت کے لئے بھیجدیا تھا؟

میں نے سُرخ ریشم میں لپٹا ہوا وہ طلسمی تعویذ نکالا جس کے غلاف پر سنہر
کلابتون سے کشیدہ کڑھا ہوا تھا۔ اور اس کی طرف بہت دیر تک تعجب سے
دیکھتا رہا۔ مجھے اس تعویذ سے بیحد محبت اور عقیدت ہو گئی تھی۔
ممکن ہے کہ اس تعویذ میں کوئی پراسرار طاقت نہ ہو۔ لیکن یہہ میرے نزدیک
وہ پھر بھی عزیز تھا کیونکہ وہ اونیقسو کی نشانی تھی۔ اور وہ ایسے وقت
جب ہم دونوں میں شادی کا قول وقرار ہوا تھا۔ مجنون کو لیلیٰ کا کتا پیارا تھا
مجھے اپنی اونیقسو کا دیا ہوا تعویذ بھی پیارا ہوتا۔

باب انیسواں [۱۹]

دوسرا احسان

کٹھن سے کٹھن وقت بھی بالآخر ختم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ آج کا پہاڑ سادن
بھی تمام ہوا اور قرص آفتاب جانب مغرب پہاڑوں کے پیچھے غائب ہو گیا
نیلگوں آسمان کے چہرہ پر رفتہ رفتہ ظلمت شب نے اثر ڈالا اور تارے یکے
بعد دیگرے اپنی اپنی چمک دکھانے لگے روز روشن کی حکومت ختم ہوئی
سب جگہ ظلمت شب کا دور دورہ ہو گیا۔ میرے سفر کا وقت بھی آ پہونچا
اور میرے بڈھے دوست کیورتی نے سینکڑوں دعائیں دیکر مجھے رخصت
کیا۔ اور زینہ تک میرے ساتھ آیا۔
مجھے اسوقت جانے کی اسقدر جلدی تھی کہ میں نے اندھا دھند زینہ سے
اُترنا شروع کر دیا۔ ایک جگہ میرا پاؤں پھسلا اور اگر میں اتفاق سے برا
کی جھاڑیاں نہ پکڑ لیتا تو سینکڑوں سیڑھیوں پر لڑھکتا ہوا نیچے پہونچ

میرے تمام اعضا چور چور ہو جاتے۔

میں نیچے اترا مگر بغیر رکے اپنی محبوبہ کے مکان پر پیار کی ایک نگاہ ڈالی۔ وہاں کوئی دکھائی نہ دیا۔ مکان میں روشنی بھی نہ تھی۔ تمام عمارت سیاہ رنگ معلوم ہوتی تھی بہر حال میں نے اپنا سفر جاری رکھا۔

میرے سفر کا پہلا حصہ بذریعہ ٹرین ہونے والا تھا۔ اس لیے میں بہت دور کا چکر ریلوے اسٹیشن کی طرف روانہ ہوا۔ میں ہر وقت راستہ کے اس طرف جس طرف تاریکی ہو اور جہاں کسی پولیس مین کو دیکھتا تھا ہمیشہ منہ چھپا کر نکل جاتا۔

باوجود اسقدر دیر کے بھی جب میں اسٹیشن پر پہونچا تو معلوم ہوا کہ ابھی گاڑی آنے میں نصف گھنٹہ کی دیر ہے۔ اور اسوقت تک پلیٹ فارم کے پھاٹک کھلیں گے۔

اسوقت اسٹیشن پر بھی کچھ چہل پہل نہ تھی۔ کیونکہ بہت رات آ چکی تھی۔ نہ اسقدر آدمی اسٹیشن پر موجود تھے کہ میرا وہاں ٹھہرنا محفوظ تھا۔ اسلئے میں ٹکٹ خریدنے کے بعد اسٹیشن سے باہر اندھیرے میں ٹہلنے لگا۔ کبھی کبھی بازار کی طرف بھی نکل جاتا تھا پھر بہت جلد واپس آ جاتا تھا۔

چونکہ قید خانہ سے فرار ہونے میں میری گھڑی ٹوٹ گئی تھی۔ اس لئے وقت دیکھنے کے لئے بار بار اسٹیشن پر آنا پڑتا تھا۔ بالآخر جب پلیٹ فارم کے پھاٹک آغوش یار کی طرح کھلے نظر آئے تو میں قدم بڑھا کر اور اس افسر کو جو پھاٹک پر کھڑا تھا اپنا ٹکٹ دکھایا۔

عین اسی وقت کسی شخص نے عقب کی طرف سے میرا بازو پکڑ لیا۔ میں نے جلدی سے منہ پھیر کر دیکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک جاپانی پولیس مین

میرے برابر کھڑا ہوا ہے۔ اس نے تہذیب کے ساتھ جھک کر سلا
اور مجھ سے کچھ بات جاپانی زبان میں کہی مگر میں کچھ نہ سمجھا۔
مگر اس وقت قطعی حواس باختہ نہیں ہوا۔ میں نے بھی تہذیب کے سا
کہا کہ میں آپ کی بات نہیں سمجھ سکتا۔ اور یہ کہکر میں نے آگے بڑھنا
مگر وہ پولسمین آگے بڑھکر میری راہ میں حائل ہو گیا اور مجھے آگے جانے
روکا۔ اب مجھے معلوم ہوا کہ یہ دوسری مصیبت نازل ہوئی۔ اور میں
اس خیال سے ادھر ادھر دیکھا کہ جان بچانے کے لیے کیا تدبیر اختیار کی
پہلے تو میں نے یہ سوچا کہ اس حقیر سے آدمی کو دھکا دے کر ٹرین میں جا
لیکن فوراً میری سمجھ میں آگیا کہ ایسا کرنا سخت حماقت ہوگا۔ اسلئے یہ خیا
دل سے نکال دیا گیا۔ میں نے نہایت ادب سے اپنے گرفتار کنندہ ک
سامنے سر جھکایا اور چینی زبان میں اسے سمجھایا کہ وہ مجھے روکنے میں سخت غل
کر رہا ہے۔ اور جس شخص کی وہ تلاش میں ہے وہ کوئی دوسرا شخص ہوگا۔
پولسمین نے اوسی طرح تہذیب سے جواب دیا کہ ممکن ہے ایسا ہو لیکن یہ با
ضرور ہے کہ جو شخص بہت سے الزامات میں پولیس کو مطلوب ہے اس سے آ
صورت بہت مشابہ ہے۔ اس نے مجھ سے معافی مانگ کر کہا کہ آپ کو زحم
تو ضرور ہوگی لیکن آپ میرے ساتھ قریب ترین تھانہ تک تشریف لے چلیں۔ جہا
دیگر افسران جو مجھ سے زیادہ قابل ہیں آپ کی شناخت کریں گے۔ میں ن
جواب دیا کہ اگر میں نے اس کے کہنے پر عمل کیا تو میری گاڑی چھوٹ جائیگی
اور چونکہ جس کام پر میں جاتا ہوں وہ نہایت اہم ہے اس لئے اگر یہ ٹرین
چھوٹ گئی تو بہت زبردست مالی نقصان ہوگا۔
میں نے دیکھا کہ وہ میرا مطلب تو سمجھ گیا ہے لیکن وہ اپنی ضد پر قائم

ے تھانہ پر لیجانے کا اصرار کیا۔ موقعہ اسٹیشن کا تھا جہان صدہا آدمی
تھے اسلئے میں نے اسکے سوائے اور کوئی چارہ نہ دیکھا کہ میں اس کے
ے تھانہ کو چلوں۔
جس تھانہ میں وہ مجھے لے گیا وہ تھوڑی ہی دور کے فاصلے پر تھا۔ جب ہم
پہونچے تو وہ افسر بھی میری شناخت پوری طرح نہ کر سکے اسلئے انہوں نے
صلہ کیا کہ مجھے کوتوالی میں لیجایا جائے جو کسی قدر فاصلہ پر تھی۔ جب اُن
ہانے مجھے یہ بات سمجھائی تو میں نے بڑی خوشی سے وہاں جانا منظور کر لیا
ے سمجھ لیا تھا کہ اگر بچنے کی کوئی صورت ہو سکتی ہے تو اسی میں بھلائی ہے
یرے ساتھ صرف ایک ہی پولیس والا ہے۔ اور وہ بھی ایسا جو میری
ت زیادہ شبہہ نہ کرتا ہو۔
میری یہ چال کامیاب ہوئی اور میں اس پولسمین کے ساتھ جلدی جلدی
الی جانے پر آمادہ ہوگیا۔
آج رات کو سخت گرمی تھی اور ہوا بھی بند تھی۔ جب ہم کچھ دیر تک چل چکے
یک چائے خانہ ہمیں نظر پڑا جس کے عقب میں ایک بڑا سا باغ تھا۔
ے خانہ اور باغ میں بہت سی خوبصورت کاغذی قندیلیں جلاکر روشن کیگئی
ں۔ اور کوئی ترکیب یہ رکھی گئی تھی کہ وہ قندیلیں ہوا میں ہل رہی ہیں۔
ں سے آنے جانے والوں کو یہ خیال گذرتا تھا کہ اس مقام میں خوب ہوا
رہی ہے۔ میں نے دیکھا کہ گرمی کی شدت سے میری طرح اس پولیس والے
ی سخت تکلیف ہو رہی ہے۔ میں ایک جگہ تھوڑی دیر رکا اور میں نے اپنی
انی سے پسینہ پاک کیا۔ میں نے اسوقت دیکھا کہ وہ پولسمین چائے خانہ کی
ف بڑی للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا ہے۔

میں نے اس سے چینی زبان میں کہا کہ اگر آپ اجازت دیں تو ذرا
چلکر اپنی تشنگی کو تسکین دے لیں۔ اُس نے میری بات پر کچھ دیر غور کیا
بولا کہ ابھی چونکہ آپ زیر حراست نہیں ہیں اسلئے ایسا کرنا خلاف ضابطہ
الغرض ہم دونوں اس عمارت میں داخل ہو گئے اور عقب کی جانب جو
باغ تھا اُس میں جا بیٹھے۔ جہاں فواروں کے پانی سے لگ کر ہوا کسیقدر خوشگوار
ہو گئی تھی حسن اتفاق سے یہ ایک مشہور و معروف چائے خانہ نکلا اور اسوقت
وہاں کئی "جیشا" عورتیں بھی مہمانوں کی خدمت اور تفریح کیلیے موجود تھیں
ہم نے دو جام شراب معہ برف کے طلب کئے۔ اور آہستہ آہستہ
پینے لگے۔ میں نے اسوقت کسی جیشا کے گانے اور ناچنے پر کوئی توجہ نہیں کی کیونکہ
مجھے اپنی جان بچانے کی فکر لگی ہوئی تھی مجھے بہت جلد معلوم ہو گیا کہ میں
شراب پلا کر اس پولیسمین کو مدہوش نہیں کر سکتا کیونکہ وہ بہت ہوشیار آدمی
اور اسے اپنی ذمہ داریوں کا بہت بڑا خیال تھا۔ اور وہ اپنا جام میری طرح
آہستہ آہستہ پی رہا تھا۔ الغرض ہم اسی طرح تقریباً پا ؤ گھنٹہ تک بیٹھے رہے۔
اسوقت میرا دل مایوس ہوا جاتا تھا۔ اور اب تک جو اُمیدیں میں نے اپنے
دل میں قائم کی تھیں ان سب پر پانی پھرا جاتا تھا۔ اور بچنے کی کوئی صورت
نظر نہ آتی تھی۔

ایک دوسری جیشا آئی اور اُس نے میرا جام لبریز کر دیا مگر وہ دوسرے
آدمی کی طرف نہیں گئی۔ جیسا کہ جام بھرنے کا دستور ہے۔ وہ بجود چند در چند
میرے ہی سامنے کھڑی رہی۔ حتی کہ میں آنکھ اٹھا کر اسکو دیکھنے پر مجبور ہوا۔
جب میں نے دیکھا تو میرے مُنھ سے بے اختیار ہو کر چیخ نکلنے والی تھی مگر
میں نے ضبط سے کام لیا۔ یہ خوبصورت عورت جو اسوقت میری طرف

رہی تھی وہی اوڈوئی جیشا تھی جس نے میری جان بچا کر مجھ پر اسقدر احسان عظیم
تھا۔ جب وہ دوسرے شخص کی طرف جانے لگی تو اس نے مجھے کیقدر اشارہ
میں اس اشارہ کا مطلب نہ سمجھ سکا۔ لیکن اسوقت میرے دل میں از سرِ نو
دیں زندہ ہو گئی تھیں۔ اور میرا دل خوشی سے ہاتھوں اُچھل رہا تھا۔

یہ جیشا عورتیں اس قدر ہوشیار اور سریع الفہم ہوتی ہیں کہ اس عورت
فوراً سمجھ لیا کہ اب میں ایک نئی مصیبت میں پھنس گیا ہوں۔ اور وہ فوراً
ی رہائی کی فکر میں کرنے لگی۔ اب میرا کام صرف اسقدر تھا کہ جبتک اوڈوئی
اپنی تدبیر سے کام لینے کا موقعہ ملے میں اسوقت تک اس پولیس مین کو
ے رکھوں۔ چنانچہ میں نے فوراً کارروائی شروع کر دی اور اسکو ادھر ادھر
دلچسپ قصے سنانا شروع کر دئے۔ اور اس طرح بہت سا وقت ٹالدیا
ن میں اوڈوئی کی آمد کا بیصبری سے انتظار کر رہا تھا۔

بالآخر وہ پھر آئی۔ لیکن اسوقت اس نے ہماری طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھا
س نے مہمانوں کو یکے بعد دیگرے دَور پلانا شروع کیا۔ اور آہستہ آہستہ کام کرتی
ی خراماں خراماں ہم تک پہنچی۔ وہ سب کے ساتھ ہنستی بولتی اور چہلیں
تی آ رہی تھی۔ وہ میرے سامنے آئی اور میرا جام بھرنا چاہا۔ اور اس نے
ے کوئی بات جاپانی زبان میں کہی جسے میں نہ سمجھا۔ بعد ازاں وہ میرے
اتھی کے پاس پہونچی جب وہ اسکے جام میں شراب انڈیلنے لگی تو گھبرائی ہوئی
از میں ایک خفیف سی چیخ اسکے منہ سے نکل گئی۔ اُسنے فوراً پولیسمین کے
ف سے جام چھین لیا اور جو کچھ اس میں باقی تھا وہ اپنے پیچھے پھینک دیا۔
ور پھر باہستگی تمام وہ جام بھر کر پولیس مین کو دیدیا۔ جب وہ وہاں سے
گے بڑھ گئی تو پولیس مین نے مجھسے مسکرا کر کہا دیکھو۔ ہنس میرے جام میں ایک

گئی پڑ گئی تھی۔ آپ نے دیکھا کہ یہ عورتیں کسقدر سلیقہ شعار ہیں۔ ہا
جناب آپ اپنا قصہ جاری رکھیے۔"

میں پھر قصہ بیان کرنے لگا۔ وہ اس سے بجد مسرور ہوا اور خوب ہنس
بس کبھی کبھی شراب کی چسکی لگا لیتا تھا۔ لیکن رفتہ رفتہ اس کے قوا اس مختل ہو
شروع ہو گئے اور جب کچھ میں بیان کر رہا تھا اسکا مطلب سمجھنے سے اس کا د
قاصر ہو رہا تھا۔ اب اسکی ہنسی بھی بند ہو گئی تھی۔ اور وہ اپنے کسی خیال می
مصروف ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد اسکی آنکھیں بند ہونے لگیں۔ میں نے دیکھ
کہ وہ سنبھلنے کی بجد کوشش کر رہا تھا۔ چند لمحہ تک تو وہ سنبھلا رہا اسکے بعد
پھر اسکی آنکھیں رفتہ رفتہ بند ہو گئیں۔ میں نے بھی بولنا بند کر دیا۔ مگر اس نے
کوئی پرواہ نہ کی۔ اسکے چند لمحہ کے بعد اسکی گردن سینہ کی طرف جھک گئی او
وہ ایک کروٹ جھک گیا۔ اسوقت وہ قطعی بیہوش تھا۔

میں وہاں سے فوراً اٹھا اور مالک دوکان کو معقول قیمت ادا کر کے ہنستے
ہوئے اس سے کہا کہ دیکھو ہمارا ساتھی کسطرح سو رہا ہے۔ وہ بھی اسے دیکھکر
ہنسا۔ میرے خیال میں باغ کی ٹھنڈی ہوا میں اسطرح لوگوں کا سو جا
عموماً ہوتا ہوگا۔ اسی وجہ سے مالک دوکان نے کوئی اعتراض نہ کیا۔

بعدہ دلیرانہ قدم بڑھاتا ہوا اس چائے خانہ سے نکلا اور سڑک پر اسجگہ
آگیا جہاں تاریکی تھی۔ اس مرتبہ پھر قدرت نے ایک پراسرار طریقہ سے میری
مدد کی ورنہ میں تو اپنی رہائی سے قطعی مایوس ہو چکا تھا۔ آج مجھے پھر یقین ہو گیا
کہ بعض غیبی طاقتیں میری حفاظت کر رہی ہیں۔ ورنہ اسوقت کوئی انسانی
طاقت مجھے بچا نہیں سکتی تھی۔ اور میرے خیال میں یہ تمام کرامات ونیشو
کے طلسمی تعویذ کی تھی۔

باب بیسواں

احسان در احسان

میں سڑک کی تاریک طرف ہوتا ہوا وہاں سے چلدیا لیکن ابھی میرے
ذہن میں کوئی خیال اس بارہ میں نہیں آیا تھا کہ میں اس سفر کی پہلی منزل کس طرح
طے کروں۔ مجھے اسوقت یہ بھی معلوم نہ تھا کہ میں ڈیکیو کے کون سے محلہ میں اور
کسطرف ہوں۔ میں ان قندیلوں کی روشنی سے جلدی جلدی نکل گیا۔ جو
باغ میں روشن تھیں۔ روشنی سے باہر ہونے کے بعد میں ایک جگہ رک گیا
اور سوچنے لگا کہ اب کیا تدبیر کی جائے۔ اور خیر و عافیت کے ساتھ اس
شہر سے کیونکر نکلا جائے۔ کچھ دیر تک دماغ پر زور ڈالنے کے بعد مجھے یہ
تدبیر سوجھی کہ یہاں سے پیدل روانہ ہو کر کسی دوسرے اسٹیشن پر ٹرین
میں سوار ہو جانا چاہیئے۔ مگر اس تدبیر میں نقص یہ تھا کہ ایک تو پیادہ روی
میں وقت بہت صرف ہوگا دوسرے اگر کوئی ٹرین بھی ملے گی تو کم رفتار
ہو گی۔ علاوہ ازیں لوگوں سے دریافت کئے بغیر راستہ پانا بھی دشوار ہو گا

قبل اس کے کہ میں اس تدبیر پر عمل پیرا ہوں کہ میں نے استخارہ
لینا چاہا اور وہ اس طرح سے کہ اپنی جیب میں سکے دیکھوں اگر عدد طاق
ہو تو داہنے ہاتھ کی طرف چلوں ورنہ بائیں ہاتھ کو۔

میں اسوقت یہ دیکھکر بہت گھبرایا کہ کوئی بوٹا سے قد کا آدمی
اندھیرے میں چلکر میری طرف آرہا ہے۔ میرے قریب ہو کر اس نے
چینی زبان میں کہا۔

آواز:- میں بہت خوش ہوئی کہ آپنے میرا انتظار کیا۔

یہ آواز میری حسین محسنہ اودنی کی تھی۔ اسوقت اُس کا
مجھے بہت خوش آیند معلوم ہوا کیونکہ میں جانتا تھا کہ جو کچھ وہ مشو
مجھے دے گی وہ میرے لیے بیحد مفید ہو گا مجھے اسکا بھی خیال تھا کہ ا
عورت نے مجھ پر دو مرتبہ احسان کیا۔ اور اسکے دونوں احسان اسقدر
عظیم ہیں کہ میں ان کے بار سے کبھی سبکدوش نہ ہو سکوں گا۔
اودنی:- مجھے اسوقت ایک لمحہ کی بھی فرصت نہیں۔ اگر مالکؔ کا
نے مجھے نہ دیکھا تو وہ اپنے نوکروں پر بہت ناراض ہو گا۔ اس سڑک کے
دوسرے گوشہ پر میرا اکردنا کش میرا انتظار کر رہا ہے۔ وہ میرا حد درجہ کا
جان نثار اور فرمانبردار ہے۔ اور جو کچھ میں حکم دیتی ہوں وہ اُسکی فوراً
تعمیل کرتا ہے۔ اب جہاں بھی آپ جانا چاہیں وہ شخص آپ کو آناً فاناً
وہیں پہونچا دے گا۔ وہ نہایت اعتماد دہندہ ہے۔ بس اب وقت ضائع
نہ کیجئے اور میرے ساتھ وہاں چلئے۔ دیکھئے چاند ربوبی پہاڑوں کی
چوٹیوں سے کس طرح نور افشانی کر رہی ہے۔"

یہ کہکر اس حسین وجمیل محسنہ نے میری آستین پکڑی اور مجھے
ایک سمت کو گھسیٹا۔ میں نے آسمان کی طرف دیکھا اسوقت میرے سامنے
ایک عجیب و غریب منظر تھا۔ جسے میں عمر بھر نہیں بھول سکتا۔ دنیا کے
حسین ترین پہاڑ کی چوٹی پر اسوقت واقعی چاند اپنی منور شعاعوں سے
نور پاشی کر رہا تھا۔ یہ منظر اسقدر دلفریب تھا کہ شاید دیگر ممالک میں نظر
نہ آتا ہو۔ میں اسی وقت سمجھ گیا کہ جاپانیوں کی زندگی بلکہ روحوں میں
جمالیات کی کسقدر جگہ ہے۔

جب اودی بچہ کو سڑک پر کھینچے لئے جاتی تھی۔ تو چاندنی کی وجہ سے
ی دور ہوگئی تھی۔ اسوقت وہ ایک نہایت بیش قیمت لباس پہنے
ئے تھی۔ بلکہ میں اس کی قیمت کا کوئی اندازہ نہیں کرسکتا تھا۔ میں نے
ں سے کہا :۔

ں :۔ اگر میں آپ کا "مکرونا" لے کر چلا گیا تو آپ کس طرح گھر پہونچیں گی۔
ا بیش قیمت لباس پہنے ہوئے آپ پیادہ پا نہیں جا سکتیں۔ ممکن ہے
کوئی شخص اس قیمتی لباس کے لالچ میں آپ کو قتل کر دے۔
" وہ میری طرف دیکھکر ہنسی اور بولی "!

ودی :۔ میں اسقدر بیوقوف نہیں ہوں کہ اپنی جان خطرہ میں ڈالوں
ین جائے، خانہ کے کسی ملازم سے عاریتاً ایک پرانا پیراہن لے لوں گی
ور پیدل اپنے گھر چلی جاؤں گی۔

اسوقت اسکا ہاتھ کانپ رہا تھا۔ اور میں نے دریافت کیا :۔
یں :۔ کیا اسوقت تم ڈر رہی ہو دیکھو تمہارا ہاتھ کانپ رہا ہے۔
اس نے فوراً اپنا ہاتھ ناراض ہو کر ہٹا لیا اور بڑے زور سے ایک
کھمبے پر مارا، جو راستہ میں تھا۔ اور بولی :۔

اودی :۔ (ہاتھ سے خطاب کر کے) یہ ہے سزا اسکی جو کسی کا راز فاش کرے
اسوقت اسکے ہاتھ میں سخت چوٹ لگی ہوگی۔ مگر میں معلوم نہ کرسکا
کیونکہ اس نے اس مضروب ہاتھ کو فوراً اپنے پیراہن کی جیب میں
ڈال لیا۔ اور وہ میرے برابر اس طرح چلنے لگی گویا کوئی نئی
بات ہوئی ہی نہیں۔
اودی :۔ اب آپ نے دیکھ لیا کہ کیا میں گھر جاتے ہوئے ڈر سکتی ہوں۔

میں :- میں نہیں جانتا ہیں کیا خیال کروں لیکن اتنی بات ضرور جانتا ہوں کہ میں آپ کے احسانات کا عوض کبھی نہیں دیکھتا۔
اودی :- اے دیوتا سروپ اجنبی کیا آپ کو معلوم نہیں کہ ایک ناچیز جیشا عورت کے ساتھ اس طرح دوش بدوش چلکر آپ اس قدر عزت افزائی کر رہے ہیں جسکی کچھ انتہا نہیں۔ آپ نہیں جانتے رجاپان میں عورتوں کی پوزیشن کسقدر ذلیل ہے۔ ہر عورت کو خواہ وہ کتنی ہی شریف اور اعلیٰ پایہ کی ہو ہمیشہ مرد کے پیچھے چلنا پڑتا ہے۔ جبتک میں اس حسین دنیا میں زندہ ہوں نیز جبتک دنیوی زندگی کے بعد "چندو" (عالم ارواح) میں رہوں گی۔ میں آپ کے اس رحم و کرم کو ہرگز نہ بھولونگی میں اس زندگی میں آپ کی کوئی خدمت نہیں کر سکتی۔ کیونکہ میں اسقدر حقیر و ذلیل ہوں جیسے آپ کے جوتوں کی خاک لیکن عالم الارواح میں پہونچکر میں آپکی اور آپ کے گھر کی خاطر خواہ خدمت انجام دے سکوں گی۔ دیکھو توقف کے بعد اگر میرا ہاتھ آپ کی آستین پکڑے ہوئے کا بنیا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ اسوقت میرے دل میں جوش اور اضطراب تھا۔ اسلئے میں نے اس ہاتھ کو سزا دی کہ اس نے دل کا راز کیوں فاش کیا۔

اسوقت میں اس کی باتوں کو سر جھکائے ہوئے سن رہا تھا جو تصنع سے بالکل خالی تھیں۔ اور میرے پاس لفظ نہیں تھے جو میں اس کی بات کا کوئی معقول جواب دے سکتا۔ اور واقعی اس کے بعد کچھ کہنا انتہا درجہ کی بدتمیزی تھی۔

لیکن اپنی زبان کی طرح میں اپنے دل کو خاموش نہیں رکھ سکتا تھا۔ یہاں بھی یہ جیشا جو اسوقت میرے برابر چل رہی تھی، اور جسنے نصف گھنٹہ قبل

پولیسمین کو دارو بیہوشی پلا کر میری جان بچائی تھی یہ موجود تھی۔ وہ میری جان بچانے اور میری محبت کی وجہ سے بار بار خود کو تباہی کے منہ میں جھونک دیتی تھی۔ اور قطعی پروا نہ کرتی تھی کہ وہ کسقدر قربانی کر رہی ہے۔ اور یہ سب کچھ کس کے لیئے؟ ایک اجنبی کے لئے۔ اور ایک ایسے شخص کیلئے جو دوسری عورت پر فریفتہ تھا۔ اللہ اللہ دنیا میں ایسی بھی محبت شعار اور وفادار عورتیں ہوتی ہیں۔ اس وفادار اور جان نثار عورت کے مقابلہ میں میں بالکل خود غرض اور ذلیل آدمی تھا۔

ہم خاموشی کے ساتھ سڑک کے کونہ سے گھوم کر تقریبا سو قدم آگے پہنچ گئے۔ یہاں پہونچکر ایک دُکان میں سے جہاں کھانا فروخت ہوتا تھا اودی نے آہستہ سے ایک شخص کا نام لیکر پکارا۔ فوراً ایک قلی اس دُکان سے نکلا۔ اور آکر اسکو نہایت ادب سے جھک کر سلام کیا۔

اودی نے مختصر الفاظ میں اس سے کچھ کہا۔ اور وہ جاکر کہیں سے فوراً ایک "گردنا" گاڑی لے آیا۔ گاڑی کے آتے ہی اس نے مجھے بیٹھنے کے لئے کہا اور میں نے فوراً تعمیل کی۔ اس نے مجھ سے دریافت کیا کہ میں کہاں جانا چاہتا ہوں اور مختصر الفاظ میں میں نے اسے اپنے سفر کی سمت بتا دی۔

اودی نے ایک ریلوے اسٹیشن کا نام لیا جو وہاں سے بیس میل کے فاصلہ پر تھا اور کہا کہ مجھے وہاں طلوع آفتاب سے قبل پہونچ جانا چاہیئے۔ اس کے بعد اُسنے اس قلی کو تمکانہ مگر آہستگی کیساتھ کچھ ہدایا کین۔ میں قریب ہی تھا اسلئے سمجھ گیا کہ اسکو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اس سفر میں اپنی پوری طاقت سے کام لے۔ اور اس قلی نے بھی تعمیل ارشاد کا وعدہ کیا۔

اسکے بعد وہ شخص فوراً گاڑی میں جت گیا۔ اور ابھی ایک ہی قدم چلا تھا کہ

یوں نے اُسے روکا۔

میں نے اودی کی طرف دیکھا جو اسوقت کچھ فاصلہ پر چاندنی میں کھڑی مسکرا رہی تھی۔ اسوقت میرے دل میں دفعتاً یہ خیال آیا کہ اگر میرے پاس کوئی چیز ہو تو بطور یادگار اسے اودی کو دیدوں۔ جس سے اسے بہت خوشی ہو گی۔ یہ سوچکر میں نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا۔ اور ٹٹولا۔ اسوقت میری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی جبکہ مجھے معلوم ہو کہ میری جیب میں بدستور گھڑی اور ایک طلائی زنجیر پڑا ہوا ہے۔ جو میں نے ایک دوکان سے خریدا تھا جہاں پرانی اور نادر چیزیں فروخت ہوتی تھیں۔ یہ میں نے اوتیشو کے لئے خریدا تھا۔ مگر اسکو دے نہ سکا تھا۔ میں نے ہاتھ بڑھا کر اودی کیطرف پھیلایا۔ اس نے بہت پس و پیش کے بعد وہ چیز لے لی اور میں نے کہا۔

پیاری۔ اے شیر دل خوبصورت چنچل! جو کچھ احسان تم نے مجھ پر کئے ہیں انکا معاوضہ دینا ناممکن ہے۔ لیکن یہ حقیر چیز میں بھی پیش کرتا ہوں۔ یہ میری یادگار کے طور پر اپنے پاس رکھو۔ میں آپ کی قربانیاں کبھی نہ بھولونگا۔

اس کے بعد اس نے قلی کو ڈانٹ کر حکم دیا۔ اور وہ فوراً وہاں سے بجلی کی طرح روانہ ہو گیا۔ اور لحہ بھر میں وہ جان نثار اور محبت شعار چنچل بھی میری نظروں سے غائب ہو گئی۔ میں نے پھر قلی کو آواز دی کہ ذرا رک جائے۔ لیکن اس مرتبہ اُسنے ایک نہ سُنی۔ اور وہ انتہا درجہ کی تیز رفتاری کیساتھ دوڑتا رہا۔ میں اسوقت خوش بھی تھا اور ملول بھی۔

ملول تو اس وجہ سے تھا کہ اودی سے جدائی ہوئی اور میں اسکی جان نثاری کا کچھ بھی شکریہ نہ ادا کر سکا۔ اب بہت ممکن تھا کہ ہماری ملاقات کبھی نہ ہو۔ خوشی اسوجہ سے تھا کہ جسقدر جلد میں اس سے دور ہو جاؤں اسی قدر بہتر ہے

ہیں جدائی کا صدمہ کا ناقابل برداشت ہو جاتا۔

باب اکیسواں

"ریلوے ٹرین"

جو کچھ اوڈئی نے کہا تھا وہ سچ ہوا۔ دوسرا دن ابھی شروع بھی نہونے پایا تھا کہ میں اس دیہاتی اسٹیشن پر پہونچگیا جو ٹوکیو سے بیس میل کے فاصلہ پر تھا۔ کرونا میں بیٹھکر اسقدر تیز روی کے ساتھ چاندنی رات میں سفر کرنا ہرگز خطرہ سے خالی نہیں کیونکہ یہ گاڑی اسقدر ہلکی اور سبک ہوتی ہے کہ اگر سڑک پر ذرا پہیے کے نیچے کوئی پتھر آجاتا ہے تو مسافر اچھل پڑتا ہے۔ اور سخت تکلیف ہوتی ہے۔ اور گاڑی کے الٹ جانیکا اندیشہ رہتا ہے۔ مجھے اس سفر میں سب سے زیادہ منظر شبِ مہتاب کا پسند آیا۔ یہی شب ماہتاب کا یہ منظر جاپان ہی کے لیے مخصوص ہے۔ میرے دل سے تمام فکریں اور تردداّت دور ہو گئے تھے۔ دوسرا اگر یہ منظر کواس کرونا کس عظیم الشان ٹوپی کا تھا۔ یہ گھاس کی بنی ہوئی ٹوپی چھتر کی طرح اس کے سر پر دھری ہوئی تھی۔ اور اُچھلتی چلی جاتی تھی۔

کچھ دور تک تو شہر کے مکانات کا سلسلہ جاری رہا جب یہ ختم ہو گئے تو مضافات شہر کے باغات کا سلسلہ جاری ہوا۔ ان کے بعد دھان کے لہلہاتے ہوئے کھیتوں کا سلسلہ جاری ہو گیا۔ اور یہ سلسلہ میلوں تک جاری رہا۔ بس کہیں کہیں گاؤں آجاتا تھا جس سے منظر کی یکسانی دور ہو جاتی تھی۔

اب جسجگہ مین ہم پہونچا یہ بھی ایک موضع تھا لیکن کسی قدر بڑا - اور ا
اسقدر سویرا تھا کہ لوگ بیدار نہیں ہوے تھے - اسٹیشن اگر اسے اسٹ
کہا جاسکے کیونکہ وہاں کوئی پلیٹ فارم نہ تھا لائین کے کنارہ ایک چھو
مکان بنا ہوا تھا - مگر گانوں سے باہر تھا - یہاں پہونچ کر کرونا گاڑی رک
ہیں ٹھہرا -

آپ اندازہ کرسکتے ہیں کہ اسقدر محنت شاقہ کے بعد وہ قلی کسقدر تھک
گیا ہوگا لیکن آپ یہ سنکر متحیر ہوں گے کہ جونہی میں نے چند سکے اُسے ب
انعام دیے وہ مڑا اور فوراً سڑک پر دُلکی چلتا ہوا روانہ ہوگیا -

میں ٹرین کے انتظار میں گھاس پر بیٹھ گیا - میں خوش تھا کہ ادوئی
وقتیہ مہربانی سے ایک کٹھن منزل طے ہوئی - اگرچہ کل رات ٹرین چھوٹ گ
تھی مگر اب میں ڈکیتو کے خطرات سے ایک منزل دور ہوگیا تھا - الغرض
خوش تھا -

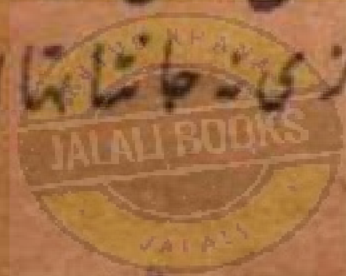
رفتہ رفتہ مشرقی سمت میں روشنی بڑھنے لگی اور اس کے بہت جلد بع
پہاڑوں کی چوٹیوں سے آفتاب عالمتاب کی ترچھی کرنیں پڑنے لگیں - درختوں
چڑیوں نے چہچہانا شروع کردیا - اور ادھر اُدھر بتلاش طعمہ پھرنے لگیں - اسکے بع
آدمیوں میں بھی ہلچل پیدا ہوئی اور وہ بھی ایک ایک دو دو کرکے اپنے گھروں
سے باہر نکلنا شروع ہوے اور اپنے دھان کے کھیتوں کی طرف جانے لگے
جب آفتاب کسی قدر اور بلند ہوگیا تو گرمی بڑھگئی اور شبنم کے قطرے جو اب تک
موتیوں کی طرح چمک رہے تھے غائب ہوکر ہوا میں جذب ہوگئے

ابھی کسی قدر سویرا ہی تھا کہ دو آدمی آئے اور اسٹیشن پر ادھر اُدھر پھر
گئے مجھے چونکہ کوئی اور کام نہ تھا اس لئے میں انہیں لوگوں کی حرکات دیکھ

رہا۔ یہ درحقیقت ریلوے کے ملازم تھے۔ اور انہوں نے فوراً تمام
یشن کو جھاڑ پونچھ کر صاف کر دیا۔
سکے بعد ایک اور شخص آیا جو کوئی بڑا عہدیدار معلوم ہوتا تھا۔ اور
مجھے معلوم ہو گیا کہ اسٹیشن کھلنے والا ہے۔ اور جب میں نے ٹوکیو
ت لائن پر نظر ڈالی تو مجھے دور فاصلہ پر کسقدر دھواں اٹھتا ہوا
یا۔ اب میں اٹھ کھڑا ہوا اور دفتر میں جاکر اپنا ٹکٹ خریدا۔ اور
بابو کو کسی قسم کا شبہ خود پر نہ ہونے دیا۔
ہندوستان کیطرح جاپان میں بھی گاڑیوں کے تین درجے ہوتے
۔ مگر فرسٹ کلاس کو غیر ملکیوں کے سوائے بہت کم لوگ استعمال
ے ہیں۔ اگر میں فرسٹ کلاس کا ٹکٹ خریدتا تو اسوقت میں اس
ں میں اکیلا ہی مسافر ہوتا جو اس درجہ میں سفر کرتا نظر آتا اور اس
تمام لوگوں کی نظریں مجھ پر ہی پڑتیں۔ اور اس سے میں بچنا
تا تھا۔ اس لئے میں نے سکنڈ کلاس کو ترجیح دی۔ اس میں آرام بھی
ایہ بھی بہت ہی کم ہے۔ تھرڈ کلاس میں ادنیٰ درجہ کے اور غربا سفر
تے ہیں۔
چند منٹ بعد ٹرین جس میں صرف تین ڈبے تھے بھق بھق کرتی
ئی۔ اور میرے سامنے کھڑی ہو گئی۔ میں ہی ایک مسافر تھا جو یہاں سے
ہونے والا تھا۔ میں اپنی جگہ پر جا کر بیٹھ گیا اور تھوڑی دیر بعد وہ
آٹھ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے میری منزل مقصود کی طرف
نہ ہو گئی۔
میرے ڈبے میں صرف چند آدمی اور تھے۔ جن میں زیادہ تر سوداگر اور

کسان تھے جو کسی ضرورت خاص کی وجہ سے سفر کر رہے تھے۔
سمجھ گیا کہ فی الحال تو میں خطرہ سے باہر ہوں۔ اور جلد جلد منزل
یاگور کے قریب پہنچ رہا ہوں۔

ملک جاپان میں بذریعہ ریل سفر کرنا بہت ہی دلچسپ ہے
سفر میں انسان کو جاپانیوں کے اوضاع و اطوار سے خوب واقفیت
ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اسوقت میں بھی ان لوگوں کے ساتھ بیٹھا
بہت خوش تھا۔ اگر اتفاق سے کوئی شخص تھوڑی سی انگریزی جانتا
تو وہ آپ سے ہزاروں قسم کے سوالات کرے گا اور ان میں
آپ کی ذات کے متعلق ہوں گے۔ مگر اسوقت میرے ساتھی مسا
میں سے کوئی بھی انگریزی نہ جانتا تھا اس لئے میں اُن کے فضول
سے محفوظ رہا۔



سب سے پہلے جس اسٹیشن پر ٹرین رکی وہاں میں نے
کھانے کو اور چائے خریدی اور خوب سیر ہو کر ناشتہ کیا اور
دیگر لوگوں نے بھی چائے اور ناشتہ خریدا تھا اس لئے میری
کسی کی کوئی خاص توجہ نہ ہوئی۔

لیکن بڑے بڑے اسٹیشنوں پر ضرور مجھے تشویش لاحق ہوتی
تھی۔ کیونکہ یہاں کے پلیٹ فارم پر بہت سے آدمی آکر ٹرین کی
کیا کرتے تھے۔ اور اگر کوئی جان پہچان کا آدمی مل جاتا تھا تو اس سے
کر کے خوش ہوتے تھے۔ اور یہاں یہ بھی اندیشہ رہتا تھا کہ کوئی پو
ٹہلتا ہوا نہ آجائے۔ اور مجھے غیر ملکی دیکھکر مجھ سے سفر کا پروانہ طلب
اور جب میں پروانہ پیش نہ کر سکوں گا تو وہ ضرور مزید تحقیقات کے

ٹرین سے اُتار لیگا۔ مگر ایسے موقعوں پر میں ہمیشہ لوگوں کی طرف سے اپنا منہ پھیر لیتا تھا اور جھوٹ موٹ ایک جاپانی اخبار پڑھنے لگتا تھا جو میں نے خرید لیا تھا۔

ایک بڑے اسٹیشن پر پہونچکر جب کسی نے کھڑکی کو کھٹ کھٹایا تو میرا دم نکلگیا لیکن میں اسوقت ایسا بنگیا گویا میں اخبار پڑھنے میں اسقدر مصروف ہوں کہ میں نے سنا ہی نہیں۔ لیکن جب دوبارہ وہی کھٹ کھٹ ہوئی تو میں مجبور ہو کر اسطرف متوجہ ہوا تاکہ میرے پاس بیٹھے ہوئے مسافر کوئی شبہ نہ کریں۔

جب میں اسطرف مخاطب ہوا تو یہ دیکھکر میرے حواس کسی قدر درست ہوئے کہ جو شخص کھڑکی کھٹ کھٹا رہا تھا وہ کوئی پولیسمین نہیں ہے بلکہ وہ جاپانی جنٹلمین ہے جو ناتھہ جاترا کے جلوس میں میرے ساتھہ تھا اور جس نے مجھے تمام باتیں بتائی تھیں۔

چونکہ یہاں ٹرین دس منٹ رکتی تھی اس لئے وہ شخص مجھے دیکھکر ٹرین میں داخل ہو گیا ہم دونوں نے ایک دوسرے کو جاپانی طریقہ سے جھک کر سلام کیا اور باتیں کرنے لگے۔ اُسنے مجھے فوراً پہچان لیا تھا۔ اور مجھے ملنے پر بڑی خوشی کا اظہار کیا۔ اس نے مجھسے بیان کیا کہ ایک خاص کام کی وجہ سے وہ اس شہر میں چند ہفتہ سے مقیم ہے اور وہ اسٹیشن پر اسی خیال سے آیا تھا کہ کوئی مسافر ٹوکیو کا جان پہچان نکلے تو اُس سے خیر خبر دریافت کروں۔

میری طبیعت کو اس شخص سے ایک خاص لگاؤ تھا اور مجھے یقین تھا کہ اگر میں اس سے اپنا راز بیان کردوں تو وہ اس کے سینہ میں محفوظ رہے گا۔ لیکن چونکہ اسوقت صرف چند منٹ یہاں ٹھہرنا تھا اس لئے میں نے اُس سے کچھ بیان کیا وہ غیر صحیح تھا۔ میں نے اس سے بیان کیا کہ دیگر غیر ملکیوں کیطرح

میں بھی جاپان کی مشہور چیزیں اور مقامات دیکھنے کے لئے سفر کر رہا اور اسوقت کوہستانی علاقوں کی سیر کرنے چلا ہوں۔

وقت بہت جلد گذر گیا اور تھوڑی دیر بعد ہم دونوں کو ایک سے رخصت ہونا پڑا۔ اور چلتے وقت اس شخص نے کہا۔

"میرے خیال میں میرے ملک نے آپ کو فریفتہ کرلیا ہے۔ خواہ آپ کہیں رہیں لیکن آپ یہاں کی خوبصورتی کو ہرگز نہ بھولیں گے جو جاپان کی روح ہے"

اگرچہ ہم دونوں کی ملاقات بہت مختصر ہوئی تھی لیکن اس سے فائدہ پہونچا کہ اس میرے خیالات دوسری طرف منعطف ہو گئے اور ایسے وقت اس قسم کے تغیر سے دل و دماغ کو بہت فائدہ پہونچتا ہے۔

اس کے چند گھنٹے بعد بلاکسی جدید واقعہ کے میں اس چھوٹے سے کے اسٹیشن پر پہونچ گیا جو اس ویران اور کوہستانی مقام سے قریب تھا۔ جو میری منزل مقصود تھی۔

میں اسوقت بہت خوش تھا کیونکہ اب میں ریلوے کے خطرات سے بھی آزاد ہو گیا تھا۔ ایک کشادہ اور جنگلی علاقہ میرے سامنے تھا۔ جہاں میں کو اچھی طرح پوشیدہ رکھ سکتا تھا۔

باب ۲۲ بائیسواں

کوہستان

ٹرین سے اترتے ہی میں نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ وہ بیش قیم

جیب میں سے نکالا جو میرے مہربان بڈھے فقیر کھوری نے دیا تھا۔
ایک نظر اُس پر اور ڈال لوں۔ میں نے دیکھا کہ اسٹیشن کا جو نام لالٹین
شیشہ پر لکھا ہوا تھا وہ ہی تھا جو میرے نقشہ پر درج تھا۔
اب گویا میرے سفر کا طویل ترین حصہ ختم ہو چکا تھا اور ابھی تک آفتاب
نقطۂ نصف النہار تک نہیں پہونچا تھا۔ اور خدا کا شکر ہے کہ یہ تمام
بخیر و عافیت تمام ہوا تھا۔
میں نے اور بھی جاپانی قصبے دیکھے تھے مگر اس آبادی کا رنگ ڈھنگ
مختلف تھا۔ سڑکیں بہت ناہموار اور ڈھلوان دار تھیں۔ اور مکانات
وں پر درختوں کی چھال ڈالکر پتھروں سے دبا دیا تھا۔ اس سے ظاہر
تھا کہ اس علاقہ میں سخت طوفان آتے ہیں۔
مگر میں نے گرد و نواح پر چنداں توجہ نہیں کی کیونکہ اس وقت مجھے
"یادو یا" یعنی سرائے کی ضرورت تھی۔ خدا کا شکر ہے کہ یہ مقام
بہت جلد مل گیا اور وہاں جو کھانا میں نے کھایا وہ معمولی کھانوں جیسے اچھا
سوجا مچھلی بہت عمدہ پکائی گئی تھی۔ جب میں خوب شکم سیر ہو گیا تو
نے سرائے والے سے پوچھا کہ کیا یہاں کوئی گرونا گاڑی مل سکتی ہے۔ کیونکہ میں
وں میں ایک گاؤں تک جانا چاہتا ہوں جو پہاڑ سے تقریباً پندرہ میل کے
صلہ پر ہوگا۔ میری درخواست پر وہ شخص بہت ہنسا اور کہنے لگا کہ جس
وں کا آپ نے نام لیا ہے وہاں آجتک کوئی شخص نہیں گیا۔ اسلئے غالباً
وہاں جا کر غلطی کریں گے۔
اب مجھے موقعہ کی نزاکت محسوس ہوئی۔ اس لئے مجھے کوئی وجہ سوچنا
کہ میں اس گاؤں میں کیوں جا رہا ہوں۔ ورنہ بہت ممکن ہے کہ

مجھے یہیں روک لیا جائے۔ میں نے سرائے دار سے کہا کہ میں علم طبقات الارض
کا ماہر ہوں اور ڈیمکوتے سے یہاں تک محض اس غرض سے آیا ہوں کہ پہاڑ
کی قدرتی ساخت کا معائنہ کروں۔ اور میں نے سنا ہے کہ اس موضع سے
میل کے فاصلہ پر پہاڑوں کی ساخت کیقدر غیر معمولی ہے۔ چونکہ اُسے
جواب ایک غیر ملکی شخص نے دیا تھا اسلئے اسے یہ وجہ بہر سفر کی معقول
ہوئی۔ اور وہ برضا و رغبت مجھے مدد دینے پر آمادہ ہو گیا۔ مگر اُس نے مجھے بتا
کہ اس علاقہ میں کرونا گاڑی نہیں ہوتی کیونکہ یہاں کی سڑکیں پہاڑی
ناہموار ہیں اور وہ گاڑی صرف ہموار اور سیدھی سڑکوں پر چل سکتی ہے۔
آپ کو کسی گھوڑے پر سفر کرنا پڑے گا۔ اگر آپ چاہیں تو میں ایک گھوڑ
مہیا کر سکتا ہوں۔ اور نصف گھنٹہ میں آپ کو بجا دیگا۔

بہرحال میں نے یہی بات منظور کی اور تھوڑی دیر کے لئے میں قصبہ
میں گیا تاکہ وہاں سے کچھ توشہ راہ خرید لوں۔ میں نے کچھ مٹھائی اور کچھ بسکٹ
خرید لئے۔ اور ایک چھ فٹ لمبا نوکدار عصا بھی خریدا جو پہاڑوں کے سفر میں
خوب مدد دیتا ہے۔

جب میں سرائے کو واپس آیا تو میں نے ایک دُبلی پتلی گھوڑی کھڑی دیکھی
جس کی پُشت پر بجائے کاٹھی کے پیال بھر کر چارجامہ کسا ہوا تھا۔ اور بجائے
رکابوں کے رسی کے پھندے لٹکے ہوئے تھے۔ گھوڑی کی گردن پر
ایک رسی بندھی ہوئی تھی جسے ایک جوان عورت نیلے کپڑے پہنے پکڑے
بیٹھی تھی۔ ایک لطف کی بات یہ بھی تھی کہ گھوڑی کے نعلوں کے بجائے گھاس
کے جوتے اس کے سموں پر چڑھائے گئے تھے۔ اور ایسا ہی جوتہ وہ
گھوڑے والی عورت پہن رہی تھی۔

ہرحال بدقت تمام میں گھوڑی پر سوار ہوا اور سرائے دار کا شکریہ ادا
ہاں سے روانہ ہو گیا۔ بستی ختم ہونے کے بعد سڑک غائب ہو گئی اور
ایک پہاڑی کچا راستہ رہ گیا۔ جو سخت ناہموار تھا۔ گھوڑے سے چند
آگے وہ عورت نہایت پامردی کے ساتھ چٹانوں اور پتھروں پر
جاتی تھی۔ اسوقت ہم چڑھائی پر تھے اور ہمارے دونوں طرف مختلف
کے خوبصورت درخت اُگے ہوئے تھے۔ کہیں کہیں کوئی بڑا گہرا کھڈ بھی
تھا۔

یہ راستہ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا کسی پہاڑی دریا کے برابر جا رہا ہے کیونکہ
کے پانی کا شور ہر جگہ سُنائی دیتا تھا۔ کبھی کم اور کبھی زیادہ۔
ہمیشہ چند میل چلنے کے بعد ایک دقت یہ پیش آتی تھی کہ گھوڑی کے
تے گھس جاتے تھے اور اس عورت کو گڑھے میں سے نکالکر دوسرے
ہانے پڑتے تھے۔ مگر اس گھوڑی اور اس عورت کے لئے اس قدر آرام
ضروری معلوم ہوتا تھا۔
تقریبًا دو گھنٹہ تک پگڈنڈی کے راستہ پر چلکر ہم اس پہاڑی دریا پر
ونچے جس کی آواز ہم سنتے چلے آرہے تھے۔ وہ ہم سے بہت نیچے بہ رہا تھا۔
نکہ مدت مدید سے بہتے بہتے اس نے ترم سیل کھڑی کی چٹان بہت کاٹ ڈالی
ی۔ یہاں ایک بانسوں کا ہلکا سا کمزور پُل بندھا ہوا تھا۔ میں نے جونہی
س پل کو دیکھا میں گھبرا کر گھوڑی سے اُتر گیا۔ میں نے اپنی خیریت اسی میں سمجھی
کہ پیدل چلکر پُل کو عبور کر لیا جائے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ کسی جگہ گھوڑی کا
پاؤں پھسل جائے یا بوجھ کی وجہ سے بانس ٹوٹ جائیں اور راکب و مرکب
دونوں نیچے گر کر ملک عدم کو سدھاریں۔

بہر حال ہمنے بخیر و عافیت اُس پل کو عبور کر لیا اگرچہ وہ درمیان سے خطرناک طور پر لٹکتا تھا۔ دوسرے کنارہ پہونچکر میں پھر سوار ہو گیا۔ اور اب ہم ایک ایسے جنگل میں داخل ہوئے جہاں چلنا دشوار تھا۔ ہمارے دونوں طرف کچھ فاصلہ پر برفپوش پہاڑ نظر آتے تھے۔ اور جوں جوں ہم کوہستان میں داخل ہوتے جاتے تھے ہمارا راستہ پہاڑیوں اور وادیوں میں گذرتا ہوا زیادہ پیچیدہ ہوتا جاتا تھا۔ بعض اوقات یہ گھاٹیاں اسقدر تنگ ہوتی تھیں اور دونوں طرف بلند پہاڑ اس طرح کھڑے ہوتے تھے کہ گھاٹیوں میں روشنی دھندلی ہو جاتی تھی۔ اور ہوا بھی بہت سرد تھی۔

کبھی وہ راستہ سخت خطرناک ہو جاتا تھا۔ اور ہر وقت خطرہ رہتا تھا کہ اگر گھوڑی کا پاؤں کہیں غلط پڑ گیا تو ملک عدم کو سدھارے۔ ایسے موقعوں پر وہ عورت گھوڑی کی طرف دیکھکر بار بار "ہے ہیلے!!" کہتی تھی جسکے معنی یہ تھے کہ سنبھال کر قدم رکھنا۔

ایک مقام پر ایک پر فضا مرغزار نظر آیا تو ہم وہاں تقریباً ایک گھنٹہ ٹھیرے۔ میں نرم گھاس پر دراز ہو گیا اور اُس عورت نے بھی آرام کیا۔ ہم دونوں نے وہاں کچھ کھانا بھی کھایا۔ تھوڑی دیر بعد وہ عورت بیدار ہو کر کھڑی ہو گئی اور ہم دونوں پھر چلنے کو تیار ہو گئے۔

اب ہم تھوڑی دیر بعد منزل مقصود کے قریب پہونچ گئے۔ یہاں میں نے اس عورت کو دُگنی اُجرت دے کر رخصت کیا۔ کیونکہ وہ اسقدر عرصہ تک میرے ساتھ رہی تھی۔ جس جگہ میں پہونچا یہ بالکل غیر آباد اور ویران تھی۔ ایک چھوٹا سا مزرعہ تھا جس میں بمشکل تمام درجن بھر گھر ہوں گے اور باشندوں نے تو غالباً کسی اجنبی کو عمر بھر نہ دیکھا ہو گا۔ جب میں ایک

کے دروازہ پر گیا تو مالک مکان نے نہایت بے پروائی سے دروازہ
بند کرلیا۔ اب مجھے محسوس ہوا کہ یہاں کے لوگ نہایت سنگدل ہیں۔
اس جگہ سے وہ مقام جہاں میری محبوبہ کو قید کیا گیا تھا تقریباً پچھ سات
میل کا فاصلہ ہوگا۔ اور یہاں سے وہاں تک تمام پہاڑوں کی چڑھائی تھی۔
اور اسطرح بمشکل تمام ایک میل فی گھنٹہ کی رفتار سے یہ منزل طے ہوسکتی
تھی۔ غنیمت ہوا کہ ابھی کچھ دن باقی تھا۔ جسے میں نے اِدھر اُدھر کی دیکھ
بھال میں صرف کیا کیونکہ جب میں تن تنہا تھا تو محبوبہ کی رہائی بوقت شب
ہی ممکن ہوسکتی تھی۔
میں وہاں سے خدا کا نام لے کر چلدیا۔ اور ایک پگڈنڈی کے ذریعہ
سے جو غالباً بکریوں کی بنائی ہوئی ہوگی پہاڑیوں پر چڑھنے لگا۔ اسوقت وہ
لمبا نوکدار عصا خوب کام آیا جو میں نے اس چھوٹے قصبہ سے خرید لیا تھا۔
پہاڑ سرسبز تھے۔ ہزاروں قسم کے رنگین پھول ہر طرف کھل رہے
تھے۔ اور یہ پہاڑی منظر اسقدر دلفریب تھا کہ انسان اسے تا ساتی نہیں
بھول سکتا۔
جوں جوں میں اوپر چڑھتا تھا دیودار کے درخت کم ہوتے جاتے تھے حتیٰ کہ
وہ بالکل غائب ہوگئے۔ اس کے بعد اوپر چڑھکر لمبی لمبی گھاس بھی غائب
ہوگئی اور اب میرے چاروں طرف سیاہ پتھروں کے سوائے اور کچھ
نظر نہ آتا تھا۔ لیکن کھنڈروں میں سورج کی کرنیں نہیں پہونچتی نہیں وہاں سفید
سفید برف کی تہیں جمی ہوئی دکھائی دیتی تہیں۔ اسکے بعد میں وہاں پہونچ گیا
جہاں چاروں طرف برف ہی نظر آتی تھی۔
میں نے اپنا سفر جاری رکھا حالانکہ اب کوئی پگڈنڈی بھی نظر نہ آتی تھی۔

مگر میں "ناک کی سیدھ" سیدھا چلتا رہا۔ اور کسی قسم کے خطرہ کو خاطر میں نہ لایا۔ کئی جگہ میرا پاؤں برف پر پھسلا اور میں گر پڑا۔ ایک مقام پر جو میں گرا تو بہت ممکن تھا کہ میں ایک عمیق غار میں جا پڑوں مگر اسوقت اس عصائے نے میری جان بچالی۔ اسکی نوک میں نے زمین میں گاڑ دی اور لڑھکنے سے بچگیا۔ لیکن اسوقت میری ہمت اسقدر بڑھی ہوئی تھی کہ مجھے کوئی خطرہ بھی نہیں روک سکتا تھا۔ میرے دل سے تمام خوف وخطر دور ہوگیا تھا۔

باب تیسواں

رہائی

اللہ اللہ کس قدر اہم وقت تھا وہ جبکہ میں اس کوہستانی سلسلہ کی آخری بلندی پر بھی چڑھ گیا۔ جو میرے اور اُو تنبو کے قید خانہ کے درمیان حائل تھا۔ اسوقت مجھے اسقدر خوشی اور اپنی ہمت مردانہ پر اسقدر یقین حاصل تھا کہ میرے چاروں طرف جو ایک عمیق اور ناگوار عالم سکوت طاری تھا میں اسے برداشت نہ کرسکا۔ جب میں نے اپنے نیچے نشیب کی طرف دیکھا تو میں نے ایک نعرۂ مسرت مارا اور اسطرح کوہستان کے صدسالہ سکوت کو توڑ دیا۔ یہ گویا میری طرف سے اپنی محبوبہ کے لئے ایک پیغام مسرت تھا۔ اور میں گویا پہاڑوں کی چوٹیوں کو اپنا غمگسار اور محرم راز سمجھ کر ان سے اپنی بےچینی کا حال بیان کر رہا تھا۔ اور اس کے جواب میں آوازہ بازگشت کی صورت میں چاروں طرف سے "اہلاً سہلاً مرحبا" کی صدائیں بلند ہوئیں۔

اس مقام سے میری رفتار میں مزید ترقی ہوگئی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ

ان کی طنابیں کھنچ گئی ہیں اور منزل مقصود میلوں کھنچکر بیرے قریب آگئی ہو
واقعہ کا اندازہ کچھ وہی لوگ کر سکتے ہیں جنہوں نے سخت جدوجہد کے بعد کسی
پہاڑ پر چڑھائی کی ہو اور یکایک بلند ترین چوٹی پر پہونچگئے ہوں۔
میں اسوقت اسقدر جوش میں بھرا ہوا تھا کہ مجھے یہ بھی معلوم نہ ہوا کہ میں
اس بلند مقام سے کس طرح نیچے اُترا جہانتک میرا خیال ہے میں نے تمام مسافت
تے بھاندتے طے کی تھی۔ اور اسقدر کم عرصہ میں یہ فاصلہ طے ہوا کہ مجھے اپنی
رفتاری پر خود یقین نہیں آتا تھا۔ لیکن چونکہ اس جدوجہد میں مجھے کوئی ضرر نہیں
پہنچا تو یا تو میرا دماغ شدت سے کام کر رہا تھا یا میری حفاظت اس طلسمی تعویذ
نے کی جو مجھے اوتیتو نے دیا تھا۔
جسوقت میں منزل مقصود پر پہونچا تو اسوقت رات ہونیوالی تھی۔
ان پہاڑوں کی صاف اور خوشگوار ہوا نے مجھ میں نئی روح پیدا کر دی ہوتی تو جو کام
میں نے انجام دیا اس کا کرنا محال ہو جاتا۔ عین اسوقت جبکہ روز روشن ختم ہو کر
شب تار کا دَور دَورہ ہونے والا تھا مجھے وہ مکان نظر پڑا جس کی تلاش میں میں
اسقدر مصیبتیں جھیلکر یہاں تک پہونچا تھا۔
یہ مقام پہاڑی، پتھریلا اور قطعی سنسان اور ویران تھا۔ لیکن باوجود اسقدر
بلند ہونے کے یہاں جھاڑیاں اور مختلف قسم کے درخت دکھائی دیتے تھے۔
مکان تک ایک تنگ راستہ گیا تھا لیکن میں نے یہ راستہ دیدہ و دانستہ چھوڑدیا
کیونکہ مجھے خیال تھا کہ اس راستہ پر نگرانی اور نگہبانی کا انتظام ضرور کیا گیا ہوگا۔
اور اگر مجھے کسی نے دیکھ لیا تو میں تن تنہا اپنے مقصد میں ہرگز کامیاب نہ ہوسکونگا
میری کامیابی اسی بات پر منحصر تھی کہ میں کسی کو خبر نہ ہونے دوں اور یکایک
اپنا کام کر جاؤں۔ اگر عام راستہ سے جاتا منظور ہوتا تو میں بہت آسانی سے پہونچسکتا تھا

پہاڑوں پر چڑھنے اور اُلٹے راستہ سے جانے کی کیا ضرورت تھی۔

باوجودیکہ میں بیحد تھک گیا تھا لیکن میں نے بہت تھوڑی دیر آرام کیا۔ ایک جگہ بیٹھکر جہاں صاف پانی کا ایک چھوٹا سا چشمہ جاری تھا میں نے کچھ مٹھائی اور بسکٹ کھا کر ٹھنڈا پانی پیا۔ اسکے بعد میں چپ چاپ اور چاروں طرف دیکھتا بھالتا اس ٹیکرے پر چڑھ گیا جس کے نیچے وہ مکان اور باغ واقع تھا۔ میں نے خود کو حتی الامکان درختوں اور جھاڑیوں میں پوشیدہ رکھا۔ یہاں مقصد یہ تھا کہ تاریکی شب کے چھا جانے سے قبل ہی صحیح طور پر وہ جگہ معلوم کر لوں جہاں اوینتسو مقید تھی۔

جوں ہی اس بلندی پر چڑھکر میں نے دیکھا۔ بھال کی مجھے فوراً معلوم ہوگیا کہ میری محبوبہ کا قید خانہ کہاں ہے۔ کیونکہ مکان کے عقب میں گھر اسکے بہت قریب پتھروں کی بنی ہوئی ایک کوٹھری واقع تھی۔ میں اُسے دیکھتے ہی پہچان گیا کہ یہ کوٹھری اس گھر کا توشہ خانہ یا مالخانہ ہے۔ جیسا کہ عموماً تمام جاپانی مکانوں میں ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جاپانی مکانات عموماً چوبی اور ہلکے ہوتے ہیں وہاں زلزلے اسقدر آتے ہیں کہ اینٹ پتھر کا کوئی بلند اور بھاری مکان سلامت نہیں رہ سکتا۔ اور چونکہ ان مکانوں میں آگ لگنے اور چوروں کے گھس جانے کا ہمیشہ خطرہ رہتا ہے اسلئے وہ لوگ عموماً اپنے باغ میں ایک پختہ اور مضبوط کوٹھری بنا لیتے ہیں۔ جس میں گھر کا تمام مال اور قیمتی چیزیں حفاظت کے ساتھ رکھی رہتی ہیں۔

میں نے اس کوٹھری کو دیکھتے ہی فوراً سمجھ لیا کہ سوائے اس کے میرا معشوق اور کہیں نہیں ہو سکتا۔ اور اب چونکہ مجھے وقت کی چنداں فکر نہیں تھی اسلئے میں وہیں سامنے بیٹھ گیا۔ اور اس بات کے انتظار میں رہا کہ کوئی ایسی بات

ح ہو جائے جس سے میرے خیال کی تائید ہو سکے۔

تقریباً بیس منٹ انتظار کرنے کے بعد خدا نے میری مدد کی۔ یعنی میں نے
ھا کہ مکان میں سے ایک شخص ہاتھوں میں ایک کشتی لیے برآمد ہوا۔ اُس
ں میں کھانا تھا۔ اور وہ سیدھا اُس سنگین کوٹھری میں گیا۔ اور جب وہ
اں سے واپس ہوا تو اسکے ہاتھ خالی تھے۔ میں اپنی کمینگاہ سے اس قیدخانہ
دروازہ بخوبی دیکھ سکتا تھا۔ اور مجھے کامل یقین ہو گیا کہ وہ شخص اوتیتسو کے
کھانا لیکر گیا تھا۔

اسکے بعد میں نہایت دبے پاؤں اپنی کمینگاہ سے اس مکان کی طرف
ا اور پھر ایک جگہ چھپ کر بیٹھ گیا کیونکہ ابھی ضرورت تھی کہ کسی قسم کا
قدام کرنے سے قبل گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ انتظار کیا جائے۔ اسوقت تک تاریکی
ی خوب چھا جائے گی اور جو لوگ اس گھر میں ہیں وہ بھی خوب سو رہیں گے
یونکہ ایسے سنسان اور دور افتادہ مقامات کے لوگ سویرے ہی
سو رہتے ہیں۔

میں جانتا تھا کہ تقریباً دو گھنٹہ بعد چاند بھی نکل آئیگا۔ اسکے بعد چاندنی
یں تمام کارروائی عمدگی سے اور جلد ہو جائے گی۔

الغرض میں اپنی کمینگاہ میں بیٹھا رہا۔ یہ جگہ ایسی تھی جہاں میں کسی کو
نظر نہیں آسکتا تھا۔ اور کامل سکوت و سکون کے ساتھ موقع کا منتظر رہا۔
میرے نیچے ایک گہری گھاٹی تھی جہاں خوب اندھیرا ہو گیا تھا۔ میرے چاروں
طرف حیرت انگیز سکوت طاری تھا۔ اور میرے اردگرد صنوبر اور دیودار
کے کالے کالے درخت سیاہ دیو کی طرح کھڑے ہوئے تھے۔ مگر میرا دل اس وقت
قطعی مطمئن تھا۔ اور جب میں وہاں سے اٹھا تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میری

ہمت اور طاقت میں بیحد اضافہ ہوگیا ہے۔ اور میں اوتھتو کی رہائی کا
پوری کامیابی کے ساتھ انجام دلیکوں گا۔

اب عمل کا وقت آگیا تھا سلئے میں چاروں طرف دیکھتا بھالتا د
پاؤں چلتا۔ جھاڑیوں میں چھپتا۔ اور کھلی ہوئی جگہوں میں پیٹ اور گھٹنوں
بل چلکر اسی کوٹھری کی طرف بڑھا۔

جوں ہی میں آگے بڑھا دفعتًا ایک بڑے کتے نے بھونکنا شروع کیا اور
چلتا چلتا رک گیا۔ اور بہت خوفزدہ ہوا۔ اور اب مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں
اس کمبخت کتے کی وجہ سے میرے کام میں خرابی نہ پڑجائے۔ میں سینہ
بل زمین پر لیٹ گیا۔ اور میرا دل اسوقت بیحد دھڑک رہا تھا۔ اور میں گھبرا
رہا تھا کہ دیکھیے کتے کے بھونکنے سے کیا جدید واقعات ظہور میں آتے ہیں۔

مجھے اندیشہ تھا کہ کتے کے بھونکنے کی آواز سنکر مسلح آدمیوں کی ایک جماعت
مکان سے نکلے گی۔ لیکن جب میں نے نہایت غور سے سنکر دیکھا تو نہ کچھ شور وغل
سننے میں آیا نہ کوئی آدمی برآمد ہوا۔ اسکا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ غالبًا اس
بستی میں بھیڑیے عمومًا آتے ہونگے۔ اور ان کو دیکھکر کتے بھونکتے ہوں گے۔ او
گھر والوں نے کتے کا بھونکنا ایک معمولی بات سمجھا۔ مگر مجھے فکر ہوگئی کہ جب تک
اس کتے کا انتظام نہ کرلیا جائے اس وقت تک مکان تک پہونچنا محال
ہوگا۔

اب میں پھر آہستہ آہستہ آگے بڑھا۔ لیکن خیال یہ تھا کہ گھر والے
ممکن ہے کتے کے ایک بار بھونکنے پر توجہ نہ دیں۔ لیکن جب وہ بار بار بھونکیگا
تو وہ ضرور متوجہ ہوں گے۔

جب میں آہستہ آہستہ مکان کے قریب پہونچا تو میں نے دیکھا کہ مکان کے

روں طرف لکڑی کے جنگلہ کا احاطہ کھنچا ہوا ہے۔ اور یہ جنگلہ تقریباً سات
ٹ بلند ہے۔ لیکن اسپر چڑھنا چنداں مشکل نہ تھا۔ چنانچہ میں نے ایک جگہ
ند کی جہاں دیودار کا ایک درخت شاخیں پھیلائے احاطہ کے اندر چند گز کے
صلہ پر کھڑا ہوا تھا۔ میں لکڑی کی دیوار پر چڑھکر اس درخت پر چڑھ گیا اور
اں کتے کی آمد کا منتظر رہا۔ اور میں جانتا تھا کہ وہ کتا وہاں بہت جلد پہونچیگا
تھوڑی دیر بعد میں نے دیکھا کہ وہ بڑا کتا باغ کی جھاڑیوں میں ہوتا ہوا
یری طرف جھپٹا چلا آرہا ہے۔ اور میرے قریب آکر اس نے غرانا شروع کیا۔
س کتے کو اپنی طاقت پر گھمنڈ تھا اسلئے اس نے بھونک کر دوسروں کو اپنی مدد کے لئے
نا ضروری نہ سمجھا بلکہ مجھے خود ہی سزا دینا پسند کیا۔ اور یہی میری عین خواہش تھی
غرض جب وہ کتا مجھ پر حملہ کرنے کیلئے جھپٹ کر آیا تو یہاں میرا عصا تیار تھا۔ میں نے
سکے سر پر اسقدر سخت ضرب لگائی کہ وہ مزید شور مچائے بغیر چکرا کر گر گیا۔
اسکے بعد میں باہستگی زمین پر اترا اور ٹٹولتا ہوا اس سنگین کوٹھری کی
رف روانہ ہوا جو اس وقت میرے سامنے موجود تھی۔ یہ کوٹھری تقریباً سات
ٹ عریض وطویل ہوگی۔ میں جلد جلد اسکے چاروں طرف پھرا مگر کہیں کوئی
ھڑکی نہ پائی۔ لیکن دروازہ کے اوپر جو بہت مضبوط تھا تقریباً دو انچ لمبا چوڑا
سوراخ تھا۔ جس سے روشنی اور ہوا اندر آتی جاتی تھی۔
میں دروازہ کے سامنے کھڑا ہوا تھا مگر میرا تمام جسم کانپ رہا تھا۔ اگر
یہاں سے میں کوئی بات کرتا بلکہ آہستہ سے بھی کچھ کہتا تو دینتو میری آواز
بخوبی سن سکتی تھی۔ مگر اب یہ پہلا موقعہ تھا کہ میری ہمت نے جواب دیدیا۔
میں پتھر کی دیوار سے کمر لگا کر کھڑا ہو گیا کیونکہ میں منہ سے کوئی لفظ نکالتے ہوئے
ڈرتا تھا۔ میرے دل میں ہزاروں قسم کے پریشان خیالات آرہے تھے کبھی میں

سوچتا تھا کہ قید خانہ کی تکالیف کے باعث وہ اسقدر ضعیف ہو گئی ہو گی
ممکن ہے اس کی قوت گویائی جاتی رہی ہو اور وہ میری بات کا جواب
دے سکے۔ کبھی یہ خیال پیدا ہوتا تھا کہ ممکن ہو اسکی طاقت اسقدر سلب ہو گئی
کہ وہ زمین پر سے بھی نہ اُٹھ سکے۔ اور اگر وہ میری مدد نہ کر سکی تو میری
کوششیں ناکام رہیں گی۔ کبھی یہ خیال ڈراتا تھا کہ ممکن ہے وہ فاقہ کشی ا
قید کی سختیوں سے پاگل ہو گئی ہو۔ اور جب میں اُسے آواز دوں تو وہ شناخ
نہ کر سکے۔ اور سب سے زیادہ خوف یہ تھا کہ کہیں ان صدمات کی وجہ
جو اسپر میرے باعث پڑے اسکا دل مجھ سے نہ پھر گیا ہو۔ اور وہ محبت ک
بجائے مجھ سے نفرت کرنے لگی ہو۔

الغرض میں دیوار سے لگا ہوا کھڑا تھا اور ہزاروں قسم کے پریشان ا
تکلیف دہ خیالات میرے دل میں آ رہے تھے۔

مگر وقت کا ایک ایک لمحہ قیمتی تھا۔ کیونکہ اب بہت جلد چاندنی کھیت کرنے
والی تھی۔ اسوقت میری یہ حالت تھی کہ مجھسے ایک لفظ بھی نکلنا دشوار تھا۔
میں نے چاہا کہ دروازہ کھٹکھٹاؤں۔ مگر میں رُک گیا کیونکہ اسوقت مجھے کوٹھری کے
اندر سے اوتینتو کی پیاری آواز سنائی دی۔

یہ آواز بہت ہی دھیمی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا کوئی سرگوشی کر رہا
ہے۔ لیکن میں اسکا ایک ایک لفظ صاف طور پر سن سکتا تھا۔ کیونکہ وہ چینی زبان
میں بول رہی تھی۔ وہ بجائے خود کوہستانی ہو اسکے ذریعہ سے میرے نام ایک
پیغام بھیج رہی تھی۔ اور اس پیغام میں مجھ سے یہ اپیل کی گئی تھی کہ خدا کے لئے
قبل اس کے کہ میری تاب وتواں جواب دے میری مدد کو پہنچو۔ اسکے
الفاظ حسب ذیل تھے:-

"اے میرے عزیز محبوب! مجھے معلوم نہیں کہ تم دنیا میں زندہ ہو یا مر گئے۔
دشمن نہایت طاقتور اور بیحد ظالم ہیں۔ ان کا دل رحم و کرم سے قطعی محروم
اگر تم واقعی ابھی دنیا میں زندہ ہو اور قتل نہیں کر دیئے گئے ہو۔ اور تم ابھی تک
تاباں کی گرم شعاعوں سے دن کے وقت اور چاندنی کی روشنی اور سرد
ی سے بوقت شب لطف اندوز ہو رہے ہو تو تم ابھی دیگر دھندوں کو بالائے
رکھ دو اور چند لمحہ کے لئے ازراہ مہربانی اپنی اس کنیز کی دردناک داستان
میں نے اپنا ناچیز دل تمہاری نذر کر دیا تھا۔ مگر اسی وقت سے مجھ پر غیب و
ہر قسم کی مصیبتیں اس لئے نازل کی جا رہی ہیں کہ میں اپنے ارادے سے باز
ں۔ مگر میں اپنا دل دے چکی ہوں اور جب تک میرے دم میں دم ہے
ل اب تمہارا ہو چکا۔ مگر میں پھر بھی ایک عورت ذات ہوں جو تمام ظلم و ستم
ہمیشہ زندہ نہیں رہ سکتی۔ اس لئے اے میرے عزیز محبوب آ اور آج میری
میری کر۔ میرا سوتیلا بھائی مجھے میرے ارادوں سے باز نہیں رکھ سکتا۔ اور انکا
ظلم و جور میرے قدم کو بال برابر بھی اپنی جگہ سے نہیں ہٹا سکتے۔ مگر میری زندگی
برباد ہو گئی ہے اور وہ یہ خبر سننے کا منتظر ہے کہ میرا دم نکلگیا۔ آ! اے میرے
ب آ!۔ اور بلا تاخیر آکر مجھے اس قید بلا سے نجات دے کیونکہ ؎

پس ازاں کہ من نمانم بچہ کار خواہی آمد

مجھ لو کہ باوجودیکہ ہمارے اور تمہارے درمیان پہاڑ حائل ہیں۔ مگر میں عالم
میں تمہارے قدم چوم رہی ہوں۔ آ اے میرے محبوب اسی وقت آ۔ ابھی
میں کسی قدر جان باقی ہے۔ جلد آکر مجھے نجات دو۔ ورنہ کیا میرے مرنے کے بعد
ی لاش سے شادی کرو گے۔ میں زندگی کی یہ جد و جہد اور اپنے بھائیوں سے یہ
جنگ محض تمہارے لئے کر رہی ہوں۔ اگر تم نہ آئے تو میں موت کو زندگی پر ترجیح

دوں گی۔ کیونکہ اس صورت میں نہ مجھ پر کوئی ظلم کرے گا نہ مجھے تکلیف پہنچے گی
آ اے میرے محبوب آج ہی اگر مجھکو بچالے ورنہ کل۔

ہم تو آغوش لحد میں شب ہجران ہوں گے "

اس کے بعد تھوڑی دیر کے لیئے سکوت ہو گیا۔ اب میری طاقت اور
ہمت بھی عود کر آئی اور وہ گذشتہ تمام خیالات پریشان میرے دل سے دور
ہو گئے۔ میری قوت گویائی بھی واپس آ گئی اور میں چاہتا تھا کہ جواب دوں۔
اتنے میں ادیتھسؔ کی آواز پھر سنائی دی جو یہ کہہ رہی تھی۔
" میرے عزیز محبوب اگر میری درخواست ایسی ہے جسے تم پورا نہیں کر سکتے
تو کم از کم ایسا کرو کہ اس رات کی تاریکی میں دل کی تار برقی سے کام لو اور میرے
لیئے کوئی تسلی آمیز پیغام بھیجو۔ اس صورت میں میں ایک دن اور زندہ رہنا گوارا
کر لوں گی تاکہ تمکو میری رہائی کے لیئے کافی وقت مل جائے۔
اب مجھ سے ضبط نہ ہو سکا اور میں نے آہستہ سے اس کی بات کا یوں جواب دیا۔
میں :۔ ادیتھسؔ میری جان! میں یہاں پہلے ہی پہونچ گیا ہوں اور دروازہ سے باہر
کھڑا ہوا ہوں۔ میں تمہاری رہائی کے لیئے بیقرار ہوں۔ مگر سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا
طریقہ اختیار کروں۔ میرے دل پر تمہارے الفاظ کا بڑا اثر ہوا۔ واقعی تم نے قید
کی تمام مصیبتیں بڑی بہادری سے برداشت کیں۔"
ادیتھسؔ :۔ میرے آقا! میں تمہاری آواز سُن رہی ہوں مگر مطلب سمجھ میں نہیں آتا
ایسا معلوم ہوتا ہے گویا کوئی مردہ قبر میں بول رہا ہے۔ اسوقت تمہاری آواز
بھی کسی قدر بدلی ہوئی ہے۔ اگر خدانخواستہ تم دوسری دنیا میں پہونچ گئے ہو تو
تم گھبراؤ نہیں میں بھی اسی وقت تمہارے پاس آتی ہوں۔ فقط مجھے یہ ثابت
ہو جائے کہ تم اس دنیا میں نہیں ہو۔ میں فوراً نہایت آسانی سے تمہارے پاس

جاؤں گی۔

مجھے معلوم ہوگیا کہ اسے بڑی دقت سے میرے زندہ ہونیکا یقین آئیگا۔
میں نے مزید وقت ضائع کئے بغیر آواز بلند اُس سے کہا:۔

۔ادیتھسو! کیا تم میری آواز سُن سکتی ہو۔ میں ہوں تمہارا عاشق زار حسن علی
کوٹھری کے دروازہ پر کھڑا ہوا ہے۔ اسوقت ہمیں بہت مشکل کام انجام
۔ اگر تمہیں میری موجودگی کا یقین نہیں ہے تو دروازہ کے اوپر جو سوراخ
میں سے تم اپنا ہاتھ باہر نکالکر میرا ہاتھ چھو لو اُسوقت تمہیں یقین ہو جائیگا
زندہ ہوں۔

اس کے بعد میں نے دیوار سے کان لگا دئیے اور اپنا ہاتھ اُس سوراخ
دیا۔ فوراً میرے ہاتھ سے اُس کی نازک انگلیاں مس ہوئیں۔ میں نے اسکا
لیا۔ اور خاموش کھڑا رہا۔ ایک دوسرے کے مس ہونے سے ہم دونوں کے جسم
کی طاقت دوڑ گئی۔ اور ہماری ہمتیں بڑھ گئیں۔ اتنے میں ادیتھسو نے اپنی
ت توڑی:۔

تسو:۔ میں نے اس کوٹھری کی تمام باتوں پر خوب غور کرلیا ہے۔ آسان
یہاں سے نجات پانے کا یہ ہے کہ دروازہ کے نیچے کوئی آہنی چیز ڈالکر اُسے
اُٹھایا جائے۔ کیونکہ اس دروازہ کے قبضے اور قفل زنگ خوردہ ہوکر بہت
ہوگئے ہیں۔ اور تھوڑی ہی سی کوشش میں ٹوٹ جائیں گے۔ لیکن دیکھو
میں ایک کتا کھلا ہوا ہے جسے میں بھول گئی تھی۔ یہ کتا نہایت خونخوار اور تیز
اگر تم غیر مسلح ہو تو تم بڑے خطرہ میں ہو۔ جو شخص باغ میں گھسیگا وہ کتا اُسے
اڑ ڈالے گا۔

:۔ میری جان! تم کتے کی فکر نہ کرو۔ میں نے پہلے ہی اُسکا انتظام کرلیا ہے

اب وہ بالکل بیکار ہے - لیکن یہ بتاؤ کہ جس آہنی سلاخ کی ضرورت
مجھے کہاں ملے گی - چاروں طرف تاریکی چھائی ہوئی ہے - جب تک بتایا نہ
اسوقت تک میں تلاش نہیں کر سکتا.......

ادتیتسو :- ہاں ہاں ! میں سمجھ گئی - دیکھیے بائیں ہاتھ کی طرف دیوار
دوسرا درخت ہے - وہاں ایک لمبی آہنی سلاخ پڑی ہوئی ہے -

میں اسکا ہاتھ چھوڑ کر گیا اور بغیر کسی دقت کے مجھے وہ آہنی سلاخ مل
تقریباً ایک گز لمبی اور چوتھائی انچ موٹی ہو گی - یہ گویا ہمارے کام کے لیے
ہی مناسب اوزار تھا - میں نے سلاخ لاکر فوراً دروازہ کے نیچے اس کا
سرا داخل کر دیا - اور لکڑی کا ایک ٹکڑا جو قریب ہی پڑا تھا - اس سلا
نیچے رکھکر جو دبایا تو قبضے ٹوٹ گئے اور وہ دروازہ اوپر اٹھ گیا - اور
گرا مگر میں پہلے ہی ہوشیار تھا - میں نے اسے سنبھال لیا - اور اٹھا کر چند
کے فاصلہ پر رکھدیا - قید خانہ کا دروازہ ٹوٹ گیا اور اب ادتیتسو آزا

اب میرے اتنے دنوں کی آرزو پوری طرح پوری ہو گئی تھی - اور
ہم دونوں طالب مطلوب پھر ایک جگہ ہو گئے تھے - اور ہمارے درمیا
رکاوٹ حائل نہ تھی - اب ہم کو موت کے سوائے اور کوئی چیز ایک دو
سے جدا نہ کر سکتی تھی -

میں فوراً آگے بڑھا اور ادتیتسو کو جو اسوقت میرے سامنے دست
دو زانو بیٹھی ہوئی تھی اپنی گود میں اٹھا لیا - اور احاطہ کے جنگلہ کی
سمت لے چلا جہاں سے میں باغ میں داخل ہوا تھا - فاقہ کشی اور تکلیف
صدموں سے ادتیتسو اسقدر لاغر اور کمزور ہو گئی تھی کہ اس میں بالکل
دم خم نہیں رہا تھا -

ن پہونچ کر میں نے دیکھا کہ زمین سے تقریباً چار فٹ اونچی زمین کے
ں جنگلہ میں ایک لکڑی لگی ہوئی ہے۔ میں اس لکڑی پر پاؤں رکھکر آسانی
چڑھ گیا اور اوتیتو کو گود میں لئے ہوئے بے دھڑک باہر کود پڑا۔ وہ میری
بیہوش اور ایک مردہ کی طرح پڑی ہوئی تھی۔ اسکا جسم سرد ہو گیا تھا مگر میں نے
ے سینہ سے چمٹا لیا۔ وہ مجھے اپنی جان سے زیادہ عزیز تھی۔
ض وہاں سے میں سیدھا سڑک کی طرف گیا اور وہاں پہونچکر میں رات کی
یں روپوش ہو گیا۔ اور جلدی جلدی تیز قدم بڑھا کر وادی کے پشت کی
روانہ ہو گیا۔
ریبًا ایک گھنٹہ تک اوتیتو میری گود میں بے حس و حرکت پڑی رہی جب
نے اُسے پیار کیا تو اسوقت بھی اُسے کچھ محسوس نہ ہوا۔ اس کی یہ حالت دیکھکر
دل میں خوف پیدا ہوا۔
رات کی تاریکی بہت سخت تھی۔ اور میں اُس کے چہرہ کا رنگ۔ یا اس کی
ں کی حالت نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اسکے ہاتھ پاؤں اور جسم ضرور نرم تھا۔ مگر بعض
ن مر جاتا ہے تو کئی گھنٹہ تک جسم میں سختی پیدا نہیں ہوتی۔ کیا یہ ممکن نہ تھا کہ اوتیتو
مسرت سے شادی مرگ ہو گیا ہو۔ یا تھکان کے صدمہ سے اُسکا دم نکل گیا ہو۔
چند لمحہ تک میں اسکی طرف سے بیحد خوفزدہ رہا۔ اور چونکہ اسوقت اسکے
یاں میرا دماغ پریشان تھا۔ اسلئے میں نے ایک پتھر سے ٹھوکر کھائی۔ اور گرتے
تے بچ گیا۔ میں نے سنبھلکر اپنا توازن پھر قائم کیا۔ اب مجھے اوتیتو کے جسم میں
ی قدر حرکت محسوس ہوئی۔ اور اسکا ایک نرم اور گداز ہاتھ میری گردن
حائل ہو گیا۔
اس واقعہ کے بعد تمام خوف میرے دل سے دور ہو گیا۔ میرے دماغ کی حالت

بھی درست ہو گئی - اور میرے قدم بھی استوار پڑنے لگے - اسوقت میں دنیا
سب سے زیادہ خوش و خرم آدمی تھا -

اس سے کچھ دیر بعد اوتیتسو کی زبان کو حرکت ہوئی - اور جب سے میں ا
قید خانہ سے لے کر چلا تھا یہ پہلا موقعہ تھا کہ اس نے کوئی بات کی - اس نے
آہستہ آواز میں مجھ سے کہا -

اوتیتسو :- مجھے نیچے اُتار دو - اب میں خود چلنے کے قابل ہوں -

اسوقت اچانک قرص ماہتاب ایک قلعہ کوہ کے پیچھے سے نمودار
اور چاروں طرف کی تاریکی دور ہو گئی - اب میں نے دیکھا کہ ایک ریشمی پیراہن
سوائے اوتیتسو کے جسم پر کچھ نہیں ہے - اس کے پاؤں میں جوتی بھی نہیں تھی - ا
پہاڑوں میں برہنہ پا چلنا اسکے لئے قطعی ناممکن تھا -

اب میں نے سڑک کے کنارہ کسیقدر توقف کیا - اور اپنی جیب سے نکال کر ا
کچھ مٹھائی کھلائی اور اپنا کوٹ اتار کر اس سے پہننے کے لئے کہا - مگر کوٹ پہننے
اس نے بالکل انکار کر دیا - مجھے معلوم ہوا کہ جب سے اسے یہاں لایا گیا تھا اُسے
کے لئے زیادہ کپڑے نہیں دئے گئے تھے - اور اُسی وقت سے وہ اس سنگین کوٹھر
میں محبوس تھی - اور رات کو بغیر کسی بستر کے زمین میں سوتی تھی - اس وقت
اوتیتسو نے نہایت سُریلی اور رحمت بھری آواز میں کہا -

اوتیتسو :- دنیا میں کوئی دُلہن ایسی نہ ہو گی جو اپنے مرزا آقا کے پاس ایسی
بُری حالت میں آئی ہو جیسی کہ اسوقت میری حالت ہے - تن پر سوائے ایک
ہوئے چیتھڑے کے اور کوئی لتّا نہیں - اور میں سر سے پاؤں تک تمام گرد و غبار
ڈوبی ہوئی ہوں - نہ میرے پاس جوڑے ہیں نہ زیورات نہ جہیز - لیکن میں کسی
چیز کی پروا نہیں کرتی - مجھے جس چیز کی ضرورت ہے وہ تم ہو - اور تم میرے پاس ہو

مجھے شرم آتی ہے کہ میں اس طرح تمہاری خدمت کے لئے حاضر ہوئی۔
ے آدمی کے سامنے میں مارے شرم کے مر جاتی۔ مگر تمہاری محبت مجھے زندہ
پر مجبور کرتی ہے تاکہ میں کچھ عرصہ تک تمہاری خدمت کر سکوں۔ اب تم
مصیبتوں کو بالکل دل سے بھلا دو۔ اور جس طرح ہو خوش ہوں اسی طرح
مسکرا دو مجھے! میں خدا کا شکر ہے کہ جوان ہوں اور طاقتور بھی ہوں اور
آدمی ہر طرح کے آلام و مصائب برداشت کر سکتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ
پا برہنہ اس پہاڑی راستہ پر چل سکوں گی۔

مگر میں اسے کب موقعہ دے سکتا تھا کہ وہ اپنی طاقت اور قوت برداشت
تحان کے۔ میں نے فوراً گود میں اٹھا لیا۔ اور منزلِ عیش و مسرت کیطرف
ہوا۔

اب اس بات کی کوئی ضرورت نہیں تھی کہ جسقدر جلد ممکن ہو سفر کیا جائے۔
نکہ اسوقت فوراً ہمارا تعاقب کوئی نہیں کر رہا تھا۔ اس لئے میں نے اطمینان کے
تھ راستہ چلنا شروع کر دیا۔

اس وقت اوٹینتسو کی رہائی کا حال کسی کو معلوم نہ تھا۔ بلکہ صبح تک کسی کو کوئی
ت معلوم نہ ہو سکے گی۔ اسوقت ممکن ہے کہ ہمارا تعاقب کیا جائے۔ اسطرح
و چند گھنٹہ کا موقعہ ملجائے گا کہ ہم جسقدر دور ممکن ہو وہاں سے نکل جائیں۔ اس
قت ہم پہاڑوں سے نیچے اتر رہے تھے اس لیے راستہ خود بخود زیادہ جلد طے ہو رہا
۔ اور ہمارا ارادہ یہ تھا کہ جب ہم کسی جنگل میں پہونچ جائیں گے تو اگر ضرورت
ئی تو ہم وہاں آسانی چھپ سکیں گے۔

جوں جوں ہم زیادہ آگے بڑھتے جاتے تھے تو ہم کو اطمینان کے ساتھ باتیں
رنے کا موقع ملتا تھا۔ ہمارا خیال یہ تھا کہ اسوقت پہاڑی کے پہلو پر صرف ہم ہی ہیں

اور ہم خود کو پوری طرح محفوظ و خطرات سے مصئون سمجھتے تھے۔

تھوڑی دور چلنے کے بعد میرا دل چاہا کہ اونیتسو کی سریلی آواز پھر سنوں اسلئے میں نے چھیڑ خانی کے طور پر کہا:۔

میں:۔ کیا میری جان تمہیں بھیڑیوں سے ڈر نہیں لگتا۔ اس جنگل میں بھیڑیئے ریچھ بہت ہیں۔ اور بہت ممکن ہے کہ یہیں کہیں ہوں۔

اونیتسو:۔ (قہقہہ لگاکر) کسی عورت سے جو ایسی حالت میں ہو جیسی کہ میں ہوں اس قسم کا سوال کرنا سخت لغویت ہے۔ میں اس وقت آسمان کی وسعتوں کا خیال کر رہی تھی۔ اور میرے دل میں اسوقت ایسے عمدہ اور اچھے خیالات آرہے تھے کہ دنیا میں رہ کر ایسے خیالات کا آنا مشکل ہے۔ جسقدر مسرور و شاداں اس وقت میں ہوں اس سے زیادہ کبھی نہیں ہو سکتی کیونکہ میں جانتی ہوں کہ

وہ کام کیا تم نے جو رستم سے نہ ہو گا

ابھی دو گھنٹہ پیشتر مجھ سے زیادہ ملول و غمگیں بھی کوئی دوسرا شخص نہ ہو گا میں انتہا درجہ کے آلام و مصائب میں مبتلا تھی۔ اور اب قید کی تکالیف میری قوت برداشت سے باہر ہوئی جاتی تھیں۔ جب چشم زدن میں احوال عالم یوں دگرگون ہو سکتا ہے تو میرے آقا آپ سمجھ سکتے ہیں کہ مجھے زندگی کی کوئی پروا نہیں ہو سکتی۔ اگر مجھے پرواہ ہے تو فقط تمہاری۔ اگر میری اور تمہاری موت کا ایک ہی وقت مقدر ہے تو میں ابھی نہایت خوشی کے ساتھ دنیا کے بھیڑیوں ریچھوں۔ شیر دن کا خیر مقدم کرنے کو تیار ہوں۔ بشرطیکہ ہم دونوں ساتھ مریں اور مرنے کے بعد بھی دونوں ساتھ رہیں۔ ع

مر کے بھی ساتھ نہ چھوڑیں وہ وفادار ہیں ہم

مجھ جیسی ناقص العقل عورت کے تو یہی خیالات ہیں۔ مگر تمہارے خیالات

ت مختلف ہوں گے۔ کیونکہ آپ سرگرمی عمل اور طاقت سے بھرے ہوئے

ں۔

اسکا جواب میں نے صرف یہ دیا کہ اسکا منہ چوم لیا۔ جو کچھ او تھتو

رہی تھی وہ بالکل صحیح اور درست کہہ رہی تھی۔ اسوقت مجھے بھی کوئی خیال

قبل نہیں تھا۔ میں اسی وقت کی انتہائی مسرتوں میں چور ہو رہا تھا۔ اسوقت

رے جسم کی طرح ہماری روحیں بھی واصل تھیں۔ اور دونوں کے دل دنیا کی

روں سے خالی تھے۔

آج مجھے احساس ہوا کہ انتہائی مسرت کے وقت کس طرح دو عاشق و معشوق ایک

وسرے کی گود میں اپنی جانیں دے سکتے ہیں۔ لیکن میں نے اسوقت اس قسم کے

الات دل سے نکال دیئے اور ذرا تیز رفتار سے چلنے لگا۔ اب آئندہ اگر کوئی

طرہ ہو گا تو میں اسے بخوشی تمام اپنے اور اپنی محبوبہ کے لئے برداشت

روں گا۔ اپنی جان دیدوں گا۔ یہ تھا میرا اسوقت مصمم ارادہ۔

اب ہم دیودار کے جنگل سے تقریباً گذر چکے تھے اور کھلے میدان میں داخل

ہونے کو تھے کہ میں دفعتاً رک گیا۔ اور ایک گرے ہوئے درخت پر بیٹھکر میں

نے کہا:۔

میں:۔ اسوقت مجھے اپنا ایک فرض یاد آیا۔ جو بلا تاخیر ادا ہونا چاہیئے تھا۔

میری جان تم جانتی ہو کہ میرے پاس تمہارا ایک تحفہ ہے۔ یعنی وہ طلسمی تعویذ جو

مدتوں سے تمہارے گلے میں تھا۔ جب تم نے وہ تعویذ مجھے دے دیا تو اسوقت میرا

خیال تھا کہ اس میں کوئی طلسمی قوت تو کیا خاک ہو گی صرف تمہارے اعتقاد

کی بات ہے۔ اور اس لئے اگر میں وہ تعویذ لے لوں گا تو تم اس کی پر اسرار

قوتوں سے محروم ہو جاؤ گی۔ اور چونکہ میں اس قسم کے تعویذوں پر اعتقاد

نہیں رکھتا اسلئے مجھے اس سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ لیکن میں غلطی پہ تھا
یا تو اس تعویذ میں ضرور کچھ طلسمی قوتیں موجود ہیں یا تمہارے اعتقاد نے ا
اس محبت نے جو میرے لئے تمہارے دل میں ہے اسکے اندر اثر پیدا کر دیا
یہاں سے چلکر جب ہم کسی جگہ محفوظ ہو کر اطمینان سے بیٹھیں گے تو میں وہ
واقعات تم سے بیان کروں گا۔ جو تم سے جدا ہونے کے بعد۔ واقع ہوئے تھے۔
یہ تمام وقت انتہا درجہ کے خطرات میں گذرا۔ لیکن اسی تعویذ نے میری جا
بچائی۔ لیکن ایک طرف میں تو محفوظ رہا مگر اسی وقت سے تم سخت آلام
مصائب کا شکار ہو گئیں۔ حتیٰ کہ میں نے تم کو قبر کے منہ سے نکالا۔ اسلیے
اب میں اس انمول رتن کو اپنے پاس رکھنا نہیں چاہتا۔ اور جہاں سے و
آیا تھا وہیں واپس کرنا چاہتا ہوں۔

میں نے وہ تعویذ نکال کر اوتیتسو کے گلے میں پہنانا چاہا۔ مگر اس نے میر
ہاتھ روک لیا اور بولی:۔

اوتیتسو:۔ نہیں نہیں میرے آقا۔

میں:۔ اپنا ہاتھ ہٹاؤ۔ میں تمہاری ہر بات کی تعمیل کروں گا لیکن اس معاملہ
میں میں ہرگز نہ مانوں گا۔ بس یہ اپنی اصلی جگہ جاتا ہے۔

یہ کہکر میں نے وہ طلسمی تعویذ اس کی نازک صراحی دار گردن میں ڈالدیا
مگر اسوقت چاند کی روشنی میں میں نے دیکھا کہ اوتیتسو کی آنکھوں میں خوف
کی سی جھلک پیدا ہو گئی ہے۔ اور وہ مجھے محفوظ نہیں سمجھتی۔ مگر میں نے فوراً
اسکو گود میں اٹھا لیا اور کھلے میدان کی طرف روانہ ہوا۔

جب کبھی مجھے اسوقت کا خیال آتا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اسوقت ہم
دونوں کے دلوں میں کسی سخت آئندہ خطرہ کا خوف تھا۔ ورنہ اس اعلیٰ

میابی کے بعد ہم کو کوئی فکر نہ ہونا چاہیئے تھی - اسوقت ہمارا تعاقب بھی نہیں
رہا تھا اور باقی کوئی خطرہ ایسا نہ تھا جو روپیہ کے ذریعہ سے دفع نہ ہو سکتا ہو۔
اب ہم سڑک کے ایک موقعہ پر پہونچے جہاں چڑھائی تھی - اس جگہ پہاڑی
کاٹ کر اس طرح راستہ بنایا گیا تھا - کہ راستہ کے دونوں طرف پہاڑی دیواریں
کھڑی ہتیں - جو کسی جگہ بھی بارہ فٹ سے نیچے نہ تہیں -
جب ہم یکایک راستہ کے ایک موڑ پر پہونچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ سامنے
سے آدمیوں کی ایک جماعت چلی آرہی ہے - اور سب سے اگلا آدمی ہمسے
قریباً تیس گز کے فاصلہ پر تھا -
اب بچنے کی کوئی صورت نہیں تھی -
میرے پیچھے ڈھلواں راستہ اور میرے سامنے آدمیوں کی جماعت
تھی - اور میری گود میں اوتینتو تھی - میرے دل نے ان لوگوں کو دیکھتے ہی کہا کہ
یہ لوگ دشمن ہیں - جس وقت میں راستہ کے بیچ میں چاندنی کے اندر کھڑا ہوا
تھا تو سامنے سے کسی نے نہایت زبردست نعرہ شادمانی لگایا - جس سے غیظ و
غضب اور کامیابی دونوں ظاہر ہوتی تہیں - میں نے آواز سنتے ہی پہچان
لیا کہ یہ آواز اوتینتو کے سوتیلے بھائی کی ہے جو پارٹی کے عقب میں آرہا تھا -
اور آواز سنکر جو دفعتاً اوتینتو میری گود میں لرزہ بر اندام ہوئی تو میں سمجھ
گیا کہ اسنے بھی اپنے بھائی کی آواز شناخت کرلی ہے -
اسوقت فرار کے تمام راستے مسدود تھے - خدا ہی کا فضل شامل ہو تو
ہو ورنہ ہماری تمام محنتوں اور مشقتوں کا خاتمہ ہو چکا تھا - اب گویا وہ وقت
آگیا تھا جس کا ذکر گھنٹہ بھر پیشتر اوتینتو نے کیا تھا یعنی ہم مریں تو دونوں ساتھ
مریں - لیکن یہ موت تو بہت ہی ناوقت تھی - سے

صیاد نے کب ناوکِ بیداد لگایا
جب اڑنے کو ہم شاخ سے پر تول چکے تھے

اسوقت میرا دل مایوسی کا شکار ہو رہا تھا۔ یہ ظالم اور بے رحم شخص جسکے ہاتھوں میں ہم پڑنیوالے تھے جنگل کے درندوں سے بھی زیادہ بے رحم اور خونخوار تھا۔ اس شخص اور اسکے ساتھیوں کے بجائے اگر میں بھوکے بھیڑیوں کا کوئی غول سامنے آتے دیکھتا تو میں بہت خوش ہوتا مجھے اپنا تو نہیں مگر اوتینتو کی طرف سے بہت خوف تھا۔

عین اسوقت میری محبوبہ نے آہستہ سے ایک بات کہی جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ اسکی ہمت عود کر آئی ہے :

اوتینتو :۔ ذرا گردن جھکا کر مجھے آخری مرتبہ اور پیار کر لو مجھے اس سے بڑی خوشی حاصل ہوتی ہے۔ اور پھر اسکے بعد میں خوشی سے جان دیدوں گی اس صورت میں میں اپنی جاپانی بہنوں سے زیادہ خوش قسمت ہوں۔ یا اللہ میں ہرگز اس قابل نہیں تھی کہ تو مجھے اسقدر مسرت و شادمانی دیتا۔

اب میں سمجھ گیا کہ یہ لوگ تو اسوقت ہمارے سامنے تھے یہاں اسوقت کیونکر پہنچے۔ میرے دشمن کو خبر مل گئی تھی کہ میں ٹوکیو کے چائے خانے سے کس طرح فرار ہو گیا ہوں۔ اسے اندیشہ تھا کہ چھوٹتے ہی اوتینتو کی رہائی کی فکر میں نکلوں گا اس لیے اس نے جلدی جلدی جسقدر آدمی اسے مل سکے فراہم کیے اور ٹوکیو سے چلدیا تاکہ میرے پہنچنے سے قبل اوتینتو کا انتظام کر مگر میں اپنی تیزی میں اس سے سبقت لے گیا تھا۔ اور اس سے قبل اپنا کام کر چکا تھا۔ لیکن اتنا وقت مجھے نہیں ملا کہ میں اسے پکڑ کر نکل جاتا۔ بہرحال اب کامیابی کا سہرا دشمن ہی کے سر تھا۔

میں نے ارادہ کرلیا تھا کہ جان دینے سے پیشتر بہت اچھی طرح بدلا لیلونگا۔ اور جس قدر آدمیوں کی جانیں مجھ سے لی جائیں گی میں ہرگز دریغ نہ کروں گا۔ یہ بھی میں جانتا تھا کہ وہ فقط مجھے قتل کرنا کافی سمجھیں گے۔ اور اوتیتسو کو چھوڑ دیں گے۔ کیونکہ مرنے کے بعد ان کے خیال میں اوتیتسو اپنی ضد سے باز آجائیگی جیسا اکثر ہوتا ہے۔ کہ معشوقوں کے دل سے کچھ عرصہ کے بعد عاشق کی یاد محو ہو جاتی ہے۔

الغرض جس وقت میں اُس آنے والی جماعت کی چیخ پکار اور نعرہ ہائے مسرت سُن رہا تھا تو یہ خیالات پریشان میرے ذہن میں آرہے تھے۔

باب چوبیسواں

قسمت کا فیصلہ

میں چاندنی رات میں لمحہ بھر سڑک پر کھڑا رہا۔ بعد ازاں میں نے جلدی سے اوتیتسو کو گود سے اتار کر عقب میں لے لیا۔ اس کے بعد میں نے سڑک پر سے ایک بڑا پتھر اٹھایا اور اس جماعت کے درمیان میں پھینک دیا۔ جو چیختی اور شور مچاتی بڑھی چلی آرہی تھی۔

اس کے بعد میں نے یکے بعد دیگرے پتھر اٹھا اٹھا کر مارنا شروع کئے۔ سب سے اگلا شخص زخمی ہو کر گرا بعد ازاں دو تین آدمی اور گرے۔ اس وقت وہ لوگ لمحہ بھر کے لئے رک گئے۔ مگر میں نے ایک اور شخص کو گرا دیا۔ اس پر اوتیتسو کے بھائی نے غضبناک ہو کر ان لوگوں کو بُرا بھلا کہا اور وہ مشتعل ہو کر بحیثیت المجموع میری طرف دوڑے۔

میں اسوقت قطعی بے دست و پا تھا کیونکہ وہ مضبوط نوکدار عصا بھی
میں باغ میں چھوڑ آیا تھا۔ اور یہ لوگ جو اسوقت میرے مقابل تھے ان میں
ہر شخص خنجر بکف تھا۔ بعض کے ہاتھوں میں برچھے بھی تھے۔ میں نے دس انچ لمبا
ایک پتھر اٹھایا اور اس سے میں نے ہتھیار کا کام لینے کا ارادہ کر لیا۔

لیکن یہ جنگ قطعی غیر مساوی تھی۔ کہاں ایک آدمی اور کہاں درجنوں مسلح وحشی
جب وہ لوگ اجتماعی طور پر مجھ تک آ گئے تو میں سمجھ گیا کہ بس اب خاتمہ ہو گیا۔
لیکن بایں ہمہ میں نے ارادہ کر لیا کہ مردوں کی طرح لڑ بھڑ کر جان دوں گا۔ مگر چونکہ
اسوقت ادیتیتو میرے پیچھے تھی اور میں اس کے لئے سینہ سپر ہو رہا تھا۔ اس لئے
میں ایک ہی جگہ کھڑا تھا اور وہاں سے ہٹ نہیں سکتا تھا۔ اسوقت مجھ سے یہ
نہیں ہو سکتا تھا کہ میں دشمنوں کو چیر پھاڑ کر نکل جاؤں۔ لیکن اسی اثنا میں
میں ایک شخص کو لپٹ گیا اور اسے اٹھا کر دوسروں پر دے مارا۔

اسوقت مجھے یہ بات ضرور تسلیم کرنا پڑے گی کہ یہ لوگ واقعی بہادر تھے۔
حالانکہ وہ پوری طرح مسلح تھے اور میں نہتا اور تنہا تھا۔ وہ اگر چاہتے تو مجھے آناً
فاناً تلوار کے گھاٹ اُتار سکتے تھے۔ مگر انہوں نے ایک نہتے آدمی کے مقابلہ میں
ایسا کرنا خلاف جوانمردی و شجاعت سمجھا اور کوئی ہتھیار استعمال نہیں کیا۔ باوجودیکہ
ادیتیتو کا خونخوار مگر نامرد بھائی اُن کو غصہ میں آکر بار بار "بزن و بکش" کا حکم
دے رہا تھا۔ مجھ پر اگر ان لوگوں نے وار کئے تو ڈنڈوں کے وار ضرور
کئے تھے۔

اتنے میں ایک شخص نے میرے سر پر ایسا ڈنڈا مارا کہ میں سر پکڑ کر بیٹھ
گیا اور اسی حالت میں دوسرے شخص نے حلقہ ہائے کمند مارے کہ ان میں میری
گردن پھنس گئی اور میں بے بس ہو گیا۔ دوسرے آدمیوں نے آکر میری مشکیں کس لیں

میرے سر میں جو سخت زخم ہو گیا تھا اس سے خون بہکر میری آنکھوں میں
تھا اور میں اندھا ہوا جاتا تھا۔ میں نے اسی حالت میں اپنا سر جھنگ کو دیکھا
وینسو کا بھائی ہاتھ میں تلوار علم کئے ہوئے آیا۔ اس کی صورت دیکھتے
میری آنکھوں میں جاپانی جلادوں کی صورت کا نقشہ پھر گیا۔ میں نے
بریں دیکھی تھیں کہ میری طرح مجرم کی مشکیں باندھ کر جاپانی جلاد
کی گردن اڑا دیتا ہے۔ اب اس ملعون کو اس طرح آتے دیکھکر میں
گیا کہ میرا خاتمہ ہو گیا۔
اگر میں نے کسی شخص کی آنکھوں سے نفرت و حقارت کے جذبات
نہیں دیکھے تھے تو اب دیکھ لئے۔ لیکن میں نے بھی ایسے انہیں تکتا ہوں
دیکھا۔ مجھے دیکھکر وہ کسی قدر اور بگڑا لیکن مجھے قتل کرنے سے اس نے اپنا
روک لیا۔
اسکے بعد کچھ دیر تک سکوت طاری رہا اور وہ اپنی تلوار تولتا رہا اور اسکے
ہی حکم کے منتظر تھے۔ مگر اس نے یکایک اپنی تلوار نیام میں کر لی اور میری
حقارت سے دیکھ کر بولا۔
ہم اپنی تلوار سے کتوں کو نہیں مارا کرتے۔ تم جیسے کتوں کے خون سے
مقدس شمشیر ناپاک ہو جائے گی۔ جو پشتہا پشت سے ہمارے آبا و اجداد
زیب کمر رہی ہے۔ میرے آدمیو دیکھو اس شخص کو اس جگہ لیجاؤ جہاں
کے کنارے ایک بہت گہرا کھڈ ہے۔ اور ہم اس پاگل کتے کو اس کھڈ میں
پھینک دیں گے۔ اس طرح اس سنگلاخ زمین میں ہم کو اسکے لئے قبر کھودنے
زحمت بھی گوارا کرنا نہ پڑے گی۔ تم میں سے دو آدمی اس لڑکی کو پکڑ لو۔
اسے بھی اپنے ساتھ لے چلو اور اسی کی آنکھوں کے سامنے اسکے عاشق کی

کی لاش کا قیمہ کیا جائے گا۔ اس سے اس کو ایک نصیحت آموز سبق حاصل ہو گا۔ اور ممکن ہے کہ وہ آئندہ زیادہ اطاعت شعار اور فرمانبردار بن جائے۔

جب وہ لوگ مجھے اٹھا رہے تھے تو میں نے اوجیتسو کی طرف دیکھا اس کا منہ دوسری طرف تھا۔ اس لئے میں یہ معلوم نہ کر سکا کہ اسوقت اس کے دل میں کیا جذبات ہیں۔ وہ سیدھی کھڑی تھی اور جو لوگ اس کی طرف تک رہے تھے ان کی وہ کچھ پروا نہ کرتی تھی۔ لیکن اتنی بات ضرور تھی کہ پہلے سے اسکا رنگ زرد ہو گیا تھا۔

اسوقت ان لوگوں نے جلوس کے مانند قطار باندھی۔ سب سے آگے بطور رہنما اوجیتسو کا بھائی تھا۔ اسکے بعد چند ملازم تھے۔ ان کے بعد اوجیتسو اور میں مع اپنے نگہبانوں کے سب سے پیچھے تھا۔ جب ہم آگے بڑھے تو میں نے دیکھا کہ نصف درجن کے قریب آدمی ہمارا ساتھ نہیں دے سکتے تھے ایک آدمی مردہ معلوم ہوتا تھا اور باقی مختلف طور پر زخمی تھے۔ یہ لوگ سڑک کے کنارے بیٹھ گئے تاکہ ان کے ساتھی واپس آ کر انہیں لے جائیں۔

ایک شخص اوجیتسو کے برابر چل رہا تھا لیکن اس کے سپرد کوئی کام نہیں تھا۔ وہ بخوشی خاطر چل رہی تھی۔ اس کو پیادہ روی سے بیشک تکلیف ہو رہی تھی۔ کیونکہ وہ برہنہ پا تھی۔ اور اسکے پاؤں میں نوکدار پتھر چبھتے تھے۔

مجھے اپنی ذات کی کوئی فکر نہ تھی بلکہ اوجیتسو کو یہ دیکھ کر میں غمگین ہوا تھا۔ اور یہی چاہتا تھا کہ زندگی کے جو چند لمحے باقی ہیں وہ دیدار کے شغل میں گذر جائیں۔ تاکہ حسرت دیدار تو باقی نہ رہے۔ مگر سچ تو یہ ہے کہ میں اپنی نازک

ت کا اندازہ اس وجہ سے صحیح طور پر نہیں کرسکتا کہ میرے سر میں سخت
ٹ لگی تھی۔
میری نظریں اس کے چھوٹے چھوٹے خوبصورت پاؤں پر جمی ہوئی تھیں
ب کوئی پتھر یا کانٹا اس کے پاؤں میں چبھتا تھا تو میں بیقرار ہو جاتا تھا
ر مجھے مرتے دم تک نہ بھولے گا۔
تقریباً پاؤ گھنٹہ میں ہم لوگ اس کھڑی چٹان تک پہونچ گئے جس کے
ت گہرا کھڈ تھا۔ جب ہم وہاں پہونچ گئے تو جلوس کی حالت بدل گئی۔ سڑک
کر ہمارا راستہ ایک پہاڑی نالہ کے برابر برابر گیا تھا۔ جو اسوقت خشک تھا۔
الہ نے پہاڑوں میں یہ گہرا کھڈ ہو رہا تھا۔ چونکہ میں خاص مجرم تھا اس لئے
ب سے مجھکو سب سے آگے لایا گیا۔ اور اس کھڈ کے دہانہ سے تقریباً ایک
فاصلہ پر کھڑا کر دیا گیا۔ میرے دونوں طرف لیکن کسیقدر پیچھے ہٹے ہوئے دو
ی تھے۔
میرے عین پیچھے میرا دشمن جانی استادہ تھا تاکہ اگر اس کے آدمی مجھے
دینے میں پس و پیش کریں تو وہ خود اس کام کی تکمیل کر دے۔ خشک نالہ میں
قدر بلندی پر وہ شخص کھڑا تھا جس کی بگرائی میں اونیلو تھی۔ اور عقب
میری محبوبہ مع دیگر آدمیوں کے کھڑی تھی۔
اس صف آرائی میں جو وقت صرف ہوا اس سے گویا میری زندگی کے
اتنے ہی زیادہ بڑھ گئے۔ لطف یہ تھا کہ میرے ہی لئے یہ انتظام ہو رہا تھا
میں ہی خاموش کھڑا تماشہ دیکھ رہا تھا۔
چونکہ میری مشکیں سختی سے کسی ہوئی تھیں اسلئے جان بچانے کے لئے ہاتھ
ں مارنے کا بھی کوئی امکان باقی نہ رہا تھا۔ یہ بات ممکن تھا کہ میں ان دونوں

آدمیوں کو یا ان میں سے ایک کو کھڈ میں ڈال دیتا۔ لیکن اس وقت یہ بھی نا ممکن
تھا۔ گر میں نے ارادہ کر لیا تھا کہ جب مجھے دھکا دیا جائے گا تو ایک آدمی کو
ٹانگ پھنسا کر ضرور لے گرونگا۔

جب سب انتظامات مکمل ہو چکے تو وہ خونخوار درندہ بولا۔

شخص :۔ اب تمام انتظامات ٹھیک ہو گئے ہیں۔ لیکن ابھی جلدی کرنے
کوئی ضرورت نہیں ہے۔ (مجھ سے خطاب کر کے) اے شخص تو اپنے سامنے
کی زمین دیکھتا ہے۔ یہ زمین ایک گز کے قریب ہو گی۔ اب تم ہر منٹ موت
کے قریب ہوتے نظر آؤ گے۔ یعنی ہر منٹ کے بعد تم کو چند انچ آگے سرکایا جائے گا
میں بھی دیکھتا ہوں کہ غیر ملکی شیطانوں میں کس قدر ہمت اور جرأت ہے۔
اچھا اب اے لوگو! اس مرد کو ایک انچ آگے ڈھکیل دو۔

میرے برابر میں جو آدمی کھڑے تھے انہوں نے حکم کی تعمیل کی اور میں
موت کے ایک انچ قریب ہو گیا۔

شخص :۔ ایک انچ اور۔

پھر مجھے ایک انچ اور ڈھکیل دیا گیا۔

میرے خیال میں یہ شخص چاہتا تھا کہ مجھے خوب ستا ستا کر میری جان
لے۔ اگر بجائے رات کے دن ہوتا اور میں اس کھڈ کی گہرائی دیکھ سکتا تو
بہت ممکن تھا کہ اس قدر ذلت سے بچنے کے لئے میں خود اس غار میں کود پڑتا
مگر تاریکی شب نے مجھے ایسا نہ کرنے دیا۔ اور میں نے اپنے حواس
مستقل رکھے۔

جب مجھے نصف گز کے قریب ڈھکیلا جا چکا تھا تو اس مردود نے
لوگوں سے دریافت کیا کہ اب کتنی جگہ طے کرنا باقی ہے۔ ایک شخص نے

اب دیا کہ تقریباً ایک فٹ جگہ باقی ہے۔

شخص :۔ تو اس ملعون کو چھ انچ اور ڈھکیل دو۔

جب مجھے اور آگے بڑھایا گیا تو مجھے وہ تاریک غار اندھیری گور کی طرح منھ کھولے ہوئے نظر آیا۔ اب چند لمحے باقی تھے کہ میں اس کی گہرائی کا بھی اندازہ کرنیوالا تھا۔ اسوقت میں نے پھر چاندنی کی طرف منھ پھیر لیا اور یہ چاہا کہ ایک مرتبہ آخری دیدار ادیتیسو کا اور کر لوں اور اس کی یاد دل میں لئے ہوئے موت کے منھ میں چلا جاؤں۔ لیکن بجائے ادیتیسو کے مجھے اُس مردود دشمن جاں کا چہرہ نظر آیا جو اپنی کامیابی پر خوش ہو رہا تھا۔

میں نے اس کی طرف سے فوراً منھ پھیر لیا اور اپنے سر برد کامل کی طرف دیکھنے لگا۔ اور میرے منھ سے اسوقت یہ آخری الفاظ نکلے :۔

میں :۔ رخصت! میری جان الوداع!!

ابھی یہ الفاظ میرے منھ سے خوبی نکلنے بھی نہ پائے تھے کہ وہ شیطان جو میرے پیچھے کھڑا تھا نہایت خوش ہو کر پکارا۔

شخص :۔ اچھا اب ہوشیار ہو جاؤ۔ اور دونوں ہاتھ پھیلا کر اس تختے کو بلا پس و پیش دھکا دیدو۔ بس صرف ایک دھکا اس کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دے۔ جاؤ مردود!

میں نے اپنی کمر پر ان لوگوں کے ہاتھ جو میری پشت پر کھڑے تھے اچھی طرح محسوس بھی نہ کئے تھے کہ میں نے ایک ایسی آواز سُنی جیسے کوئی ہوا میں تلوار مارتا ہے۔ اور "سن سن" سی آواز کے بعد ہی کوئی بھاری چیز دھڑ سے گرتی ہوئی سُنی۔ جو زمین پر لڑھکتی ہوئی معلوم دیتی تھی۔

یا د جود یکہ وہ مردود اپنا آخری حکم دے چکا تھا۔ مگر میرے دل میں خیال آیا

کہ شاید اس نے اپنا ارادہ بدل دیا ہو۔ اور اب وہ اپنی تلوار کے ہاتھ سے پیر
پر ظلم کر رہا ہے۔ لیکن جب اس ہوائی آواز کے بعد میں نے کسی بھاری چیز کے گرنے
کی آواز سنی تو میں حیران ہوا کہ یہ کیا واقعہ ہے۔ آنکھوں سے تو میں دیکھ نہیں سکتا
تھا مگر کانوں سے سننے لگا۔

اسوقت پوری طرح عالم سکوت طاری تھا۔ لیکن یہ خاموشی کسی بھاری چیز
نے زمین پر لڑھکتی ہوئی آواز پیدا کر کے توڑی۔ معلوم ہوتا تھا کہ کوئی گول سی چیز نیچے
کی وزن سے لڑھک کر خشک چشمہ کی تہ میں جا رہی ہے۔

عین اسیوقت جبکہ اس چیز کے لڑھکنے کی آواز مجھ سے قریب ہو گئی تو
خود بخود میری آنکھیں زمین پر پڑیں اور میں نے دیکھا کہ ایک سیاہ گول چیز
آہستہ آہستہ لڑھکتی ہوئی میرے پاؤں کے پاس سے گذری اور اس گہرے
غار میں جا پڑی جس میں مجھے دھکیلا جانے والا تھا۔ مجھے اب صاف معلوم ہو گیا
کہ یہ کسی شخص کا سر بریدہ تھا۔

رہی یہ بات کہ کس کا سر تھا۔ اسے میں معلوم نہیں کر سکا کیونکہ وہ سر جلدی
سے لڑھک کر غار میں جا پڑا تھا۔

میں نے اس وقت محسوس کیا کہ جو لوگ مجھے پکڑے ہوئے تھے وہ
خوف سے کانپ رہے تھے اور میں یہ دیکھکر ایک قدم پیچھے کو ہٹ گیا
لیکن کسی نے مجھے روکنے کی کوشش نہ کی۔

عین اسوقت آدمی اوتینتو کے قدموں پر ہاتھ جوڑ کر گر پڑا جو اسوقت
ایک بلندی پر کھڑی ہو گئی تھی۔ اسوقت اسکا رنگ کسی قدر زیادہ زرد تھا
لیکن اس کی آنکھیں اسقدر چمک رہی تھیں کہ میں نے اس کی آنکھوں میں ایسی
روشنی کبھی نہ دیکھی تھی۔ اس کے چہرے سے اپنے ہاتھ میں ایک ننگی تلوار کو

ور اس تلوار کے پھل پر وسط میں سیاہ دھبہ تھا۔

اب میں خوب سمجھ گیا کہ یہ کیا واقعہ ہے۔

بات یہ تھی کہ جو شخص اوتیتسو کی نگرانی کر رہا تھا اس نے اسکو غافل پاکر
اس کی تلوار نیام سے نکال لی تھی اور بجلی کی طرح چمک کر ایک ہاتھ اپنے سوتیلے
بھائی کی گردن پر ایسا مارا کہ اسکا سر تن سے قلم ہو گیا۔ اب اس مقتول کا تن سر
بریدہ میرے اور اوتیتسو کے درمیان زمین پر پڑا ہوا تڑپ رہا تھا۔

اسوقت شب ماہ میں کھڑی ہوئی وہ مجھے عورت نہیں بلکہ حسن و جمال
کی ایک دیوی دکھائی دیتی تھی۔ اور میں خود کو اسقدر ذلیل سمجھتا تھا کہ اسکے قدم
چومنے کے بھی قابل نہ تھا۔ اور شرمندہ تھا کہ میں نے کیوں اس کے دل میں اپنی
محبت کے شعلے بھڑکائے۔ وہ کسقدر بہادر عورت تھی کہ اس نے میری وجہ سے
اپنے بھائی کو قتل کرنے سے بھی دریغ نہ کیا۔

اب یہ بات صاف ظاہر تھی کہ ملازموں میں جنگ کرنے کی تاب باقی نہ
رہی تھی۔ اور نہ اسکی ضرورت تھی۔ اب وہ بے سردار کی فوج رہ گئے تھے اور
بے سردار کی فوج کبھی نہیں لڑتی۔ ان لوگوں کی تمام بہادری اور شجاعت اوتیتسو
کی بےمثل شجاعت کے سامنے گرد ہو گئی تھی۔ اور جب اوتیتسو نے آہستہ سے کچھ
حکم دیا تو وہ لوگ بھی مجھے چھوڑ کر ہٹ گئے جو مجھ پر تعینات تھے۔

جب میں پھر آزاد ہو گیا تو اوتیتسو نے نہایت نفرت و حقارت کیساتھ
تلوار کو زمین پر پھینکدیا۔ اور بغیر اس کے کہ وہ مجھسے کچھ بولے یا میری طرف دیکھے
وہ پلٹی اور خشک نالہ کی طرف روانہ ہو گئی۔

مگر میں خوب جانتا تھا کہ اسوقت وہ کن خیالات میں محو ہے۔ اگر میں اسکو
ایک خونی اور قاتل عورت سمجھکر اس کے اس عمل کو جو محض میری وجہ سے

کیا گیا تھا پسند نہیں کرتا تو میں آزاد تھا کہ جو چاہے کروں اور جہاں چاہے جاؤں
وہ مجھے کبھی لعنت ملامت نہ کرے گی۔

اُس سے جو کچھ ہو سکتا تھا وہ اس نے کیا۔ بلکہ یہ تنہا ہی خدمت تھی جو وہ
میرے لئے انجام دے سکتی تھی۔ خواہ میں اسے اچھا سمجھوں یا برا۔

اب گویا اوینتو نے مجھے اپنے دل میں آخری فیصلہ کرنے کے لئے چھوڑ دیا تھا
اور خود سامنے سے اس لئے علٰحدہ ہو گئی تھی کہ اس کی موجودگی کا میرے دل پر
اثر نہ پڑے۔

گر میرا دل صاف تھا میرے دل میں اسکے خلاف کوئی خیال نہیں آیا تھا۔
بلکہ میں اسکا درجہ غایت احسان مند تھا کہ اس نے مجھے عین وقت پر موت کے
منھ سے بچایا۔ میرا دل اسکی محبت اور اسکے شکریہ سے معمور تھا۔

میں دوڑا اور دونوں کے درمیان جو فاصلہ تھا وہ میں نے چشم زدن میں
طے کرلیا۔ اور جھپٹ کر اس سے بغلگیر ہو گیا۔ اور گود میں اٹھا کر لے دوڑا۔

جب کٹھن چڑھائی ختم ہو گئی اور ہم عام راستہ پر پہونچ گئے اور ہم دونوں تنہا تھے
تو اس نے میری گود میں اسقدر ہاتھ پاؤں مارے اور وہ اسقدر تڑپی کہ مجھے
اسے زمین پر اتار دینا پڑا۔

جب میں نے اُسے زمین میں اُتار دیا تو وہ مجھ سے ایک قدم پیچھے کی
طرف ہٹ گئی اور نہایت لجاجت کیساتھ کہا۔

"راستہ خواہ کتنا ہی خراب ہو میں نہیں چاہتی کہ کوئی مجھے لیکر چلے۔ میں نہیں
چاہتی کہ آپ مجھ پر رحم کریں۔ اگر میرے پاؤں زخمی ہو گئے ہیں تو اسوقت کی
تکلیف میرے لئے ایک معمولی سی بات ہے۔ اور کل میں اس تکلیف کو
بھول جاؤں گی۔ لیکن اگر آپکے دل میں میری وقعت کم ہو گئی ہے تو میرا آقا

ایسی مصیبت ہے جسکی وجہ سے میں ہمیشہ تکلیف میں رہون گی - بشرطیکہ میری آئندہ زندگی
ساتھ گذری - اگر آپکے خیال میں میں نے یہ فعل خراب کیا ہے اور آپکے دل میں میری
سے نفرت پیدا ہو گئی ہے تو بہتر ہے کہ ہم ابھی یہیں سے اپنا اپنا راستہ لیں - اور
ایک دوسرے کی صورت نہ دیکھیں - مگر مجھے اپنے اس فعل کا ہرگز افسوس نہو گا - خواہ
مجھسے محبت کریں یا نہ کریں - ایک شخص کی جان جا رہی تھی - اور میں اُس شخص سے
کرتی تھی - ایک رحمدل دیوتا نے مجھے تلوار حاصل کرنیکا موقع دیا اور میں شمشیرزنی
پہلے سے جانتی تھی - اگر اسوقت میں آپکی خدمت نہ کرتی اور آپ کی جان نہ بچاتی
عورت کے نام کو دھبہ لگا رہتی - بہر حال اپنے فعل کی نسبت جواز کا فتویٰ لگانا
ت قطعی فضول ہے - جو آپ چاہیں وہ کریں - آپ ہی کا فیصلہ جائز اور آخری
مجھ میں اتنی طاقت ہے کہ میں چپ

یہاں اسکی آواز قابو سے باہر ہو گئی - قوت گویائی نے قصور کیا اور وہ لڑکھڑا کر خاموش
ہو گئی - دل اُسکا ضرور قوی تھا مگر الفاظ ادا کرنے سے زیادہ قاصر تھی -

ادھر میرے دل میں بھی کوئی پس وپیش نہ تھا - میرے خیالات جیسے پہلے تھے ویسے ہی
اب بھی تھے -

میں آگے بڑھکر اپنی محبوبہ کے پاس جا کھڑا ہوا اور اُسکا چھوٹا سا داہنا ہاتھ پکڑ کر
جس نے میری ایسے وقت میں جان بچائی تھی خوب بوسے دیئے اور دبا دبا کر اپنے سینہ سے لگایا -
اسوقت میری زبان بھی الفاظ ادا کرنے سے قاصر تھی - اور میرا دل خداوند عالم کا شکر
ادا کر رہا تھا کہ اُسنے اپنے فضل وکرم سے مجھے ایسی بیوی دی جو نہ صرف بلحاظ حسن وجمال
صرف بلحاظ عادات وخصائل بلکہ دلیری وشجاعت میں بھی بے نظیر تھی - اور دائیمیتو کے دل میں
بھی اسوقت اسقدر تلاطم جذبات ہو رہا تھا کہ وہ بھی خاموش تھی اور کچھ بول نہ سکتی تھی -
اور اسوقت جو خیالات اس کے دل میں موجزن تھے وہ ہمیشہ ایک راز سربستہ رہیں گے -

قبل اس کے کہ میں اس کو روکوں، ادتیقتو میرے سامنے دست ب
دو زانو ہو گئی۔ اور سر جھکا کر میرے قدم چومنے لگی۔ لیکن میں نے انکو اس حال
لمحہ بھر سے زیادہ نہ رہنے دیا۔ اور فوراً گود میں اٹھا لیا۔

میں نے تنبیہ کی کہ وہ آیندہ ایسی حرکت کبھی نہ کرے کیونکہ مذہبِ اسلام
درجہ عورتوں کو دیا ہے وہ اس امر کا متقاضی نہیں کہ کوئی عورت مرد کے پا
چومے اور اپنی ذلت کا اس طرح اظہار کرے۔

اب یہ پہلا لمحہ تھا کہ آفتاب عالمتاب کی خفتہ شعاعیں تختہ ہائے کوہ سے
ہوئیں۔ اور دنیا میں منادی کر دی کہ اب ظلمت شب کافور ہوئی۔ اور اب
روشن اور عیش و مسرت کا دور دورہ ہو گا۔ ہم دونوں نے تہ دل سے خدا
شکر ادا کیا کہ ہماری مصیبتوں کی رات بھی بخیر و خوبی ختم ہوئی اور اب آیند
زندگی مسرت و شادمانی کے ساتھ گذرے گی۔

اسی رات کے واقعات ہیں کہ ہم دونوں میاں بیوی ان کا ذکر کبھی زبان
نہیں لاتے اور نہ کبھی کسی سے بیان کرتے ہیں۔

میں نے یاکوہاما پہونچکر فوراً ادتیقتو کو شنگھائی روانہ کر دیا۔ اور خو
چند روز کی رخصت لے کر چین چلا گیا۔ اب ادتیقتو کا نام "دلربا بیگم" ہے ا
وہ دو ننھے ننھے بچوں کی ماں ہے

تمام شد

حضرتِ شوق قدوائی مرحوم

از جناب مولانا سلیم انہونوی (لکھنؤ)

نشی شیخ احمد علی نام تھا۔ شوق تخلص آپ سنہ ۱۸۵۲ء میں قصبہ جگور ضلع لکھنؤ میں پیدا
ے۔ آپ کے والد ماجد جناب کاظم علی صاحب قدوائی تعلق اودھ کے ایک
مرتبت رئیس تھے۔ لیکن حضرت شوق کی عمر کا ابتدائی حصہ عسرت کے ساتھ
ہوا۔ اس کا دوسرا سبب یہ بھی تھا۔ کہ بدقسمتی سے آپ کے والد کا انتقال بھی
وقت ہوا۔ جبکہ آپ صرف ۲½ سال کے تھے۔ اس لیے ابتدائی تعلیم و
یت ماں کی زیر نگرانی شروع ہوئی۔ مولوی عبدالحئی صاحب موہانی جن کا
لہ شریف جگور ہی میں ہے آپ کے معلم تھے۔

دس سال کی عمر میں حضرت شوق کو اپنے بہنوئی شیخ امیر الزماں صاحب صدیقی
ے ساتھ اناؤ جانا پڑا۔ جہاں وہ ملازم تھے۔ اس کے بعد جب امیر الزماں صاحب
یک بڑے عہدے پر فائز ہو کر سہسوان تشریف لے گئے تو شوق صاحب کو بھی سہسوان
ں قیام کرنا پڑا۔ یہیں آپ نے عربی و فارسی کی تعلیم شروع کی اس کے بعد
ہسوان میں کچھ عرصے تک امیر الزماں صاحب کے ہمراہ رہے۔ جہاں انھوں نے
علوم عربیہ حاصل کرنے کے ساتھ ہی انٹرنس تک انگریزی تعلیم بھی حاصل
کرلی۔ اٹھارہ سال کی عمر میں ان کی والدہ نے انھیں اپنے پاس بلا لیا اس لئے
سلسلہ تعلیم منقطع ہو گیا۔

کچھ عرصہ کے بعد آپ نے بعہدہ تحصیلداری فیض آباد میں قیام کرنا شروع کیا۔
مگر یہ شغل ان کی فطرت کے خلاف تھا۔ اس لیے استعفا دے کر لکھنؤ چلے آئے۔

یہاں آکر آپ نے اخبار آزاد کی اشاعت شروع کی جس میں سیاسیات سے
علمی ادبی مقالات شائع ہوا کرتے تھے۔ اور یہی وجہ ہے کہ آجتک اس ا
کے فائل عزت و توقیر کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ لیکن یہ سلسلہ بھی
سال کے بعد ترک کرنا پڑا۔ ملازمت یا ذریعۂ معاش کا تیسرا دور بھوپال یا
میں شروع ہوا۔ جہاں آپ نے معمولی عہدوں سے کلکٹری کے درجہ تک ترق
دور آخر عمر میں پنشن لے کر رامپور چلے گئے۔ وہاں آپ سرکاری لائبریری
مرتب کی حیثیت سے کام کرنے لگے۔ یہ شغل بہت دلچسپ ثابت ہوا۔ تقریباً
سال تک آپ نے بہت سی ادبی خدمات اسی سلسلہ میں انجام دیں۔ اس
بعد ضعف پیری اور سلسلہ علالت سے مجبور ہو کر بارہ بنکی واپس آ گئے او
خانہ نشین ہو گئے۔

بارہ بنکی کے قیام کو دو برس بھی نہ گزرے تھے کہ مرض استسقا میں مبتلا
اور ایسے کہ زندگی کی کوئی امید باقی نہ رہی آخرکار اپنی صاحبزادی کی سُ
واقع گونڈہ میں چلے گئے اور وہیں ۱۹۲۵ء میں انتقال فرمایا۔

آپ کو شاعری کا ذوق اوائل عمر ہی سے تھا۔ چنانچہ پہلی غزل آپ نے
سال کی عمر میں فرمائی تھی۔ مگر آپ کی شاعری کا اظہار اس وقت ہوا جب آ
اپنی والدہ کے اصرار سے ترک تعلیم کر کے ۱۰ سال کی عمر میں سہسوان سے واپس
آپ نے دربار رامپور میں جہاں اس وقت نامی گرامی شعراء کا اجتماع ر
کرتا تھا حضرت امیر مرحوم کو بھی دیکھا تھا۔ اور ان کے کچھ ایسے معتقد تھے کہ
میں قیام کرتے ہی ان کے شاگرد ہو گئے۔ حضرت امیر مرحوم لکھنؤ کے
نامی گرامی شاعر تھے۔ جن کے متعلق شوق فرمایا کرتے تھے کہ مرزا غالب نے ضعف پ
اور دیگر مجبوریوں سے تنگ آ کر امیر مرحوم سے دو خطوں میں یہ استدعا کی تھی

ب کسی قابل نہیں رہا۔ آپ طالبان فن کو راہ راست پر لگا گئے" اور
ن کی پیاس بجھا گئے" اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مرزا بھی حضرت اسیر
ادی کا لوہا مانتے تھے۔

حضرت اسیر کسی رشتے سے شوق کے دادا بھی ہوتے تھے اس لئے خون نے او
الفت و محبت کے ساتھ اُستادی کا کام انجام دیا دوسرے شوق مرحوم
اسیر اور لکھنؤ میں رہ کر ایسی صحبتوں کا فیض اٹھایا تھا جن میں جلال، منیر، عزیز
س، دبیر و برق، قلق اور انس وغیرہ شریک رہا کرتے تھے۔ خصوصاً قلق
کی آپ سے بہت اُنس تھا۔ اور آپ ہی سے لکھنؤ کی محلاتی زبان سکھانے کے
ب کو ان محلات تک پہنچایا تھا جہاں کے محاورات وغیرہ مستند مانے جاتے
اور سند میں پیش کیے جاتے تھے۔

زمانے میں لکھنؤ امانت کے غیر فطری رنگ کا شیدا تھا۔ اسی قسم کے محاورات
ن کی داد ملتی تھی کسی اور رنگ میں شعر کہکر اسے مقبول کرا لینا آسان کام نہ تھا
حضرت اسیر مرحوم اور ان کے چند شاگردوں مثلاً حضرت امیر مینائی۔ اور
وغیرہ نے اپنے طرز کا سکہ ایسا جمایا کہ قریب قریب امانت کے رنگ کو فنا کر دیا۔
حضرت اسیر مرحوم کے انتقال کے بعد جب امیر مینائی کا رامپور میں عروج ہوا
حضرت شوق مرحوم بھی وہیں تھے۔ اسلئے خوب خوب صحبتیں رہتی تھیں۔ حضرت امیر
کے پیر بھائی تھے۔ اور دیگر رشتہ سے عزیز بھی ہوتے تھے۔ اکثر لوگوں نے
تک جانتے بڑھائے ہیں۔ کہ شوق، امیر سے اصلاح لیتے تھے۔ یہ بالکل
ہے۔ اس لئے کہ خود شوق صاحب فرمایا کرتے تھے کہ انھوں نے اسیر
علاوہ کسی سے اصلاح نہیں لی۔ اس میں شک نہیں کہ امیر مینائی کا کلام
بلند پایہ ہوا کرتا تھا۔ اور شوق نے ان کی صحبت سے بہت کچھ فائدہ اٹھایا تھا

لیکن اس سے یہ مطلب نہیں ہو سکتا۔ کہ ان سے اصلاح لیتے تھے۔

حضرت قلق مرحوم مصنف مثنوی "طلسم الفت" اس زمانے میں کملات کی زبان

میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ آپ نے شوق کا بھی ایک سن رسیدہ بیگم سے ع

کرا دیا تھا۔ جنسے سات سال تک مستفید ہونے کے بعد آپ نے مثنوی لکھنا شر

کی۔ جو اپنی خوبیوں کے لحاظ سے مقبول عام ہے۔ یہ مثنوی آپ کے اُستاد کی

ہی میں تکمیل کو پہنچ گئی تھی۔ لیکن اصلاح نہ ہو سکی تھی۔ یہ مثنوی آپ نے گلزار

مصنفہ دیا شنکر نسیم کو دیکھ کر تصنیف فرمائی تھی۔ مگر جواب کے خیال سے نہیں

تتبع کی کوشش کی تھی۔ جیسا کہ خود فرمایا کرتے تھے۔ اس تصنیف کی بنا آپ نے شر

شاعری سے ڈال دی تھی۔ اور یہی وجہ ہے کہ بعد کو اس میں آپ نے کئی مرتبہ

ترمیم و تنسیخ کی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ بہتر سے بہتر ہوتی گئی۔ اس مثنوی کے مطالعہ

کے بعد ہر شخص یہ معلوم کر سکتا ہے کہ محاورات کا استعمال۔ سلاست زبان

کا جو استعمال اس میں کیا گیا ہے۔ وہ لکھنؤ کی پرانی صحبتوں میں بیٹھنے کے بغیر حا

اس مثنوی کی تمام خصوصیات۔ تمہید، پلاٹ۔ بحر سخن اور اختصار وغیرہ بالکل گ

کے طرز پر ہیں۔ ویسی ہی دیو زادوں کی بے سر و پا داستان اس میں بھی نظم

جیسی گلزار نسیم میں۔ اسی وجہ سے اکثر حاسدین نے طنزاً یہ بھی کہا کہ شوق

گلزار نسیم کا جواب لکھا ہے۔ حالانکہ خود مصنف اس کی اتباع کا منکر تھا۔

"زہر عشق" شوق، کو پڑھنے سے روانی کلام، طرز ادا۔ سلاست اور فن شاعری

نظر آتا ہے۔ ذیل میں چند ساقی نامے اسی مثنوی سے اقتباس کر کے پیش کرتا

شیشے کی پری کو ساقیا لا ۔۔۔ بھر بادۂ عیش سے پیالا

آئے پیمانہ، آئے مینا ۔۔۔ ناچے پیمانہ گائے مینا

چھپے یہ جنوں کا رنگ ہے آج ۔۔۔ ساقی مری عقل دنگ ہے آج

وحشت جو کہیں زیادہ ہو جائے　　زنجیر یہ موج بادہ ہو جائے

منھ سے جادو نکالتا تھا　　ڈورے بالوں سے ڈالتا تھا

چتون کی ادا نظر سے گذری　　برچھی کی انی جگر سے گذری

یاں جھک کے نگہ زمیں پہ پہنچی　　واں چشم ہوس جبیں پہ پہنچی

یاں موے مژہ نظر پہ چلمن　　واں دست ہوس کو شوق دامن

شہزادہ تھا ولولوں سے پرجوش　　جیسے مے کی ہوس میں مے نوش

کچھ خیر ہے! گفتگو یہ کیسی　　بندی نہیں بے تکلف ایسی

ایسے کچھ پاک دل نہیں تم　　آنچل مرا چھو نہ لو کہیں تم

اپنے کو سنبھلے ہوئے ہو کیوں تم　　کچھ پی تو نہیں کہ ہوش ہیں گم

مجھ پر ابھی حق نہیں تمھارا　　کیا غیر پہ غیر کا اجارہ

نرگس دیکھے تو کیا عجب ہے　　سوسن نہ کہے یہ کیا غضب ہے

بیدار نہ سبزہ باغ کا ہو　　شمشاد نہ تاک میں کھڑا ہو

غنچے نہ چٹک کے گل کھلائیں　　بو پا کے نہ لے اڑیں ہوائیں

ں مثنوی سے بھی زیادہ آپ کی مثنوی "عالم خیال" مقبول ہوئی جس کے کئی ایڈیشن
ی حیات ہی میں شائع ہو کر فروخت ہو گئے تھے۔ اس مثنوی کی سب سے بڑی
ی یہ ہے کہ اردو زبان میں بالکل نئی چیز تھی۔ اس میں کسی شہزادے یا دیو پری
نہیں بیان کیا گیا ہے۔ بلکہ ایک ہجراں نصیب عورت اپنے بچھڑے
ے شوہر کی محبت میں بےچین ہے۔ اور وہی معصوم زبان میں اپنے خیالات اور
ات لطیف کا اظہار کر رہی ہے۔ اور اسی عالم خیال و انتظار میں اس کا شوہر
یں آجاتا ہے۔ جس سے فراق کی تکالیف دور ہو جاتی ہیں۔" اردو زبان میں حضرت
مرحوم کی یہ تصنیف بالکل نئی چیز ثابت ہوئی اور زبان کے لحاظ سے اس میں جو

خصوصیت ہے - وہ یہ کہ فارسی کی ایک اضافت بھی آنے نہیں پائی - یہ مثنوی
کے لحاظ سے سحر حلال کی ایک زندہ مثال ہے جسے پڑھ کر طبقۂ نسواں کی
اور رسم و رواج کی تیوو کا دردناک منظر آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے۔

حضرت شوق کی شاعری کا زمانہ وہ تھا - جب کہ دنیائے شاعری غزلوں
تک محدود تھی یا مراثی کی قدر ہوتی تھی - ان کے علاوہ کسی صنف پر - تو شاع
کہنے کی کوشش کرتے تھے - نہ پبلک میں داد ہی ملتی تھی - اسی وجہ سے لوگ
کو ایک بیکار چیز سمجھتے رہے - گو انھوں نے غزل گوئی ترک نہیں کی - مگر اس
کو انکار نہیں ہو سکتا کہ وہ اور دیگر اصناف شاعری کو زیادہ پسند کرتے
چنانچہ مثلث - مسدس - مثنوی - اور اس قسم کی جملہ اصناف شاعری میں انھو
اپنی جدت پسندی اور کمال کا ثبوت پیش کیا ہے - لیکن یہی اسباب تھے جن
پر اکثر حضرات آپ کے مخالف ہو گئے تھے - اور آپ کو بدنام کرنے کی کو
کرتے رہے - مگر شوق نے کبھی اس کی پروا نہیں کی کلام شوق دیکھنے سے
ہر شخص یہ اندازہ لگا سکتا ہے - کہ آپ کو روایتی شاعری سے زیادہ مسل
نظموں وغیرہ میں کامیابی ہوئی۔

شوق کے ابتدائی زمانہ کا کلام قریب قریب سب تلف ہو گیا - لیکن دو ح
غزلیں جو بچی کھچی تھیں آپ نے دیوان میں شامل کر لیا ہے - ذیل میں اسی ا
زمانہ کے چند اشعار نمونتاً پیش کیے جاتے ہیں۔

بناہ الفت کا ان دو نازکوں میں سخت مشکل ہے
ادھر نازک مزاج یار - ادھر نازک مزاج دل

یہ کنجی بھی رنگ حسن لاتی ہے حسینوں میں
بڑھے تو سرمہ کا کل ہے گھٹے تو گال کا تل

یں خوش اُدھر وہ ترک خوش اپنے تصور سے
یں سمجھا تیر ہے دل میں وہ سمجھا تیر میں دل ہے
تا ہے کہ توڑوں گا میں کہتا ہوں کہ جوڑ اس کو
وہ کہتا ہے کھلونا ہے میں کہتا ہوں مرا دل ہے

رے کسی زاہد کے ساتھ حشر اس کا
جیسے حسین سے خلوت میں اجتناب رہے
ی بھی ہے چہرے کا حسن غصہ بھی
وہ جا ہے پھول رہے جا ہے آفتاب رہے
گی عمر جو بچھو گے زلف سے اے شوق
کہ طول کم ہو جو رشتہ کو پیچ و تاب رہے

ن حرم میں ہوئی ہے خدا خدا کر کے
چلو وہ جیتے جیتیں اب نماز ادا کر کے
ت اس نے بڑھا دی سمجھ کے کم جرأت
خطا ہوئی کہ میں نادم ہوا خطا کر کے
ب شکوۂ بیجا سے لطف اٹھتا شوق
خجل کیا اسے کیوں شکوۂ بجا کر کے

شوق مرحوم نے رباعیات بھی سیکڑوں کہیں اور واقعہ یہ ہے کہ اس زمانہ
کے لحاظ سے بہت خوب ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔

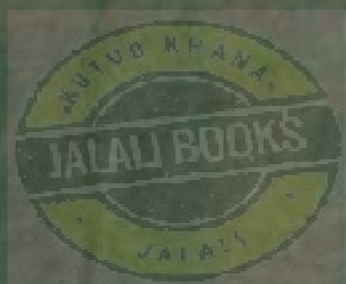
نا ہے بنا ہے اس حسیں کا نقشا　　صورت ہی سے ہے شکل ریاضی پید
لب ہے خط مفروس تو بینی ہے عمود　　آنکھیں گوشوں میں زاویے ہیں گو

قامت سے بڑھے تو زلف کی طرح لٹے　　منہ دی سے بجے تو رنگ کی شکل
اے شوق زمانے میں شب و روز کی طرح　　ہم گھٹنے بڑھے کبھی تو پھر بڑھ کے گھ
بیجا ہے مئے کبر سے جوش مستی　　ہے ساقہ فراز کے نشیب ہستی
تقدیر کی گردش سے بشکل دولاب　　رہتی ہے بلندی کے برابر پستی

جلتا ہے ارے عقل کے دشمن ٹیڑھا
طالع کو نہ جان ہو سکے بدظن ٹیڑ
اس بے ہنری پہ کیوں زمانہ کا گلہ
خود ناچ نہ آئے اور آنگن ٹیڑھا

شوق مرحوم کو سب سے زیادہ تحقیقات لفظی و اصطلاحی کا ذوق
چنانچہ اس لحاظ سے ان کا دیوان لغت کے ہم پلہ ہے جسمیں محاورا
اصطلاحات اور ضرب الامثال وغیرہ کو نظم کرنے کی ہر جگہ کوشش
کی گئی ہے۔ بلکہ اکثر اوقات اسی جد و جہد میں کلام کی سلاست ا
روانی وغیرہ بالکل نذر لعنت ہے گئی ہے۔ مگر جو حضرت شوق
جو مقاصد تھے وہ پورا ہوا۔

تمام شد


JALALI BOOKS